اسلامی تعلیم

جلد اوّل

جس میں عقائدِ اسلام، کلمہ جات، جملہ قسم کی نماز، چند کلام پاک کی سورتیں، روزہ سب باتیں مع معنٰی وتشریح آسان اردو زبان میں بیان کی گئی ہیں۔

مصنّفہ

نواب سر محمد یامین خاں صاحب سی، آئی، ای۔ بی، اے بیرسٹر ایٹ۔لا۔
سابق۔ ممبر وڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی اسمبلی غیر منقسمہ ہندوستان۔
ممبر کورٹ واگزیکیوٹو کونسل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ ممبر کورٹ
دہلی یونیورسٹی۔ رئیس میرٹھ۔

مصنف۔ گاڈ۔ سول اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام۔
کرائسٹ (مسیح) اینڈ میری (مریم) ان قرآن
اورنگ زیب اینڈ شیواجی وغیرہ

ناشران:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع:۔ ملک محمد عارف

مطبوعہ:۔ دین محمدی پریس لاہور

طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا اور اُس کو قائم کیئے ہوئے ہے اور جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اُس کو عقل عطا فرمائی تاکہ وہ اچھّے بُرے کی تمیز کر سکے۔ اور اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو سمجھ سکے اور اس کی لاتعداد رحمتوں اور مہربانیوں کا شکریہ ادا کر سکے۔

حمد بے حد اُس خدائے پاک کو
نورِ ایمان جس نے بخشا خاک کو

درود

تمام درود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ہو جن کی معرفت خدائے تعالےٰ نے ہمارے لیے پیغام بھیجا اور جن کی وجہ سے ہم اپنے پیدا کرنے والے خدائے واحد کو سمجھنے لگے۔ بغیر اُن کے تمام دنیا میں اندھیرا تھا اور خدا کو ٹھیک سمجھنے والا کوئی بھی دنیا میں موجود نہ تھا۔

تمہید

جب میں پاکستان میں (مارچ ۱۹۵۳ء) آیا تو میں نے خلاف توقع یہ پایا کہ عوام الناس اسلامی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ علماء دین میں گروہ بندی ہے اور ہر گروہ اپنے اقتدار کی کوشش میں لگا ہوا ہے اس وجہ سے وہ پالیٹکس کی طرف زیادہ رجوع ہیں اور اُن جرائم کو جو گناہ کبیرہ ہیں اور کثیر تعداد میں روزانہ واقع ہوتے ہیں اور ایک اسلامی ملک کے واسطے نہایت ناموزوں دھبہ ہیں اُن کے روکنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ باوجود اس کے کہ قرآن میں آیا ہے کہ "تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک کاموں کی ترغیب دیں اور اچھے کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔ یہی ہیں جن کو فلاح ملے گی"۔ جو لوگ بُری عادتوں کو لے کر ہندوستان سے آتے ہیں اور وہ جو خود پاکستان میں ان عادتوں والے پہلے سے رہتے تھے وہ سب درحقیقت غلط تعلیم کا شکار ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ جو موجودہ سائنس اور مختلف الخیال کے فلسفہ کو پڑھتا ہے وہ اُن علوم اور خیالات سے متاثر ہوتا ہے اور اُن بیش بہا جواہرات سے جو قرآن پاک کی آیتوں میں ہیں ناآشنا رہتا ہے۔ بچوں کو مدرسہ میں قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے اور بعض بچہ بیس بیس دور قرآن پاک کے کرتا ہے لیکن ایک لفظ بھی نہیں سمجھتا کہ اس میں جو خدا کا حکم ہے وہ کیا ہے۔ مسلمان پانچوں

وقت نماز پڑھتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اُس میں وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ علماء دین کی کشیدگی انگریزی داں طبقہ سے تو تھی ہی لیکن یہ زیادہ افسوسناک بات ہوئی کہ غیر انگریزی داں طبقہ اور جاہل طبقہ سے بھی علماء دین دُور ہو گئے۔ یہ لوگ مذہب کو صرف کتاب میں لکھا ہوا تصور کرنے لگے اور حق العباد سے قطعی ناآشنا ہو گئے۔ جب کوئی دنیوی ضرورت پیش آتی ہے تو غیر تعلیم یافتہ شخص کسی مولوی صاحب سے فتویٰ لیتا ہے اور اس کا مخالف دوسرے مولوی صاحب سے فتویٰ حاصل کرتا ہے۔ اکثر یہ دونوں فتوے ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ ایک نہایت سنسنی خیز فتوے ایک عالم صاحب نے کراچی میں دیا کہ ایک قاتل کو جس نے دیدہ و دانستہ ایک مسلمان کو قتل کیا تھا اس بنا پر چھوڑ دیا جائے کہ مقتول کے رشتہ دار نے قاتل کو معاف کر دیا تھا۔ باوجود قرآن پاک کی سورۃ النساء کے تیرھویں رکوع کی دوسری آیت کے کہ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ یعنی جو شخص ایک مسلمان کو جان بوجھ کر کہ وہ مسلمان ہے قتل کرے گا اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ رہے گا اور خدا کا غضب اور لعنت اس پر ہوگی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار ہے۔ قانون داں پیشہ کے بھی بہت سے عالم و فاضل حضرات قرآن پاک کی آیات کے معنے سے بخوبی واقف نہ تھے کہ اُس استعمال کا جواب دیتے جو

بعض اخبارات نے اس معاملہ میں قاتل کے حق میں شور کر رکھا تھا۔

غرضکہ ان حالات کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کم از کم نئی پود کو جو آئندہ پاکستانی شہری ہوں گے اور جن کے کیرکٹر اور اخلاق پر ہی پاکستان کی ترقی یا تنزل کا دارومدار ہوگا۔ اُن کو موجودہ حالت سے بچایا جائے اور ہر مسلمان کو آسان و عام فہم زبان میں اسلامی تعلیم دی جائے۔ اگرچہ اب بھی بعض اصحاب یہاں ایسے موجود ہیں جو اپنے بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے اسلامی اصولوں سے فیضیاب ہیں اور اُن کے دل میں اسلامی جذبہ موجود ہے۔ مگر پاکستان میں آکر روزی کمانے میں اُن کا اس قدر وقت صرف ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو وہ گھریلو تعلیم نہیں دے سکتے جو اُن کے والدین نے خود اُن کو دی تھی۔ ایک طبقہ بڑے دولت مند تجّار کا ہے جو رات دن دولت بڑھانے میں کوشاں ہے اور اُس کے ذریعہ پولیٹکل اقتدار حاصل کرنے میں مصروف ہے اُس کو دین کے علم پڑھنے کا وقت نہیں ملتا اور وہ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہے۔ غریب مزدوری پیشہ طبقہ بالکل ناخواندہ ہے اور مذہب کی باتوں کو جو عربی زبان میں ہوں یا ثقیل الفاظ میں بیان کی جائیں سمجھنے سے قاصر ہے۔

لہٰذا مجھ جیسے نااہل نے اپنے اوپر یہ بوجھ لینا خوشی سے منظور کیا کہ اسلامی تعلیم کو جو قرآن پاک کی ہے عوام تک آسان زبان میں پہنچاؤں۔ اس کا شوق تو مجھ کو بہت عرصہ سے تھا اور جب میں اپنے والد صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کو دن

میں بارہ بارہ گھنٹے حدیثوں کو ترتیب دینے میں صرف کرتے دیکھتا تھا۔ اور اُن پر اس شوق میں باوجود ضعیف العمری کے نہ گرمی کا نہ سردی کا اثر ہوتا تھا تو مجھ میں بھی جوشش پیدا ہوتا تھا۔ مرحوم حافظ قرآن اور حاجی تھے اور اپنی اڑسٹھ ۶۸ سال کی عمر سے اٹھتر ۷۸ سال کی عمر تک حدیثوں کو تمام کتابوں سے لے کر ہر مضمون کی جملہ حدیثوں کو معہ اردو ترجمہ کے علیحدہ علیحدہ جمع کر دیا جن سے ایک نگاہ میں کسی مضمون پر بھی تمام حدیثوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔ کچھ حصہ مرحوم نے کثیر صرفہ سے خود چھپوایا لیکن زیادہ تر حصہ لڑائی کے زمانہ میں کاغذ نایاب ہو جانے کی وجہ سے چھپنے سے رہ گیا ہے۔

چونکہ مرحوم کے فیضانِ صحبت سے مجھ کو بھی اسلام کی خدمت کا شوق تھا اس لیے سنہ ۱۹۴۴ء میں میں نے ایک کتاب گاڈ سول۔ اینڈ یونیورس۔ ان سائینس اینڈ اسلام (GOD SOUL AND UNIVERSE IN SCIENCE AND ISLAM) انگریزی دان طبقہ کے واسطے لکھی تھی جس کو شیخ محمد اشرف صاحب کتب فروش کشمیری بازار لاہور نے طبع کیا ہے۔ اور اس خبر کو سن کر کہ اکثر انگریز اس کو پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے مجھ کو بے حد خوشی ہوئی اور ہمت افزائی ہوئی۔

شروع میں پاکستان آنکر میں نے قرآن پاک کی آیتوں سے اقتباسات نکالے اور ان کو ہر مضمون کے مطابق علیحدہ علیحدہ جمع کیا۔ ایک جلد حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم پر قرآن کی آیات کی مرتب کری اور دیباچہ لکھنے کے واسطے مجھ کو تمام کتابیں انجیل کی اور پانچوں کتابیں توریت کی اور جملہ کتابیں

دیگر انبیاء بنی اسرائیل کی علاوہ تاریخ کالدیہ و بابل و آشوریہ کے پڑھنی پڑیں آخیر میں ایک مزید حصہ اُس جلد کا لکھا گیا جو بطور تتمہ کے ہے جس میں توریت انجیل کے اندر دی ہوئی پیشین گوئی ایک پیغمبر کی آمد کی بابت جو ہے اُس کو واقعات اور قرآن پاک کی آیات سے ثابت کیا ہے کہ اُس پیغمبر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے اور کسی سے نہیں ہو سکتی یہ کتاب بھی انگریزی میں ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھ کر کہ اسلامی تعلیم مسلمانوں کے اُن خاندانوں سے بھی اُٹھ رہی ہے جن میں اس کا کافی شوق غیر منقسمہ ہندوستان میں تھا اور مجھ کو باوجود تلاش کے کوئی کتاب ایسی نہیں ملی جس میں مذہب کے متعلق تمام باتوں کو مفصل طور پر آسان اردو زبان میں دیا گیا ہو۔ جب تک صاف طور پر سمجھائے اگر بچوں کو نہ بتایا جائے تو اُن کو کوئی دلچسپی مذہب سے نہیں ہوتی اور زیادہ تعداد میں بچے مذہب سے اور اسلامی روحانیت سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ کتاب جو میں نے لکھی ہے اس کی متعدد جلدیں ہیں۔ پہلی جلد آسان زبان میں دینی عقائد کو بتاتی ہے۔ اور ہر قسم کی نماز اس میں معہ معنے کے لکھی گئی ہے تاکہ نو عمر بچے اور وہ لوگ جو اب تک علم سے بے بہرہ ہیں اور مستورات آسانی سے نماز کو اور اُس کے فوائد کو سمجھ سکیں تاکہ ان میں نماز کا شوق پیدا ہو۔ اعتقاد اسلامی کو شروع سے ہی بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی چند سورتوں کو با معنی دے کر اُن کا مطلب سمجھایا گیا ہے۔ ہر بات سوال اور جواب کے طور پر اس لیے لکھی گئی ہے تاکہ پڑھنے والے

کو دلچسپی پیدا ہو اور پڑھانے والا بھی آسانی سے سمجھا سکے۔

ایک باب روزہ پر اور اُس کی مصلحتوں اور فوائد پر ہے اس کی تشریح میں نو عمر لوگوں کو ہدایت ہے کہ وہ کن کن بُری عادتوں سے بچیں اور بڑے لوگوں کو ترغیب ہے کہ وہ اُن بُری عادتوں کو جو اُن میں ہوں چھوڑ دیں۔

چونکہ یہ تین باتیں ہر مسلمان کو جاننا ضروری ہیں۔ اول اعتقاد اسلامی اور دوئم سوئم نماز و روزہ جو ہر ایک مسلمان پر فرض ہیں اس لیے یہ سب اس چھوٹی سی کتاب میں درج ہیں۔ حج و زکوٰۃ جو خاص خاص پر فرض ہیں وہ دوسری جلد میں ہیں۔ علاوہ ان کے قرآن پاک کی وہ سورتیں جن کا تعلق عوام الناس کی روزمرہ کی زندگی سے ہے اور جن کو سمجھنا ہر کس و ناکس کے لیے ضروری ہے وہ دیگر چھوٹی چھوٹی جلدوں میں دی گئی ہیں تاکہ عوام الناس اُن احکامات الٰہی سے بخوبی واقف ہو جائیں جو اُن کی روزمرہ کی ضروریات معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن کے معلوم ہونے سے وہ ایک اسلامی زندگی بسر کر سکیں اور حق العباد کو سمجھیں اور اُن حقوق کا خیال رکھیں جو ہر فرد جماعت کو ایک جماعتی زندگی بسر کرنے کے واسطے لازمی ہیں۔ اگر جماعتی زندگی میں جو قومی زندگی ہے ایک فرد بھی دوسرے کے حقوق کو پامال کرتا ہے تو وہ تمام قوم کا مخالف ہے اور قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ خیالات ابھی تک جرائم پیشہ اشخاص کے دل میں نہیں ڈالے گئے۔ یہ اُسی وقت اُن کے دماغ میں آ سکتے ہیں جب اُن کو اس کی تعلیم دی جائے۔ اس طرف نہ صرف علماء دین کی توجہ کی ضرورت

ہے بلکہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہر بچہ کو اس کی تعلیم دے اور کوئی مسلمان بچہ پاکستان میں ایسا نہ رہے جس کو حق اللہ کے علاوہ حق العباد کی تعلیم نہ ملی ہو۔

ایک جلد روحِ انسانی۔ وحی، تصوف وغیرہ پر بھی ہوگی جو ان خاص خاص اصحاب کے واسطے ہوگی جو اسلامی اور قرآنی فلسفہ سے دلچسپی رکھتے ہوں قرآن پاک کی بہت سی آیتوں میں وہ راز پنہاں ہیں جن کے سمجھنے کے لیے بہت سے علوم کا جاننا ضروری ہے۔ قیامت تک جس قدر علم دنیا میں آتا جائے گا اُس پر قرآن پاک کی آیات روشنی ڈالیں گی۔ بہت سے اصول جن کو تجربات اور تقاریر کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جا سکا وہ مشاہدات سے ثابت ہو گئے۔ سائنس کے ذریعہ جو معلومات ہوئی ہیں اُن سے اکثر باتیں جو مذہب میں ہیں ثابت ہو گئیں اور عقلیہ دلائل سے زیادہ مشاہدات مؤثر ہیں اس لیے تصوف کو بھی سائنس کے ذریعہ لکھا گیا ہے۔

خاکسار محمد یامین خان
جولائی ۱۹۵۴ء

باب اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال ۔ کیا معنے ہیں ؟

جواب ۔ ب کے معنی ساتھ ۔ اسم معنی نام ۔ اللہ نام ہے اللہ کا ۔ الرحمٰن معنی جو بہت مہربان ہے ۔ الرحیم کے معنے جو بہت رحم والا ہے ۔

سوال ۔ کیا مطلب ہوا ؟

جواب ۔ یعنی ۔ میں شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو بہت مہربان اور بڑا رحم والا ہے ۔

سوال ۔ کیوں اور کس وجہ سے یہ پڑھا جاتا ہے ؟

جواب ۔ جب مسلمان کوئی کام کرتے ہیں تو پہلے اس کو پڑھتے ہیں تاکہ اُن کے دل میں یہ آجائے کہ ہم اللہ کے سامنے موجود ہیں جو ہر چیز دیکھتا اور ہر بات سُنتا ہے اور جو کچھ ہمارے دل میں ہے وہ بھی اُس کو معلوم ہے اور اس سے ہم کوئی بات چھپا نہیں سکتے ۔ اس لیے وہ ہر کام نہایت محنت اور ایمانداری سے کرتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے کام ٹھیک اور صحیح بھی ہوتا ہے اور برکت بھی ہوتی

ہے۔

سوال۔ مسلمان کون ہوتے ہیں ؟

جواب۔ جو اللہ کو ایک جانتے ہیں اور اس کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سچّا اور آخری نبی اور خدا کا حکم پہنچانے والا مانتے ہیں۔

سوال۔ معبود سے کیا مطلب۔

جواب۔ معبود وہ ہے جس کی عبادت یعنی تابعداری کی جائے اور جس کو یہ سمجھا جائے کہ وہی ہمارا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے اور وہی جب مارے گا تب مریں گے۔ اور وہی رزق دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اور اس کے احکام کی تعمیل ہم پر لازم ہے۔ اور جو کچھ امداد مانگنی ہو وہ اُس ہی سے ہم مانگیں اور اُس کے سامنے سر جھکائیں اور کسی کے سامنے نہ سر جھکائیں نہ مدد مانگیں۔

سوال۔ مسلمان اپنے اعتقاد کا اظہار کن لفظوں سے کرتے ہیں اور اس کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اس کو کلمہ اوّل طیّب کہتے ہیں

سوال۔ کیا معنے ہوئے۔

جواب۔ لا کے معنی کوئی نہیں۔ اللہ کے معنی معبود یعنی جس کی عبادت کی جائے۔ الاّ کے معنی سوائے۔ اللہ معنی اللہ۔ محمد رسول اللہ کے معنی محمد اللہ کے رسول یعنی بھیجے ہوئے ہیں۔

سوال۔ پورے معنے ایک ساتھ بتاؤ۔

جواب۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول یعنی بھیجے ہوئے ہیں۔

سوال۔ بھیجے ہوئے سے کیا مطلب۔

جواب۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس لیے دنیا میں پیدا کیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کا پیغام سب آدمیوں کو پہنچا دیں۔

سوال۔ وہ پیغام جو دینے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے وہ کیا ہے؟

جواب۔ وہ سارا پیغام قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے۔

سوال۔ اگر اللہ کو ایک تنہا معبود مانیں مگر محمد مصطفےٰ کو رسول نہ مانیں تو کیا مسلمان ہو جائیں گے؟

جواب۔ جو شخص محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

سوال۔ کیا جو لوگ محمد رسول اللہ کے زمانہ سے پہلے تھے وہ مسلمان نہیں

تھے ؟

جواب ۔ قرآن پاک میں ان کو بھی مسلمان لکھا ہے۔ جو رسول اللہؐ کے زمانے سے پہلے دوسرے نبیوں پر ایمان لائے۔ خدا کو واحد مانتے تھے اور خدا کی مرضی اور حکم کی تابعداری کرتے تھے لیکن رسول اللہ کی تشریف آوری کے بعد سے وہی لوگ مسلمان ہوں گے جو اُن کو سچا اور آخری رسول مانتے ہیں۔

سوال ۔ یہ کس وجہ سے کہتے ہو۔

جواب ۔ چونکہ پہلے احکاماتِ الٰہی جو دوسرے نبیوں کی معرفت بھیجے گئے تھے وہ اصل حالت میں دنیا میں موجود نہیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہ تمام احکامات مکمل صورت میں قرآن پاک میں بھیجے ہیں اور جب تک محمد مصطفےٰؐ کو رسول اللہ نہ مانا جائے اس وقت تک یہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ اس لیے محمد مصطفےٰؐ کو رسول ماننا ضروری ہے بغیر اس کے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

سوال ۔ کیا محمد مصطفےٰؐ کے بعد اور بھی رسول آئیں گے ۔

جواب ۔ نہیں اور کوئی رسول نہیں آئے گا۔ وہ آخری رسول اور نبی ہیں۔

سوال ۔ یہ کس وجہ سے کہتے ہو کہ اب کوئی رسول نہ آئے گا۔

جواب ۔ چونکہ مذہب مکمل ہو گیا اور قرآن پاک قیامت تک اصل

صورت میں رہے گا اور اس میں ایسی مکمل اور صاف ہدایتیں موجود ہیں جو قیامت تک ہر زمانہ کے واسطے موزوں رہیں گی اس لیے دوسری کتاب الٰہی کی ضرورت نہ ہوگی لہٰذا جب دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہوگی تو کسی پیغامبر کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ صرف وقتاً فوقتاً ایسے صاحب علم اشخاص پیدا ہونگے جو لوگوں کو قرآن کے معنے نئے علوم کی روشنی میں سمجھاتے رہیں گے لیکن نہ تو نبی ہوگا اور نہ رسول۔ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ہیں یعنی آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔

سوال۔ یہ تم کیسے کہتے ہو کہ مذہب مکمل ہو گیا۔

جواب۔ رسول اللہ نے سنہ ھ میں آخری حج کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

سوال۔ کیا مطلب۔

جواب۔ یہ کہ۔ آج کے دن ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی تمام نعمتیں پوری کر دیں۔ اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارا دین تجویز کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اب دین میں کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں ہے چونکہ وہ مکمل ہو چکا۔

سوال۔ اِسلام کس کو کہتے ہیں۔

جواب۔ اسلام سے مطلب ہے اللہ تعالےٰ کی مرضی کو تسلیم کرنا اور اس پر خوشی سے عمل کرنا۔ اور اپنی خواہش پر اگر وہ اللہ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس پر عمل نہ کرنا۔

سوال۔ تم نے کلمہ اول تو بتایا۔ کیا اور بھی کلمے ہیں۔

جواب۔ ہاں چار کلمے اور ہیں۔ کل پانچ کلمے ہیں لیکن بعض لوگ چھ کلمے کہتے ہیں۔

سوال۔ کلمہ سے کیا مطلب۔

جواب۔ کلمہ کلام سے ہے یعنی وہ الفاظ جن کے کہنے سے مسلمانوں کے عقیدہ کا اظہار ہوتا ہے۔

سوال۔ دوسرا کلمہ کیا ہے اور اس کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ دوسرے کلمہ کو کلمہ شہادت کہتے ہیں وہ ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

سوال۔ کیا معنے ہیں؟

جواب۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ وہ ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں یعنی

دل سے اقرار کرتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے ہیں اور رسول ہیں۔

سوال۔ پہلے کلمہ میں اور اس میں کیا فرق ہے ؟

جواب۔ پہلے کلمہ سے اس میں یہ باتیں زیادہ ہیں۔ اوّل۔ پڑھنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ میں اس کا دل سے اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ دوسری بات یہ زیادہ ہے کہ یہ بھی کہا جائے کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ عیسائیوں نے تثلیث بنالی ہے اور باپ بیٹا اور روح القدس تینوں کو ملا کر خدا مانتے ہیں جو اسلام میں شرک ہے اس لیے اسلام میں یہ ماننا ضروری ہے کہ خدا واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ تیسری چیز یہ ہے کہ محمدؐ کو علاوہ رسول ہونے کے یہ بھی کہا جائے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں تاکہ مسلمان محبت میں بھر کر رسول اللہؐ کو بندہ سے زیادہ نہ بڑھا دیں جیسے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسےٰؑ کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور یہودیوں نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ یا ہندوؤں نے کرشن کو خود خدا بنا دیا۔ اسی طرح محبت میں بھر کر کہیں مسلمان بھی حد سے تجاوز نہ کر جائیں۔

سوال۔ تیسرا کلمہ کیا ہے اور اس کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ تیسرا کلمہ تمجید ہے اور وہ یہ ہے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ

اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

سوال۔ اس کو کلمہ تمجید کیوں کہتے ہیں اور اس کے کیا معنیٰ ہیں۔

جواب۔ تمجید سے مطلب اللہ تعالیٰ کی شان وشوکت اور بڑائی کو ظاہر کرنا ہے۔ اس کلمہ کے معنیٰ ہیں۔

"اللہ تعالےٰ پاک بڑی شان والا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ اور کوئی معبود سوائے اللہ کے نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور کوئی طاقت اور قوت سوائے اللہ کے کسی میں نہیں ہے۔ جو سب سے اونچے اور بڑے مرتبہ والا ہے"۔

سوال۔ اس کلمہ میں اور پہلے کلمہ میں کیا فرق ہے۔

جواب۔ پہلے کلمہ میں تو صرف دو باتیں تھیں۔ اول یہ کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور دوسری یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کلمہ میں پہلی بات تو موجود ہے لیکن بجائے دوسری بات کے اللہ تعالےٰ کی بابت اور باتیں بھی بتائی گئی ہیں کہ وہ بڑی شان والا ہے اور بہت بڑا ہے اور ساری تعریفیں جو کچھ بھی ہو سکتی ہیں وہ سب اسی کے واسطے ہیں اور اس میں ہر قسم کی پوری طاقت ہے اور ہم کو جو کچھ امداد ملتی ہے وہ اس ہی سے ملتی ہے اور کسی کے ہاتھ میں ہماری مدد کرنا نہیں ہے یعنی بغیر خدا کے حکم کے کوئی شخص بھی ہماری مدد نہیں کر سکتا اور اس کا مرتبہ بہت بلند اور بڑا ہے۔

سوال ۔ چوتھے کلمہ کا کیا نام ہے اور وہ کیا ہے۔

جواب ۔ چوتھے کلمہ کا نام ہے۔ کلمہ توحید یعنی اس کا اعلان کرنا کہ خدا واحد یعنی ایک ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

سوال ۔ کیا معنیٰ ہوئے۔

جواب ۔ لفظی معنے ہیں :۔

"کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ وہ ایک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ تمام کائنات اس کی ملکیّت ہے۔ اور تمام تعریفیں اُسی کے واسطے ہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ اور وہ تمام چیزوں پر پوری قدرت یعنی پورا اختیار رکھتا ہے۔"

سوال ۔ اس کلمہ میں اور پہلے کلمہ میں کیا فرق ہے۔

جواب ۔ اس میں پہلے اور دوسرے کلمہ کے کچھ لفظ آگئے ہیں یعنی یہ کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ کی قوت کا اظہار ہے کہ تمام کائنات جو کچھ ہے وہ سب

اسی کی ہے اور سب تعریفوں کے قابل وہی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے زندگی دے یا مارے۔ چونکہ ہر چیز پر اس کو پورا پورا اختیار اور قدرت ہے۔

سوال۔ پانچواں کلمہ کیا ہے اور اس کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ پانچویں کلمہ کو کلمہ ردّ الکفر کہتے ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّأْتُ عَنْ کُلِّ دِیْنٍ سِوَاءِ دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَ اَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ

سوال۔ اس کے کیا معنیٰ ہیں اور ان الفاظ سے کفر کیسے دُور ہوتا ہے۔

جواب۔ اس کے معنیٰ ہیں " اے اللہ میں تیرے پاس تیری پناہ مانگتا ہوں یعنی تُو مجھ کو بچائے رکھنا اس سے کہ میں جان بوجھ کر کسی کو تیرا شریک بناؤں، اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں، اُن گناہوں کی جو میں نے نادانستہ طور پر کئے ہوں اور جو مجھ کو یاد نہیں، چونکہ تُو تو سارے رازوں یعنی بھیدوں کو جانتا ہے اور توبہ

کرتا ہوں اُن گناہوں سے جو میں نے کئے ہیں (یعنی جو مجھ کو یاد ہیں)۔ اور تو مجھ کو سب مذہبوں سے سوائے دین اسلام کے بچائے رکھنا۔ میں اسلام میں داخل ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں"۔

اس کلمہ کے آخیر میں پہلے کلمہ کے لفظ موجود ہیں۔ کفر اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت سے انکار کیا جائے۔ اس کلمہ میں ان دونوں باتوں کا اقرار کرتے ہوئے اس بات کا بھی اقرار ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور گناہوں سے بھی معافی مانگی گئی ہے اور اللہ تعالےٰ سے یہ بھی دُعا مانگی ہے کہ مذہب اسلام پر قائم رکھنا۔ اور دوسرے مذہبوں سے مجھ کو بچائے رکھنا اور اپنا اسلام پر قائم ہونے کا اعلان بھی ہے۔ اسی سے کفر دُور ہوتا ہے۔

سوال ۔ کیا ان کلموں کے علاوہ کچھ اور بھی الفاظ ہیں جو ایمان کے اظہار کے لیے ضروری ہیں۔

جواب۔ ہاں وہ یہ ہیں :-

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر

وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ

اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر کے اچھے

وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

اور بُرے پر جو اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر

سوال۔ تم نے پانچوں کلمے سُنائے اور ان کا جدا جدا مطلب بتایا، اب سب کا مجموعی مطلب بتاؤ اور مسلمانوں کے عقیدے مختصراً بیان کرو

جواب۔ مسلمانوں کے عقیدہ کی بنیاد اسلام اور قرآن پاک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو واحد یعنی ایک ماننا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے کوئی اولاد ہے۔ وہ اپنی مثال خود ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس سے اس کی مثال دی جائے۔ وہ پاک اور بڑی عظمت والا ہے اور بے نیاز ہے۔ ہر قسم کی خواہشات سے بالاتر اور آزاد ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ کوئی جگہ آسمانوں یا زمین کے اوپر یا اندر ایسی نہیں جہاں وہ نہ ہو۔ وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ انسان کے قریب ہے۔ وہ ہر چیز پر پورا قادر ہے۔ اور اس کو پورا اختیار ہے۔ ہر چیز کا اس کو علم ہے۔ کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمین پر یا اندر زمین کے ہو یا آسمانوں اور زمین کے درمیان ہو یا آدمی یا جانور کے دل

میں ہو۔ وہ ہر چیز دیکھتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ نور ہے اس کے کوئی جسم نہیں۔ وہ ہر بات کو سنتا ہے۔ اگر انسان سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ اس کی توبہ کرلے کہ پھر ایسا نہ کروں گا تو وہ اُس کو معاف کر دیتا ہے۔ وہ بہت بڑا مہربان ہے۔ اپنی مہربانی سے وہ وہ چیزیں آسائش اور ضروریات زندگی کی انسان کو دیتا ہے جس کے لیے انسان نے کوئی کام نہیں کیا مثلاً ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ خود رو درخت وغیرہ وغیرہ۔

اور بہت رحم والا ہے۔ اپنے رحم سے گناہ معاف کرتا ہے اور ہر کام کا معاوضہ بہت دیتا ہے۔ اگر ایک دانہ غلہ کا بویا جائے، سینکڑوں دانے دیتا ہے۔ ایک گٹھلی بوئی جائے تو ایک بڑا درخت دیتا ہے جس میں بیشمار پھل نکلتے ہیں۔

وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہی رزق بے حساب دیتا ہے۔ وہی تمام کائنات کا مالک ہے جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک۔ زمین۔ مکان۔ دولت چھین لے۔ جس کو چاہے عزت دے۔ جس کو چاہے بے عزت کر دے۔ وہی اولاد دیتا ہے۔ وہی چھین لیتا ہے وہ گناہوں کی سزا بھی دیتا ہے۔ وہ زندہ ہے یعنی ہر وقت مستعد ہے۔ نہ اُس کو نیند

آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے۔ وہ ہمیشہ سے خود قائم ہے اور تمام کائنات کو قائم رکھتا ہے اور اس سے تھکتا نہیں۔ کوئی ذرہ بغیر اس کے حکم کے ہل نہیں سکتا۔ مسلمان اس خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کی عبادت یعنی تابعداری کرتے ہیں۔ اس کے سوا نہ کسی اور کی عبادت کرتے ہیں نہ کسی سے کوئی مدد مانگتے ہیں۔ چونکہ خدا کے سوا نہ کسی میں طاقت ہے نہ کوئی مدد کر سکتا ہے۔

یہ سب باتیں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہیں۔ وہ اُس خدا کے بندے ہیں اور پیغام لانے والے رسول ہیں۔ ہم اُن ہی کی اُمّت میں ہیں یعنی اُن ہی کے گروہ میں ہیں۔ نہ کسی اور کے گروہ میں ہیں نہ کسی اور کو اپنا ذریعۂ شفاعت مانتے ہیں۔ وہ آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ انھوں نے سب مذہبی باتیں مکمل چھوڑی ہیں۔ اب کسی اضافہ کی ضرورت نہیں رہی۔ جس قدر پہلے احکامات ضروری تھے وہ سب قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اب کسی کتاب کی ضرورت نہیں رہی۔

باب دوئم

سوال۔ کیا مسلمانوں کے لیے یہ اعتقاد جو تم نے بتایا کافی ہے یا کوئی بات اور بھی ضروری ہے۔

جواب۔ جو لوگ اس اعتقاد کو تسلیم کر لیتے ہیں وہ مسلمان ہیں لیکن اللہ تعالےٰ کی تابعداری کے واسطے چار چیزیں ضروری ہیں ان کو فرض کہتے ہیں۔ فرض سے مطلب ہے لازمی اور ضروری۔ ان کو ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شریک رہے۔ جماعت بننے سے طاقت ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص بھی جماعت سے خلاف کام کرتا ہے تو اس سے دوسروں کو بھی ترغیب ہوتی ہے اور جماعت کمزور ہو جاتی ہے۔

سوال۔ یہ چار فرض کون کون ہیں۔

جواب۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔

سوال۔ نماز کے وقت پڑھی جاتی ہے اور ان کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ اوّل نماز صبح کو سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کو نمازِ فجر کہتے ہیں

دوسری نماز۔ نمازِ ظہر کہلاتی ہے۔ یہ دوپہر کے سورج ڈھلنے

کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ پاکستان میں علی العموم ایک اور دو بجے کے درمیان لوگ اس کو پڑھتے ہیں لیکن بعض عرب ممالک میں وہاں کے ساڑھے بارہ بجے پڑھی جاتی ہے۔

تیسری نماز۔ نماز عصر کہلاتی ہے۔ یہ شام کو چار اور پانچ بجے کے درمیان پڑھی جاتی ہے لیکن ہر صورت میں سورج غروب ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیئے۔

چوتھی نماز۔ نماز مغرب کہلاتی ہے۔ یہ سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

پانچویں نماز۔ نماز عشاء کہلاتی ہے۔ یہ رات کو سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے لیکن ہر صورت میں آدھی رات سے یعنی رات کے بارہ بجے سے قبل پڑھ لینی چاہیئے۔

یہ پانچوں نمازیں فرض ہیں یعنی ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ان پانچوں وقت نماز پڑھے۔

سوال۔ کیا نماز پڑھنے سے پہلے کوئی اور کام کیا جاتا ہے۔

جواب۔ ہاں۔ پہلے وضو کیا جاتا ہے۔ تاکہ انسان صاف ستھرا ہو جائے اور خدا کی طرف رجوع ہونے سے پہلے اس کے ہاتھ، منہ اور پیروں پر سے خاک و میل اتر جائے اور اس کی طبیعت صاف صاف ہو کر اس

کے خیالات بھی پاک و صاف ہو جائیں۔

سوال۔ وضو کس طرح ہوتا ہے۔

جواب۔ وضو صاف ستھرے۔ بغیر بدبو دار پانی سے جو پہلے استعمال نہ ہوا ہو، بسم اللہ کہہ اس طرح کیا جاتا ہے :۔

۱۔ پہلے دونوں ہاتھ انگلیوں سے لے کر کلائی تک تین دفعہ دھوئے جائیں۔

۲۔ پھر سیدھے ہاتھ میں پانی لے کر اس سے تین دفعہ کلی اور غرارہ کیا جائے۔

۳۔ پھر ناک کے نتھنے میں تین دفعہ سیدھے ہاتھ سے پانی ڈالا جائے اور بائیں ہاتھ کی انگلی ناک میں ڈال کر دونوں نتھنے ایسے صاف کریں کہ نہ ان میں خاک رہے نہ میلی رطوبت۔

۴۔ اس کے بعد سارا منہ تین مرتبہ دھوئیں تاکہ ماتھا۔ کلے۔ ٹھوڑی۔ کان کے اوپر کے حصے سب صاف ہو جائیں۔

۵۔ اس کے بعد کلائی سے لے کر کہنی تک دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے جائیں اور اوپر سے پانی ہاتھوں پہ بہایا جائے تاکہ اگر میل پھول گیا ہو تو وہ بہ جائے۔

۶۔ پھر ہاتھ گیلے کر کے سر پہ پھیرے جائیں تاکہ بالوں پر سے بھی گرد نکل

جائے۔ اور سر ٹھنڈا ہو جائے۔ کانوں کے اندر انگلی اور باہر انگوٹھا پھیر کر صاف کریں اور گردن پر بھی گیلا ہاتھ پھیر کر اس کو بھی صاف کریں

۷۔ اس کے بعد دونوں پیر اچھی طرح ٹخنوں تک دھوئیں۔ پیروں کی انگلیوں کے درمیان سے بھی میل نکال دیں اور اوپر سے پانی بہائیں۔ پہلے سیدھا پیر پھر اُلٹا پیر دھوئیں۔

سوال۔ وضو میں کیا کیا بات ضروری ہے۔

جواب۔ ۱۔ منہ دھونا

۲۔ انگلیوں سے لے کر کہنی تک ہاتھ دھونا۔

۳۔ چوتھائی سر پر گیلے ہاتھ پھیرنا۔

۴۔ دونوں پیر ٹخنوں تک دھونا۔

یہ چاروں باتیں قرآن پاک کی رُو سے ضروری ہیں لیکن اس طرح وضو کرنا چاہیئے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ رسول اللہؐ اسی طرح کیا کرتے تھے یہ خیال مانا ہوا ہے۔

سوال۔ کیا ایک وقت وضو کر کے دوسرے وقت کی نماز بھی اسی وضو سے پڑھ سکتے ہیں۔

جواب۔ اگر وضو ٹوٹا نہیں تو پڑھ سکتے ہیں لیکن وضو۔ پاخانہ۔ پیشاب کرنے سے یا ریاح خارج ہو جانے سے۔ جسم سے خون بہنے سے۔ سو جانے سے

ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر وضو کرے۔ ورنہ ظہر کے وقت سے مغرب تک کی نماز اکثر لوگ ایک ہی وضو سے پڑھ لیتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وضو طبیعت اور جسم کی صفائی کے واسطے ہے اور اگر کوئی بات مانع نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ ہر دفعہ تازہ وضو کیا جائے۔

سوال۔ اگر نماز کا وقت آگیا اور پانی نہ ملے یا انسان بیمار یا مجبور ہے تو کیا کرے۔

جواب۔ ایسی حالت میں تیمّم کیا جاتا ہے وہ اس طرح ہوتا ہے

۱۔ نیت کرے کہ میں بجائے وضو کے تیمم واسطے پاکی کے کرتا ہوں۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں خشک صاف اور پاک مٹی پر مار کر دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔

۳۔ پھر دوبارہ اسی طرح ہاتھ مار کر ایک ہاتھ دوسرے پر انگلیوں سے کہنی تک پھیرے۔

سوال۔ وضو کے بعد نماز کیسے پڑھی جاتی ہے۔

جواب۔ یا تو جماعت کے ساتھ یا تنہا۔

سوال۔ کیا نماز میں رکعتیں ہوتی ہیں۔

جواب۔ ہاں۔ ہر نماز میں رکعتیں ہوتی ہیں۔

سوال۔ رکعت کیا ہوتی ہے۔

جواب۔ پہلے کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھا جائے۔ پھر رکوع میں جا کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کریں۔ پھر کھڑے ہو جاویں۔ پھر سجدہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کریں۔ پھر بیٹھ کر چھوٹی سی دعا مانگیں۔ پھر سجدہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کریں۔ پھر اٹھیں۔ یہ ایک رکعت ہوئی۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ آگے بتایا جائے گا۔

سوال۔ کیا نماز میں کچھ رکعتیں فرض۔ کچھ سنّت۔ کچھ وتر۔ کچھ نفل ہوتی ہیں۔ اور ان میں کیا فرق ہے۔

جواب۔ فرض وہ رکعتیں ہیں جن کے پڑھنے کا حکم خدا کی طرف سے ہے۔ اس لیے ان کا پڑھنا لازمی ہے۔ سُنّت وہ کام ہے جو رسول اللہؐ کیا کرتے تھے اور ان کو دیکھ کر مسلمان بھی کرتے ہیں۔ جو رکعت سنّت ہیں۔ ان میں بعض مُوَکّدہ ہیں یعنی جن کے پڑھنے کی تاکید اس وجہ سے کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ ان کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ کچھ سنت غیر مُؤکّدہ ہیں یعنی ان کے پڑھنے کی تاکید اس لیئے نہیں کی گئی چونکہ رسول اللہؐ ان کو کبھی پڑھتے تھے اور کبھی نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اختیار ہے۔ چاہے پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ وتر اس عدد کو کہتے ہیں جو طاق ہو۔ اور جوڑ نہ ہو۔ جیسے ۱۔ ۳۔ ۵۔ ۷ وغیرہ (قرآن پاک میں سورۂ فجر میں ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ قسم ہے جفت کی اور طاق کی) چونکہ ان میں تین رکعت ہیں اس لئے ان کو

وتر کہتے ہیں۔ ان کا درجہ واجب یعنی ضروری ہے۔ اگرچہ خداوندی حکم ان کے پڑھنے کا نہیں ہے لیکن رسول اللہؐ کی ہدایت ہے۔ نفل اپنی خوشی سے زیادہ عبادت کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے واسطے پڑھے جاتے ہیں۔

سوال۔ فجر کی نمازمیں کے رکعت ہوتی ہیں۔

جواب۔ پہلے دو رکعت سُنّت موکدہ پڑھی جاتی ہیں۔ پھر دو رکعت فرض پڑھی جاتی ہیں۔

سوال۔ نماز ظہر میں کتنی اور کیا کیا رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔

جواب۔ پہلے چار رکعت سُنّت پڑھی جاتی ہیں۔ پھر چار رکعت فرض۔ ان کے بعد دو رکعت سُنّت اور ان کے بعد دو رکعت نفل۔

سوال۔ نماز عصر میں کس قدر رکعتیں ہیں۔

جواب۔ چار رکعت فرض ہیں اور کوئی سنّتِ موکدہ نہیں البتہ چار رکعت سنّتِ غیر مُؤکّدہ فرض سے پہلے جو چاہے پڑھے۔ عصر کے فرض اور مغرب کی نماز کے درمیان کوئی رکعت نماز نہیں پڑھی جاتی۔

سوال۔ نماز مغرب میں کتنی رکعتیں ہیں۔

جواب۔ پہلے تین رکعت فرض۔ پھر دو رکعت سُنّت۔

پھر دو رکعت نفل۔

سوال۔ عشاء کی نماز میں کتنی رکعت ہیں۔

جواب۔ پہلے چار رکعت سنّت۔ پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنّت۔ اس کے بعد تین رکعت وتر۔ اور بعد میں دو رکعت نفل۔

سوال۔ جماعت کے ساتھ کیا پڑھا جاتا ہے۔

جواب۔ جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کے فرض پڑھے جاتے ہیں سنّت و نفل و وتر علحدہ علحدہ پڑھتے ہیں لیکن رمضان کے مہینہ میں وتر بھی جماعت سے پڑھے جاتے ہیں اور تینوں میں الحمد و سورت بآوازِ بلند پڑھی جاتی ہے اور عشا کی نماز میں بیس نفل دو دو کر کے دس مرتبہ پڑھے جاتے ہیں ان کو تراویح کہتے ہیں۔ ان میں حافظ قرآن ایک سپارہ سے زیادہ روزانہ پڑھتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ اٹھائیس دن میں سارا قرآن ختم کر دے۔

سوال۔ جب تنہا نماز پڑھی جائے تو وہ کس طرح پڑھی جاتی ہے۔

جواب۔ ۱۔ پہلے قبلہ کی طرف کو جو مکّہ معظمہ میں ہے منہ کر کے کھڑے ہو۔ یہ پاکستان سے تقریباً مغرب کی سمت ہے۔

۲۔ پھر دل میں یہ کہا جائے کہ میں نیّت کرتا ہوں واسطے چار رکعت سنّت

واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا قبلہ کی طرف۔ (اگر بجائے چار رکعت سنت کے دو رکعت سنت ہوں یا تین وتر ہوں، یا دو نفل ہوں یا جس قدر فرض ہوں تو ان کی نیت کرے)

۳۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں ہاتھ کان کی لو تک اٹھائے۔

۴۔ پھر دونوں ہاتھ پیٹ پر ناف کے نیچے ایک دوسرے سے پکڑ لے الٹا ہاتھ نیچے رہے اور سیدھا اس کے اوپر (شیعہ ہاتھ نہیں باندھتے لٹکا دیتے ہیں)

۵۔ پھر آہستہ زبان سے کہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ

بڑائی اور پاکی ہو تجھ کو اے اللہ! اور تمام تعریف تجھ کو ہو اور مبارک ہے

اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

تیرا نام اور بلند ہے مرتبہ تیرا۔ اور تیرے سوا کوئی نہیں جس کی عبادت کی جائے

۶۔ پھر پڑھے:-

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی بہکانے والے شیطان سے جو راندہ درگاہ ہے

۷۔ پھر کہے:- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان رحم والا ہے

۸۔ اس کے بعد آہستہ زبان سے جسے دوسرے نہ سنیں الحمد شریف، پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ

سب تعریف اللہ کو ہے جو سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے جو بڑا مہربان

الرَّحِيْمِ ۙ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ

اور بڑے رحم والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے ہم صرف تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا

عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں دکھا ہم کو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

راستہ سیدھا جو راستہ دکھایا تو نے ان کو جن پر تیری

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

نعمتیں ہوئیں اس راستے پہ نہ چلا جس پہ چلنے والوں پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ تھے

پھر آہستہ زبان سے کہو آمین۔ یعنی ایسا ہی ہو۔

۹۔ اس کے بعد قرآن شریف کی ایک چھوٹی سورت یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی چھوٹی آیتیں پڑھو جن کے معنی تم کو یاد ہوں تاکہ تم سمجھو کہ تم خدا کے سامنے کیا کہہ رہے ہو۔ ورنہ بغیر معنے جانے ہوئے پڑھنے سے تم نہ سمجھو گے کہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر کیا کہہ رہے ہو۔ الحمد شریف

کے معنے بھی تم کو اچھی طرح معلوم ہونے چاہئیں۔

۱۰ - اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جاؤ اور دونوں گھٹنوں کو مضبوط پکڑو۔ ٹانگوں میں خم نہ آنے دو اور آہستہ آہستہ تین دفعہ کہو

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ

کس قدر بڑی شان والا ہے میرا رب جو بہت بڑا ہے

(رب پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو کہتے ہیں)

۱۱ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

سُنا اس کو اللہ نے جس نے کی اس کی تعریف

کہہ کر کھڑے ہو جاؤ اور پڑھو

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا

اے ہمارے رب تجھکو ہے تعریف۔ تعریف بہت سی پاک

مُبَارَكًا فِيْهِ ط

اور برکت ہے اس میں

۱۲ - پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ زمین پر اس طرح کرو کہ تمہارا ماتھا زمین پر لگ جائے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں زمین پر تمہارے کانوں کے برابر لگی ہوں۔ مگر ہاتھوں کی کہنیاں

زمین پر نہ لگیں۔ تمہارے گھٹنے اور پیر کے پنجے زمین پر لگے ہوں۔
اور آہستہ آہستہ تین دفعہ کہو

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى

کس قدر بڑی شان والا ہے میرا رب جو بہت بلند مرتبہ والا ہے

۱۳ - پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اس طرح بیٹھو کہ بایاں پیر بچھا رہے اور دائیں پیر کے پنجہ کی انگلیاں زمین پر مڑ جائیں اور ایڑی اوپر رہے اور یہ پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ

اے اللہ مجھ کو معاف کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھ کو رزق دے اور میرا نقصان پورا کر

۱۴ - اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جاؤ اور وہی پڑھو جو پہلے پڑھا تھا۔

۱۵ - اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ ایک رکعت ہو گئی۔

سوال - دوسری رکعت کیسے پڑھی جاتی ہے۔

جواب - دوسری رکعت میں یا تیسری و چوتھی رکعت میں سبحانک اللھم اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ نہیں پڑھا جاتا۔ اگر تم نے صرف دو رکعت کی نیت کی ہے تو دوسری رکعت ویسی ہی پڑھی جائے گی جیسے پہلی رکعت

سوائے سُبحانک اللّٰھم اور اعوذ اور بسم اللّٰہ کے۔ اور دوسری رکعت کے آخر میں التحیات پڑھی جاویگی لیکن اگر چار رکعت کی نیت باندھی ہے، تو تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ یا آیت نہیں پڑھی جاتی لیکن اگر تین رکعت کی نیت باندھی ہے۔ تو الحمد شریف کے بعد ویسے ہی قرآن پڑھو جیسا پہلی رکعت میں پڑھا تھا۔ اسی طرح رکوع اور اسی طرح دونوں سجدہ ہوں گے لیکن دوسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ کر یہہ پڑھا جائے گا۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ

تمام فرمانبرداری واسطے اللہ کے ہے اور تمام عبادت اسکے واسطے ہے اور تمام پاکیزگی اسکے واسطے ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

سلامتی ہو تم پر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور اس کی ساری برکتیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔

سلامتی ہو ہم سب پر اور اوپر اللہ کی عبادت کرنے والے نیک بندوں کے ہو

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی نہیں معبود سوائے اللہ کے، اور گواہی دیتا ہوں کہ

مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں

اب اگر تمہاری نیت صرف دو رکعت کی تھی تو اس کے بعد یہ درود پڑھے جائیں گے :-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ بھیج اپنی نعمتیں اوپر محمدؐ کے اور اوپر آل محمدؐ کے

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ

جیسا کہ بھیجیں نعمتیں اپنی تو نے اوپر ابراہیم کے اور اوپر آل

اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ابراہیم کے بے شک تو ہے تمام تعریفوں کے قابل بڑی شان والا

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ بھیج برکتیں اوپر محمدؐ کے اور اوپر آل محمدؐ کے

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ

جیسی بھیجیں تو نے برکتیں اوپر ابراہیم کے اور اوپر آل

اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ابراہیم کے۔ بے شک تو ہے تمام تعریفوں کے قابل بڑی شان والا

اس کے بعد یہ دعا مانگو :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا

اے اللہ میں نے ناانصافی کی ہے اپنے اوپر بہت بڑی ناانصافی یعنی گناہ

وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ

کوئی معافی نہیں دے سکتا گناہوں کی سوائے تیرے لہٰذا مجھکو معافی دے

مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ

وہ معافی جو تجھ ہی سے مل سکتی ہے اور مجھ پر رحم کر بے شک

اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

تو ہے بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم والا

اس کے بعد اپنی دائیں طرف منہ موڑ کر کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ

سلامتی تم پر اور رحمت اللہ کی

پھر بائیں طرف منہ موڑ کر اسی طرح کہو (اس کو سلام پھیرنا کہتے ہیں) پھیر کر اور دُعا مانگنی ہو تو وہ اللہ سے مانگو۔ اگر تمہاری نیت چار رکعت کی تھی تو دوسری رکعت میں التحیات پڑھ کر اور درود پڑھنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ اور تیسری رکعت مثل پہلی رکعت کے پڑھو لیکن الحمد سے پہلے بھی کچھ نہیں پڑھا جاتا اور الحمد شریف کے بعد بھی قرآن کی سورۃ فرضوں میں نہیں پڑھی جاتی۔ مگر سنتوں میں پڑھی جاتی ہے، چوتھی رکعت میں بھی الحمد شریف سے پہلے اور بعد میں نہیں پڑھا جاتا لیکن التحیات کے بعد دونوں درود اور دُعا پڑھ کر سلام اُسی طرح پھیرا جاتا ہے، جیسے

اوپر بیان ہوا۔

اگر تین رکعت کی نیت تھی تو بھی دوسری رکعت میں التحیات کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ اور تیسری رکعت ویسے ہی پڑھو جیسے دوسری لیکن سجدوں کے بعد التحیات اور درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دو۔ جب تین رکعت کی نیت ہے تو تیسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد قرآن پاک کی سورت یا آیت پڑھی جاتی ہے۔

سوال ۔ جماعت کے ساتھ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے۔

جواب ۔ روزانہ کی نمازیں اور جمعہ کی نمازیں صرف فرض جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ جب نماز پڑھیں تو سب نمازی برابر برابر بغیر درمیان میں جگہ چھوڑے قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کو ایک لائن یا ایک صف کہتے ہیں۔ اگر نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو تو کئی صفیں کر لیتے ہیں لیکن ایک صف کے پیچھے دوسری صف اس قدر فاصلہ پر ہونی چاہیئے کہ پچھلی صف والے آسانی سے سجدہ کر سکیں۔ صف بالکل سیدھی ہونی چاہیے جیسے کہ فوجی قواعد میں سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ یہ نمازی اپنے میں سے ایسے شخص کو امام بنا لیتے ہیں جو مذہبی معاملہ میں سب سے زیادہ قابل ہو اور قرآن کے معنی سمجھتا ہو۔ یہ امام سب سے آگے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ

ایسی ہوتی ہے کہ سب سے اگلی صف کے بیچ کے آدمی کے سامنے ہو آدھے اہل صف کے دائیں طرف اور آدھے بائیں جانب ہوں۔ جو نمازی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کو مقتدی کہا جاتا ہے۔ امام زور سے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھتا ہے سب مقتدی بھی ہاتھ کانوں تک اٹھا کر نیت باندھتے ہیں۔ پھر سب آہستہ آہستہ کہ دوسرے نہ سنیں سبحانک اللھم۔ اعوذ باللہ۔ بسم اللہ پڑھتے ہیں اور امام دو رکعتوں میں علاوہ ظہر اور عصر کی نماز کے زور سے الحمد شریف اور قرآن پاک کی سورۃ یا آیت پڑھتا ہے۔ مقتدی چپ چاپ اس کا پڑھنا سنتے ہیں۔ جب رکوع یا سجدے میں جاتے ہیں تو امام زور سے اللہ اکبر کہتا ہے۔ جب رکوع سے اٹھتے ہیں تو امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہے اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ پڑھتے ہیں۔ اور سجدہ سے اُٹھتے وقت بھی امام زور سے اللہ اکبر کہتا ہے۔ امام کے ساتھ ساتھ سب نمازی رکوع اور سجدہ میں جاتے ہیں اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے ہیں۔ پھر جب امام سلام پھیرتا ہے تو سب مقتدی بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ بہت ہلکی آواز میں کہتے ہیں۔ یہ اپنے دائیں بائیں والے نمازیوں پر سلام ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ جس رکعت میں امام الحمد شریف زور سے نہ پڑھے مقتدی اس میں بھی نہ پڑھیں اور چپ کھڑے رہیں۔ دوسروں کا خیال ہے

کہ مقتدی کو الحمد شریف دل میں پڑھنی چاہیئے۔ یہ آخری بات عقلیہ ہے
چونکہ اگر مقتدی نہ تو امام کو پڑھتے سُنے گا اور نہ خود پڑھے گا تو اس کے خیالات
منتشر ہو جائیں گے اور نماز کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

سوال۔ عشاء کی نماز میں جو وتر ہیں وہ کیسے پڑھے جاتے ہیں۔

جواب۔ وتر اسی طرح پڑھے جاتے ہیں جیسے مغرب کی تین رکعت لیکن ان
میں یہ اضافہ ہے کہ تیسری رکعت میں الحمد اور سورۃ کے بعد اللہ اکبر
کہہ کر ہاتھ اٹھا کر پھر ہاتھ پیٹ پر باندھو اور یہ دعا جس کو دعائے قنوت
کہتے ہیں پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ

اے اللہ ہم مانگتے ہیں تیری مدد اور تجھ ہی سے معافی مانگتے ہیں

وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ

اور ایمان رکھتے ہیں تجھ پر اور تجھ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری

عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ

تعریف کرتے ہیں بہتر طریقہ پر اور تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں اور تیرے احسان فراموش

وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ

نہیں ہیں اور علیحدہ کرتے ہیں اور جدا کرتے ہیں اُن کو جو تیری نافرمانی کریں

اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ

اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی

نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی

سے دعا مانگتے ہیں اور تجھ کو سجدہ کرتے ہیں اور تیرے پاس دوڑ کر آتے ہیں

وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی

اور اس میں تیزی کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں تیری رحمت کی اور ڈرتے ہیں

عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

تیرے عذاب سے یقیناً تیرا عذاب یعنی سزا کافروں کو پکڑ لے گا۔

سوال۔ وہ کون کام ہیں جن کو نماز پڑھتے ہیں کرنے سے نماز خارج اور غلط ہو جاتی ہے۔

جواب۔ اگر ان میں سے کوئی کام کیا جائے تو نماز خارج ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے :۔

۱ ۔ اگر نماز کے درمیان کسی اور شخص سے بات کی جائے۔

۲ ۔ اگر نماز پڑھتے ہیں کوئی چیز کھائی یا پی جائے

۳ ۔ اگر بجائے قبلہ کی طرف کے دوسری سمت کو منہ اور سینہ کر کے کھڑے ہوں۔

۴ ۔ جو باتیں نماز میں ضروری ہیں یعنی الحمد شریف اور دوسری آیت پڑھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، ان میں سے ایک بھی اگر رہ جائے تو

نماز نہیں ہوتی۔

۵ - نماز کے درمیان کوئی اور کام کرنے سے۔

۶ - نماز کے درمیان وضو خارج ہو جانے سے یعنی پاخانہ یا پیشاب خطا ہو جانا، یا ریح خارج ہونا۔

سوال - اگر کوئی معمولی سی غلطی نماز میں ہو جائے اور اس کو درست کر لیا جائے تو کیا پھر بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

جواب - نہیں معمولی سی غلطی سے نماز نہیں ٹوٹتی مگر سجدہ سہو کرنے سے ٹھیک ہو جاتی ہے۔

سوال - سجدہ سہو کیا اور کیسے ہوتا ہے۔

جواب - سہو کے معنی ہیں بھول جانا اور بھول میں کام غلط کرنا، یا کام نہ کرنا اس لئے اس کو سجدہ سہو کہتے ہیں کہ اس سے غلطی معاف ہو جاتی ہے یہ ایسے ہوتا ہے کہ آخری رکعت میں جب التحیات ختم ہو جائے تو درود پڑھنے سے پہلے سیدھی طرف کو سلام پھیر کر اور السلام علیکم ورحمت اللہ کہہ کر پھر منہ سیدھا کر لو اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جاؤ اور پھر بیٹھنے کے بعد دوسرا سجدہ حسب طریقہ کرو۔ پھر التحیات۔ درود اور دعا، پڑھ کر سلام پھیر دو۔

سوال - اگر آدمی ضعیف یا بیمار ہے تو کیا اس کو بھی کھڑے

ہو کر نماز پڑھنی چاہیئے ؟

جواب۔ اگر آدمی ضعیف ہے تو وہ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر بیمار ہے تو لیٹے لیٹے پڑھ سکتا ہے۔ اللہ تعالٰے سورۃ البقر کی آخری آیت میں فرماتا ہے کہ وہ کسی شخص پر اس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جتنا وہ اٹھانے کے قابل ہے۔

سوال۔ نمازِ جمعہ فرض ہے یا سنّت اور کتنی رکعت ہوتی ہیں۔

جواب۔ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی فرض ہے اس میں صرف دو رکعت ہوتی ہیں۔ اور دونوں میں الحمد شریف اور قرآن پاک کی سورت یا آیت امام زور سے پڑھتا ہے۔ نماز جمعہ سے قبل چار رکعت سنت جیسے روزانہ ظہر کے وقت ہوتی ہیں پڑھی جاتی ہیں لیکن روزانہ ظہر میں فرض کے بعد دو رکعت سنت ہوتی ہیں مگر جمعہ کے دن فرض کے بعد بھی چار رکعت سنت پڑھی جاتی ہیں۔ اس طرح یہ چار رکعت، چار فرض کی بجائے ہو جاتی ہیں جس سے تعداد رکعت تمام قسم کی ملا کر جمعہ کے دن کی روزانہ کی ظہر کی تعداد سے دو زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ چار سنت کے بعد پھر دو سنت اور دو نفل بھی پڑھے جاتے ہیں۔

سوال۔ جمعہ کی نماز میں اور کیا ضروری ہے۔

جواب۔ دو فرض کے علاوہ خطبہ بھی ضروری ہے جو امام نماز سے پہلے پڑھتا ہے۔ خطبے کے دو حصے ہوتے ہیں پہلے حصہ میں امام اللہ تعالٰے کی

عظمت بیان کرتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ اس کے بعد امام ذرا سی دیر کے واسطے منبر پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر دوسرا حصہ پڑھتا ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ چاروں خلفائے راشدین۔ حضرت فاطمہ۔ حضرات امام حسن و امام حسین۔ تمام اصحاب اور جملہ بزرگان دین پر سلام بھیجا جاتا چونکہ رسول اللہ جب جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے تو نماز سے قبل مسلمانوں کو مخاطب کر کے جو ضروری سمجھتے تھے فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اس کو خطبہ کہتے ہیں۔ اب چونکہ امام مسجدوں میں اکثر اس قابلیت کے نہیں ہوتے کہ وہ اپنی طرف سے مسلمانوں سے کوئی بات ایسی کہیں جو سارے مسلمانوں کے لئے ضروری ہو اس لئے لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں

سوال۔ کیا جماعت سے نماز ہونے سے پہلے کوئی پکار دی جاتی ہے اس کو کیا کہتے ہیں۔

جواب۔ روزانہ جماعت سے نماز پڑھنے سے قبل پانچوں وقت زور سے پکار دی جاتی ہے کہ نماز میں شریک ہو۔ اس پکار کو **اذان** کہتے ہیں۔ اور اذان دینے والے کو **مؤذن** کہتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے وقت ایک اذان تو ظہر کے وقت کی ہوتی ہے لیکن دوسری اذان اس وقت اور دی جاتی ہے جس وقت امام منبر پر جا کر بیٹھے۔

سوال۔ اذان میں کیا کہا جاتا ہے۔

جواب - چار دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اللہ بہت بڑا ہے

کہا جاتا ہے۔ پھر دو دفعہ

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط

میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں

پھر دو دفعہ

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر دو دفعہ دائیں طرف کو منہ کر کے

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ط

دوڑو تم نماز کی طرف

کہا جاتا ہے۔ پھر دو دفعہ بائیں طرف منہ کر کے

حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ط

دوڑو تم فلاح کی طرف

کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ اور پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یہ اذان ہوتی جس وقت تک موذن یہ پکارتے وہ کانوں پر ہاتھ رکھے رہتا ہے۔

صبح کی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعد دو دفعہ

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

نماز بہتر ہے سونے سے

کہا جاتا ہے۔

عیدین کی نمازوں سے اور جنازہ کی نماز سے قبل اذان نہیں کہی جاتی۔
حالانکہ یہ جماعت سے پڑھی جاتی ہیں۔

سوال۔ اذان اقامت کیا ہوتی ہے اور کس وقت کہی جاتی ہے۔

جواب۔ جب جماعت نماز کے واسطے کھڑی ہو جائے تو نماز سے قبل پانچوں وقت اور جمعہ کے دن اذان کہی جاتی ہے لیکن اس میں حیّ علی الفلاح کے بعد دو دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ

کھڑے ہو جاؤ نماز کے واسطے

سوال۔ اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے اور اکیلا پڑھے۔ تو کیا اس حالت میں بھی دو فرض پڑھے گا۔

جواب۔ اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے تو وہ ظہر کی نماز معمولی طریقہ پر پڑھے گا جس میں چار رکعت فرض ہیں۔

سوال۔ کیا کسی حالت میں فرض کی رکعتوں میں کچھ کمی کر دی جاتی ہے۔

جواب۔ اگر اڑتالیس میل سے زیادہ لمبے سفر پر جاؤ تو راستہ میں

بجائے چار رکعت فرض کے صرف دو رکعت پڑھو۔ یعنی ظہر۔ عصر اور عشاء کی نمازیں صرف دو رکعت فرض پڑھے جاتے ہیں اور صبح و مغرب کی نماز کے فرض بدستور پڑھے جاتے ہیں۔ اس کمی نماز کو قصر کہتے ہیں اب سواری اور سفر میں بہت سہولتیں ہو گئی ہیں لیکن پھر بھی بعض اوقات ریلوے اسٹیشن پر یا ایروپلین میں یا موٹر روک کر سڑک پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں قصر پڑھنی چاہیئے۔

باب سوئم

سوال۔ پانچوں وقت نماز میں قرآن کی کون سی سورۃ پڑھنا ضروری ہے۔

جواب۔ نماز کی ہر رکعت میں معہ نماز جمعہ و نماز عیدین الحمد شریف پڑھنا لازمی ہے۔ بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔

سوال۔ کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی قرآن کا جزو ہے۔

جواب۔ ہاں۔ جو پہلی مرتبہ بسم اللہ قرآن میں ہے۔ وہ قرآن کا جزو ہے۔ اور یہی مانا گیا ہے۔ پھر ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ تبرکاً لکھی گئی ہے۔ اس لیئے ہر نماز کی پہلی رکعت میں الحمد شریف سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔

سوال۔ الحمد شریف کو کیوں ضروری قرار دیا ہے

جواب۔ الحمد شریف میں سات آیتیں ہیں اور اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں ان سات آیتوں کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں فرمایا ہے۔ اسی سورۃ میں اسلامی تعلیم کا مختصر لفظوں میں سبق ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔ یعنی :۔

۱۔ وہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔

۲۔ اور اپنی رحمت سے وہ وہ چیزیں دی ہیں جن کے واسطے انسان نے کوئی کام نہیں کیا۔

۳۔ اور اپنے رحم سے بہت نفع پہنچاتا ہے جس کے بغیر انسان کی زندگی مشکل ہے اور وہ انسان کی پرورش کے لیئے ضروری ہیں۔ جیسے ایک دانہ کے عوض سَو دانے، اور ایک گٹھلی کے عوض ایک درخت جس سے بے شمار پھل نکلتے ہیں دیتا ہے۔

۴۔ اور وہی مار ڈالتا ہے اور دوبارہ زندہ کرے گا اور اس زندگی اور اس زندگی کے اعمال کا حساب لے گا۔ اس خدا کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تعریف کی جاتی ہے یعنی الحمدللہ کہا جاتا ہے۔ اور اسی خدا سے کہا جاتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں یعنی نہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں اور نہ کسی اور سے کوئی مدد چاہتے ہیں۔ تو ہم کو اس ٹھیک راستہ پر چلا جس پر چلنے والوں پر تو نے نعمتیں عطا کیں یعنی ہم وہ ایمانداری کی زندگی بسر کریں جیسی ان لوگوں نے کی تھی جن پر تو مہربان ہوا۔ اور اس راستہ کی زندگی سے بچائے رکھنا جس پر چلنے والوں پر تیرا غضب نازل ہوا، یا جو گمراہ تھے۔

اس سے بہتر دُعا ملنا ناممکن ہے، یہ دنیا نے مان لیا ہے۔

سوال۔ اس کے پڑھنے سے انسان پر کیا اثر ہوتا ہے۔

جواب۔ جب ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم کو پیدا کرنے والا ہی ہم کو پالتا ہے اور وہی ہم کو مار کر پھر زندہ کرے گا۔ اور اسی کے ہاتھ میں سب قدرت ہے۔ اور وہ ہمارے سب کام دیکھتا ہے۔ اس سے ہم کوئی بات چھپا نہیں سکتے۔ اور ہم اس سے وعدہ کرتے ہیں کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی سے کوئی مدد مانگتے ہیں تو ہم میں **خودداری** پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہم کسی انسان سے خواہ وہ زندہ ہو یا مرا ہوا ہو یا اور کسی قوت سے مدد مانگنا **معیوب** سمجھنے لگتے ہیں اور ہم اپنے آپ کو ایسا بناتے ہیں کہ خود ہم میں خوبیاں پیدا ہو جائیں اور کسی کے **دست نگر نہ ہوں** بلکہ خود اپنی خوبیوں اور تعلیم کے ذریعہ اپنی روزی کمائیں۔ **محنت کریں۔ کاہل نہ ہوں۔ وقت کو ضائع نہ کریں۔** اور اچھے **کام** کریں جس سے خدا خوشش ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے دنیا بھی ہم سے خوش ہو گی اور ہم کسی کی ناجائز دھمکی سے ڈریں گے نہیں۔ اگر ہم ان لوگوں کے سے بُرے کام کریں گے جن سے خدا ناخوش ہوا۔ تو ساری دنیا ہم کو بُرا کہے گی اور ہم ذلیل ہوں گے۔ برخلاف اس کے اچھے کاموں سے دنیا خوش ہو گی، ہماری عزت ہو گی۔ ہماری کمائی نیک ہو گی۔ تو ہمارا **دل** بھی اندر سے خوش رہے گا اور ہمارا **سر اونچا** ہو گا۔ دغا سے پیدا کرنے والے کا دل کبھی خوش نہیں رہتا۔ ہمیشہ اس کے دل میں دھک دھکا رہتا ہے۔ ساری دنیا اس کو ذلیل سمجھتی ہے اور وہ اپنے

ذلیل کاموں کو چھپاتا ہے۔ ایمان دار اپنا کام کھلم کھلا کرتا ہے۔ جن کاموں سے دوسروں کو تکلیف پہنچے یا جو فطرت کے خلاف ہیں ان سے خدا ناخوش ہوتا ہے اگر کوئی اپنے جسم کے کسی حصہ سے وہ کام لے جو منع ہے۔ تو دنیا ہی میں سزا مل جاتی ہے۔ اگر آنکھ سے زیادہ کام لے تو اندھا ہو جاتا ہے۔ اگر پیٹ میں زیادہ بھر لے تو بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اگر ہاتھ یا پیر یا جسم کے کسی اور حصہ سے وہ کام لے جس کے لئے خدا نے اُن کو نہیں بنایا، تو وہ خراب ہو جائے گا۔ یہ سب وہ غلط راستے ہیں جن پر چلنے والوں پر غضب نازل ہو چکا ہے۔ بہت سی قومیں جن میں بُرائیاں پیدا ہو چکی تھیں اُن کو خدا نے غارت کر دیا۔ کہاں ہے فرعون۔ کہاں ہے نمرود۔ کہاں ہیں قوم عاد و ثمود۔ کہاں ہے قومِ لوط۔ کہاں ہے زار روس۔ کہاں ہے ہٹلر جرمن۔ یہ سب تباہ ہو گئے۔ باوجود بڑی طاقت کا زعم رکھنے کے جس وقت خدا کا غضب نازل ہوا یہ اور ان کی سینہ زوری ایک دم ختم ہو گئی۔ خدا کی نعمتیں رسول اللہ پر نازل ہوئیں جو یتیمی سے بادشاہت پر پہنچے۔ بادشاہت وہ بادشاہت کہ ہر شخص اُن کا مطیع اور فرمانبردار بن گیا۔ اور ان کے بعد سے کروڑوں آدمی ان کی بدولت ایمان لائے ہوئے ہیں اور اپنی جان اُن پر قربان کرنے کو تیار رہیں۔ پچاس کروڑ مسلمان جو اس وقت دنیا میں موجود ہیں اُن کے نام پر لڑنے کو تیار ہیں جو لوگ اس سورت کو سمجھ کر نماز میں پڑھتے ہیں وہ ہمیشہ بُرے کاموں سے بچتے رہتے

ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ یہ انسان کو شیطانی کاموں سے روکتی ہے۔ اور بہترین نمونہ انسانیت کا بنا دیتی ہے۔ اسی لئے مسلمان دوسری قوموں کے واسطے بہترین نمونہ ہو جاتا ہے جس کی خوبیوں کو دیکھ کر دوسری قومیں سب مسلمانوں کا ادب کرتی ہیں اور اُن سے سبق حاصل کرتی ہیں۔ اس سورت کو بار بار سمجھ کر پڑھنے سے آدمی میں خداوندی صفات کا پورا اثر ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں وہ نہ صرف تمام مسلمانوں کو دنیا کی نگاہ میں ذلیل کرتے ہیں۔ بلکہ اسلامی برادری کے لئے نہایت مخدوش ہوتے ہیں۔

سوال۔ اگر مسلمان نماز کو سمجھ کر پڑھیں تو کن کن کاموں سے بچتے ہیں۔

جواب۔ اگر کوئی شخص معنی سمجھ کر نماز پانچوں وقت پڑھے تو وہ کوئی گناہ کا کام نہ کرے گا۔ چونکہ وہ یہ سمجھے گا کہ اگلے وقت نماز میں خدا کے سامنے کس منہ سے کھڑا ہوں گا جس سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ اُن لوگوں کی راہ سے بچانا جن پر تیرا غضب نازل ہوا یعنی جو گنہگار ہیں۔ اور یہ کام خاصکر نہ کریگا:۔

۱۔ جھوٹ نہ بولے گا۔ (۲) کسی کی چغلی نہ کھائے گا۔

۳۔ چوری نہ کرے گا۔ ۴۔ دغابازی نہ کرے گا

۵۔ ڈاکہ نہ ڈالے گا۔ ۶۔ جوا نہ کھیلے گا۔

۷۔ شراب نہ پیئے گا۔ ۸۔ نہ مرد فحش و بے حیائی کا کام کرے گا اور نہ عورت کرے گی۔

۹۔ نہ بلیک مارکٹ کرے گا، نہ بلیک مارکٹ سے کوئی چیز خریدیگا۔

۱۰۔ نہ کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی شے ملا کر بیچے گا۔ اور اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھے گا تو اُس کو پکڑوا دے گا۔

۱۱۔ کسی کی جیب نہ کترے گا اور اگر کترتے دیکھے گا تو اُس کو پکڑوا دیگا۔

۱۲۔ کسی عورت کو نہ چھیڑے گا۔ اور نہ کوئی بے حیائی کی بات کرے گا اگر کسی شخص کو کسی عورت کو چھیڑتا یا فحش بات عورت کے سامنے کہتے ہوئے سُنے گا تو فوراً عورت کی مدد کرے گا۔

۱۳۔ کسی اندھے یا اپاہج یا کمزور کو نہ ستائے گا بلکہ ان کی امداد کریگا۔

۱۴۔ کسی کا روپیہ نہ مارے گا۔

۱۵۔ کسی کا جائز مطالبہ نہ روکے گا۔

۱۶۔ کسی سے آگے بڑھ کر اس کا حق آگے ہونے کا نہ مارے گا۔

۱۷۔ خواہ مخواہ کسی سے نہ لڑیگا نہ جھگڑا کھڑا کرے گا۔

۱۸۔ کسی کو قتل نہ کرے گا اور نہ کسی کے جسم پر کوئی ضرب ماریگا۔

۱۹۔ نہ کسی پر ظلم کرے گا۔

۲۰۔ نہ حاکم کو یا پولیس کو رشوت دے گا۔

۲۱۔ نہ ملک سے باہر ناجائز طور پر مال بھیجے گا اور نہ ناجائز طور پر مال درآمد کرے گا۔

۲۲۔ نہ الیکشن میں اپنا ووٹ بیچے گا اور نہ غیر مستحق کی حمایت کرے گا۔
یہ سب شیطانی کام ہیں اور وہ شخص کرتا ہے جس پر شیطان کا پورا
اثر ہو جاتا ہے۔

سوال۔ نماز سمجھ کر پڑھنے سے کیا کیا اچھے کام کرنے کی عادت ہو جاتی ہے

جواب۔ جو شخص نماز سمجھ کر پڑھتا ہے وہ

۱۔ اپنے جسم اور کپڑوں کو صاف اور پاک رکھتا ہے۔

۲۔ اپنے ماں باپ اور استاد کی تابعداری کرتا ہے۔ چونکہ قرآن پاک
میں آیا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ خواہ تم کتنے ہی بڑے ہو جاؤ
ادب کے ساتھ پیش آؤ اور مہربانی کا برتاؤ کرو۔ اور کبھی کوئی لفظ سختی
سے اُن سے نہ بولو۔ جب قرآن پاک کی سورتیں نماز میں معنی سمجھ کر
آدمی پڑھتا ہے تو اُس کو خداوندی احکام معلوم ہو جاتے ہیں۔

۳۔ کسی غریب اور مظلوم کو دیکھو گے تو اس کی مدد کرو گے۔

۴۔ جو لوگ تم سے عمر میں یا علم میں زیادہ ہیں ان کی عزت کرو گے۔

۵۔ جو تم سے چھوٹے ہیں یا کمزور ہیں ان سے محبت سے پیش آؤ گے۔

۶۔ اسلام کی جو خوبیاں تم کو معلوم ہیں وہ دوسروں کو بتاؤ گے لیکن
اُن کے بتانے میں اس عمدگی اور سہولت کا اختیار کرو گے کہ اس کو
بُرا نہ لگے۔

۷۔ اسلام و مسلمانوں سے محبت کا جذبہ دل میں پیدا ہوگا۔

۸۔ ہر نیک کام کرنے کی خواہش پیدا ہوگی۔

۹۔ اپنے ملک سے محبت ہوگی اور اس کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہ کروگے اور کسی لالچ میں آن کر قومی یا ملکی مفاد کو ضائع نہ کروگے۔

۱۰۔ کسی غیر ملک والے کے جاسوس نہ بنوگے اور اس طرح اپنے ملک کو ذرا سے ذاتی لالچ کی وجہ سے تباہ و برباد نہ کروگے۔

۱۱۔ اپنی نیک اور محنت و ایمانداری کی تھوڑی کمائی پر قناعت کروگے اور خوش رہوگے اور بے ایمانی سے دولت حاصل کرنے کو بُرا سمجھوگے۔

۱۲۔ قانون پر خواہ وہ شریعت کا ہو خواہ قانون بنانے والی جماعت کا ہو خواہ کسی با اختیار شخص کا نافذ کیا ہوا ہو، اس کی پابندی کروگے۔ چونکہ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ کہ تابعداری کرو خدا کی اور اس کے رسول کی اور اس کی جو تم میں سے حاکم ہو۔

۱۳۔ اللہ سے ہر وقت ڈروگے جو تم کو ہر وقت دیکھتا ہے۔

باب چہارم

سوال۔ کیا روزانہ کی نماز اور جمعہ کی نماز کے سوا اور بھی نماز ہوتی ہیں ؟

جواب۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ جس کو بقر عید کہتے ہیں۔ یہ دو نمازیں ہر سال ہوتی ہیں۔ اور مُردہ کی نماز ہوتی ہے۔ جب کوئی مسلمان مر جائے تو اُس کو نہلا دھلا کر کفن پہنا کر دفن سے پہلے نماز پڑھی جاتی ہے۔

سوال۔ نماز عیدین کیسے ہوتی ہے کیا یہ بھی فرض ہے۔

جواب۔ عیدین کی نماز فرض نہیں ہے لیکن واجب ہے۔ چونکہ پیغمبر صاحب کی ہدایت ہے۔ دونوں عیدوں میں نماز ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہے صرف خطبہ میں فرق ہے۔ یہ نماز امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس میں صرف دو رکعت ہوتی ہیں اور اس طرح پڑھی جاتی ہے۔ کہ سب نمازی کعبہ کی طرف مُنہ کر کے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور دو رکعت نماز واجب اور چھ زائد تکبیروں کی نیت کرتے ہیں پھر امام زور سے اللہ اکبر کہتا ہے تو سب کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھا کر پیٹ پر ناف کے نیچے باندھ لیتے ہیں، اور سبحانک اللّٰھم و اعوذ باللہ آہستہ زبان سے پڑھا جاتا ہے۔ پھر امام زور

سے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھاتا ہے اور نیچے کو چھوڑ دیتا ہے پھر تیسری مرتبہ بھی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھاتا ہے اور پھر پیٹ پر ناف کے نیچے باندھ لیتا ہے۔ اسی طرح جیسا جیسا امام نے کیا سب مقتدی کرتے ہیں لیکن اللہ اکبر زور سے نہیں کہتے۔ اس کے بعد امام بسم اللہ آہستہ سے پڑھ کر الحمد شریف زور سے پڑھتا ہے اور اس کے بعد قرآن پاک کی ایک چھوٹی سورت یا بڑی آیت پڑھتا ہے۔ پھر رکعت کو حسب معمول ختم کرتا ہے۔ دوسری رکعت کے لئے جب کھڑے ہوں تو ہاتھ پیٹ پر باندھ لئے جاتے ہیں اور امام الحمد شریف اور قرآن کی سورت یا آیت بآواز بلند پڑھتا ہے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے اور سب اٹھاتے ہیں پھر نیچے کو چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ پھر دو دفعہ اور ایسے ہی اللہ اکبر کہہ کر کیا جاتا ہے۔ چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے ہیں۔ بقیہ نماز حسب دستور پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد امام خطبہ پڑھتا ہے۔ عید الفطر میں رمضان کی خوبیاں اور صدقہ فطر بتاتا ہے اور بقر عید میں یہ بتاتا ہے کہ جانور کی قربانی کس طرح کی جائے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قصہ کہ کس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لے گئے، بیان کرتا ہے۔

سوال۔ بقر عید کی نماز اور قربانی سے کیا مطلب۔

جواب۔ بقر عید کی نماز حج کے اگلے دن پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے مسلمان ساری دنیا میں حج کے اگلے دن نماز بقر عید ادا کرتے ہیں۔ قربانی کی مصلحت کو رسول اللہ صلعم خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی سمجھنی چاہیئے۔ بغیر اس کی مصلحت سمجھے بعض مسلمان ایسے فعل کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو اسلام میں گناہِ عظیم ہے۔ جیسے کہ کراچی میں کچھ عرصہ ہوا کہ ایک احمق شخص نے اپنے بیٹے کو ثواب سمجھ کر ذبح کر ڈالا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ میں تمام دنیا میں انسانی قربانی کا رواج تھا اور کفّار اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے واسطے ان کی مورتی پر آدمی کی بھینٹ چڑھاتے تھے۔ اکثر دوسروں کے بچہ کو پکڑ کر اس کو ذبح کرتے تھے۔ اور خون مورتی پر چڑھاتے تھے۔ جیسا بعض جاہل اب بھی ہندوستان میں کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے لڑکے کو خدا کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اپنے خدائے واحد کو خوش کرنے کے واسطے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے لے گئے۔ لیکن جب ذبح کرنا چاہا تو وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ بس کر اے ابراہیم تم ہماری راہ میں اپنی سب سے پیاری چیز قربان کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے تمہاری قربانی قبول کی اور اس کی بجائے دوسری چیز قربانی کی بھیج دی۔ اور تمہاری نسل میں بھی قربانی ہوا کرے گی (یعنی بکرے کی جو اس وقت ذبح ہوا)

اس کی صاف صاف مصلحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے کفّار کی اس

وحشیانہ حرکت کو جو وہ انسان کو ذبح اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کی خاطر کیا کرتے تھے ممنوع قرار دے کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی معرفت جنھوں نے اپنے باپ دادا کا کفر کا مذہب چھوڑا تھا اور خدائے واحد کی پرستش اختیار کی تھی دنیا کو یہ بتا دیا کہ انسانی قربانی نہایت معیوب ہے، اور آیندہ ایسا قطعی نہ کیا جائے لیکن عرب میں زمانہ جاہلیت میں جب بت پرستی کا زور تھا۔ اور دنیا بھر کے بت پرست مکہ معظمہ میں جمع ہوتے تھے۔ اور اس گھر کو جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل (علیہما السلام) نے مل کر خدا کی عبادت کے واسطے بنایا تھا اس کو سب سے بڑے بت کدہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس وقت خود حضرت اسمٰعیل ع کی اولاد میں انسانی قربانی رائج ہو گئی تھی۔ اس سنگین گناہ سے بچانے کے واسطے رسول اللہ ؐ نے یہ ضروری سمجھا کہ مسلمانوں کو علے العموم اور عربوں کو بالخصوص جو حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل (علیہما السلام) کی اولاد میں اور ان کی معرفت آئی ہوئی خداوندی ہدایت کو بھول گئے تھے کہ انسانی قربانی ناجائز اور گناہ ہے۔ ہر سال یاد دلایا جائے تاکہ آیندہ وہ اس غلطی کو دوسری قوموں کو دیکھ کر پھر نہ کرنے لگیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ کا بڑا احسان دنیا پر ہے۔ کہ ان کی معرفت خدا نے اس مذموم حرکت کو دنیا میں پہلی مرتبہ روکا اور رسول خدا کا احسان ہے کہ ان کی امّت کی وجہ سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں وحدانیت کا سبق پہنچا اور انسانی قربانی ممنوع ہوئی لیکن ساتھ ہی رسول اللہ صؐ نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ مسلمان ہر بڑے سے بڑی

قربانی اللہ کی راہ میں کرنے کو تیار رہیں۔ یعنی ذبیحہ انسان کا تو ممنوع ہے مگر جہاد میں اپنے بچوں کو بھیجنے کے لئے تیار رہو۔ جہاد میں اللہ کے نام پر اپنی اور اپنی اولاد کی جان دینے سے گریز نہ کرو۔ خوشی سے اپنے بیٹوں کو جہاد میں بھیجو۔ جو شخص اپنی اور اپنی اولاد کی جان کو اللہ کی راہ میں دینے کو تیار ہو گا وہ مال کی کیا پرواہ کرے گا۔ وہ اپنا مال بھی اللہ کی راہ میں صرف کر دے گا۔

جہاد صرف لڑائی میں لڑنا ہی نہیں ہوتا بلکہ جب تم اپنے ملک میں ایسے غریب یتیم۔ بیوہ۔ نابینا۔ معذور مسلمان دیکھو جن کے پاس کھانے کو نہیں، یا کپڑے نہیں یا تعلیم کے واسطے روپیہ نہیں تو تم اپنے دل پر جہاد کر کے اپنا روپیہ اللہ کے واسطے ان اللہ کے بندوں کی امداد پر خرچ کرو اور ان کی ضرورتیں پوری کرو یہ بھی جہاد ہے۔

اپنے عیش پر جہاد کر کے نماز وقت پر پڑھو اور روزہ رکھو اور مذہب کی بابت جو تم جانتے ہو وہ اُن کو سکھاؤ جو نہیں جانتے۔ یہ بھی جہاد ہے۔

اشاعت اسلام پر خرچ کرو۔ مسجدیں بناؤ۔ یتیموں کی پرورش کرو۔ مظلوم کو ظلم سے بچاؤ۔ یہ بھی جہاد ہے۔

یہ کام دکھاوٹ کی خاطر یا حکام کو خوش کرنے کے لیئے یا ٹیکس سے بچنے کی خاطر نہ کیئے جائیں۔ بلکہ اس اللہ کا شکریہ ادا کرنے کی خاطر کیئے جائیں جس نے تمہیں دوسروں سے زیادہ دولت دی اور تم کو اس قابل کیا کہ تم دوسروں کی مدد کر سکو۔

اس اللہ میں یہ بھی طاقت ہے کہ تم کو امیر سے غریب کر دے۔ تمہاری صحت کی بجائے تمہیں بیماری دیدے۔ لہذا تم اُس کے احسان کا شکریہ اس طرح ادا کر سکتے ہو کہ اس کے غریب بندوں کی مدد کرو۔ تعلیم گاہوں پر خرچ کرو۔ یہ سب ایک قسم کی قربانی ہے۔ چونکہ اللہ کے نام پر ہے۔ یہ سب باتیں اس سے نکلتی ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے اُس بیٹے کو جو توریت کے لحاظ سے اسّی برس سے زیادہ کی عمر میں پیدا ہوئے تھے اللہ کے واسطے قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے ان دُور رس مصلحتوں کو سمجھ کر یہ سنّتِ ابراہیم جاری کی۔ خطبہ اس لئے ہوتا ہے کہ مسلمان اصل سبق حاصل کریں نہ کہ ایک درد بھری کہانی سنکر تھوڑی دیر رو دیں۔

سوال۔ مُردہ کی نماز کیسے ہوتی ہے۔

جواب ۔ مردہ کی نماز مرنے والے کو ثواب پہنچانے کے واسطے سب مسلمان جو جمع ہو جائیں پڑھتے ہیں۔ یہ اصل میں مرنے والے کی مغفرت کی دُعا ہے جنازہ کو اس طرح رکھا جاتا ہے کہ سرہانہ شمال کی طرف ہو تاکہ میت کا منہ قبلہ کی طرف کو ہو۔ پھر میّت کے مشرق میں امام میّت کی طرف یعنی قبلہ کی منہہ کر کے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نو جس قدر بھی آدمی ہوں صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور یہ نیت کرتے ہیں۔

نیّت :۔ میں نیت کرتا ہوں چار تکبیر نماز جنازہ کی۔ سب تعریف اللہ کے واسطے اور اُس کی مہربانیاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔

اور واسطے دعاء مغفرت اس میت کے۔ میں اس امام کی امامت
اس نماز کے واسطے قبول کرتا ہوں۔ میرا منہ قبلہ کی طرف کو ہے۔
پھر اللہ اکبر کہہ کر سب نمازی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پیٹ پر ناف کے
نیچے باندھتے ہیں۔ اس کے بعد سب یہ پڑھتے ہیں۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ

بڑائی اور پاکی ہو تجھ کو اے اللہ اور تمام تعریف تیرے لئے ہے اور مبارک

اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ

ہے نام تیرا اور بلند ہے مرتبہ تیرا اور بڑی ہے تعریف تیری

وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ط

اور تیرے سوا کوئی نہیں جس کی عبادت کی جائے

اس کے بعد امام زور سے اللہ اکبر کہتا ہے اور نمازی دل میں کہتے ہیں
اور پھر امام اور سب نمازی وہ دونوں درود آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں جو نماز میں
التحیات کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد امام زور سے اللہ اکبر کہتا
ہے اور سب نمازی آہستہ آہستہ دعا پڑھتے ہیں۔ اگر مرنے والا بالغ ہے تو
یہ دُعا پڑھی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا

اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مُردوں کو اور جو حاضر ہیں

وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا

اور جو موجود نہیں اور جو چھوٹے ہیں یا بڑے ہیں اور جو مرد ہیں

وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ

اور عورتیں اے اللہ جس کو تو جان دیتا ہے اس کو زندگی دے

عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ

کہ اسلام پر قائم رہے اور جس کو مارتا ہے اس کو موت ایسی دے

عَلَى الْاِيْمَانِ

کہ ایمان کی حالت میں مرے

اگر مرنے والا بچہ لڑکا ہے تو بجائے اوپر کی دعا کے یہ پڑھیں :-

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا

اے اللہ بنا اس کو ہم سے پہلے آنے والا اور بنا اس کو ہمارے واسطے

اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا

انعام اور خزانہ اور بنا اس کو ہمارے واسطے شفاعت یعنی سفارش والا

وَّ مُشَفَّعًا ط

اور منظور کر اس کی شفاعت

اگر مرنے والا بچہ لڑکی ہے تو تینوں جگہ اَجْعَلْهُ کی بجائے اَجْعَلْهَا

پڑھا جاوے اور شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا کی بجائے شَافِعَةً وَّ

مُشَفَّعَۃً پڑھا جائے جس سے عورت بھی جائے یعنی شفاعت مانگنے والی

اس کے بعد امام اللہ اکبر کہتا اور سب سیدھی طرف کو منہ موڑ کر

کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ پھر دوسری طرف کو منہ موڑ کر یہی کہتے ہیں۔

سوال۔ کیا ان نمازوں کے علاوہ جو بیان ہوئی ہیں اور بھی نماز پڑھی جاتی ہے۔

جواب۔ ہاں۔ جو عابد وزاہد لوگ ہوتے ہیں وہ حسب ذیل نمازیں روزانہ علاوہ

پانچ وقت کی نماز کے پڑھتے ہیں۔

۱۔ اشراق کی نماز۔ یہ سورج پورا نکل آنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

اس میں دو یا چار نفل ہوتے ہیں لیکن دو دو رکعت نفل کی

نیت ہوتی ہے۔

۲۔ چاشت کی نماز۔ یہ اشراق کے بعد سے لے کر دوپہر سے پہلے پہلے

پڑھی جاتی ہے لیکن اس کا اصل وقت سورج نکلنے اور دوپہر کے درمیان ہے

یعنی قریب دس بجے صبح کے پڑھنی چاہیئے اس میں دو سے لیکر آٹھ

تک نفل پڑھے جاتے ہیں۔ دو دو رکعت کی نیت ہوتی ہے۔

۳۔ تہجد کی نماز۔ یہ رات کو کچھ دیر سو لینے کے بعد یعنی آدھی رات سے لیکر

صبح کی نماز سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اکثر عبادت گذار اشخاص رات کو

ساڑھے تین بجے پڑھتے ہیں اور پھر صبح کی نماز تک جاگتے ہیں۔ بعض

لوگ یہ نماز پڑھ کر پھر سو جاتے ہیں۔ یہ نماز رسول اللہ ؐ اور صحابہ کرام ؓ

ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اس لئے اس نماز کو سنت کا درجہ حاصل ہے
اسی نماز کا ذکر سورہ مزمل میں ہے۔ یہ ایسا خاموشی کا وقت ہوتا ہے کہ
اس وقت انسان اللہ سے دل لگا کر رجوع ہوتا ہے۔ اس میں چار
رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک پڑھی جاتی ہیں۔ نیت ایک دفعہ
میں دو دو یا چار چار رکعت کی کی جاتی ہے۔

اکثر اصحاب بجائے عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھنے کے تہجد کی نماز کے
ساتھ وتر پڑھتے ہیں۔

ان نمازوں کے علاوہ بعض اصحاب ہر وضو کے بعد دو رکعت
نفل پڑھتے ہیں۔

ان روزانہ نمازوں کے علاوہ یہ دو نمازیں جماعت کے ساتھ موقع پڑنے
پر بغیر اذان کے پڑھی جاتی ہیں :-

۱۔ بارش کے واسطے جب قحط کا ڈر ہو۔ دو رکعت نفل
۲۔ سورج اور چاند گرہن کے وقت۔۔ دو رکعت نفل

باب پنجم

سوال ۔ کیا تم کو چاروں قل کے معنی و مطلب معلوم ہے

جواب ۔ ہاں معلوم ہیں ۔

سوال ۔ اچھا ایک ایک کر کے سناؤ ۔

جواب ۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ

کہدو (اے پیغمبر) اے کافرو میں اس کی عبادت

مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَ

نہیں کرتا جس کی تم اور نہ تم اس کی عبادت کروگے جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور

لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

نہ میں اس کی عبادت کروں گا جس کی عبادت تم کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کروگے جس

مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

کی عبادت میں کرتا ہوں (لہذا) تم کو تمہارا دین اور مجھ کو میرا دین

سوال ۔ مطلب سمجھاؤ ۔

جواب ۔ جب کافر رسول اللہ ص کے سمجھانے پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور اپنے

بتوں کی تعریفیں کرتے تھے اس وقت یہ سورۂ نازل ہوئی تھی اور پیغمبر صاحب

سے خدا نے کہا تھا کہ تم کافروں سے کہدو کہ جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو، میں اُن کی پرستش ہرگز نہ کروں گا۔ اور میں جس اللہ واحد کی پرستش کرتا ہوں اُس کی پرستش کیلئے تم رضامند نہیں۔ لہذا تم اپنے مذہب پر خوش رہو اور میں اپنے پر۔ اس سورۃ سے اس الزام کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے جو کفار لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا۔ برخلاف اس کے اس سے اسلام کی رواداری ثابت ہوتی ہے، کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی تشدد نہ کیا جائے۔

سوال۔ اب دوسرا قل سُناؤ۔

جواب۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝

کہدو (اے پیغمبر) وہ اللہ ہے جو واحد یعنی ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے

لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ

نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس کی مثال کا

لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

کوئی نہیں وہ اپنا جیسا یکتا ہے

سوال۔ کیا مطلب۔

جواب۔ اس سورت میں خدا کو بتایا گیا ہے کہ وہ کیا ہے یعنی

۱۔ وہ ایک ہے

۲۔ وہ بے نیاز ہے یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور کسی چیز کی اس کو خواہش نہیں

اور نہ کسی کا دست نگر۔ وہ خود مختار ہے اور ہر قسم کی قوت اس میں ہے۔ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ لفظ صمد کا ترجمہ ایک لفظ میں نہیں ہو سکتا۔

۳۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے یہ عیسائیوں کے اُس عقیدہ کی تردید کرتا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ خدا کے بیٹے ہیں جن کو ہر قسم کی جسمانی خواہشات تھیں اور خدا خواہشات سے بالاتر ہے۔

۴۔ وہ یکتا ہے اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی۔ وہ تو خالق ہے یعنی پیدا کرنے والا ہے اور جملہ اشیاء جو کائنات میں ہیں وہ مخلوق ہیں۔ تو مخلوق سے کیسے خالق کی مثال دی جا سکتی ہے۔

یہ ان تمام خیالات کی تردید کرتا ہے جن میں خدا کا تخیل کسی شکل میں کیا جائے بعض لوگ خدا کو ایک روشنی کی شکل میں خیال کرتے ہیں بعض حدت سے تعبیر کرتے ہیں۔ آتش پرست یہ دونوں باتیں آگ یا سورج میں ہونے کی وجہ سے آگ کی شکل قرار دیتے ہیں بعض لوگ ایک بڑا سا طاقتور انسان جیسا ہو ویسا مانتے ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت کا بنایا۔ وغیرہ وغیرہ اس آیت سے ان تمام خیالات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ سورت قرآن پاک کی سورتوں میں بہت ہر دلعزیز ہے۔ چونکہ یہ نہایت مختصر اور جامع لفظوں میں خدا کو یعنی اس کی ذات کو بتاتی ہے۔ قرآن پاک کی اور سورتوں میں صفات بہت جگہ ہیں لیکن

خدا کی ذات کی بابت چھوٹی سی سورت نہایت معنی خیز ہے۔

سوال۔ تیسرا قل کیا ہے۔

جواب۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ

کہو (اے پیغمبر) میں پناہ مانگتا ہوں پیدا کرنے والے فلق کی ان برائیوں سے

مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ

جو دنیا میں موجود ہیں اور ان برائیوں سے جو رات کا اندھیرا ہو جانے سے ہوتی ہیں اور ان

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ

برائیوں سے جو (جادو) کرنے والیاں گرہ لگا کر ٹونہ کرتی ہیں اور ان برائیوں سے جو حاسد کے

اِذَا حَسَدَ ۝

حسد سے ہوتی ہیں

سوال۔ کیا مطلب۔ اس میں رب فلق سے کیوں امداد مانگی ہے رب العالمین سے کیوں نہیں مانگی۔

جواب۔ اللہ تعالےٰ رب العٰلمین یعنی کل جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے لیکن جہانوں میں جو چیزیں ہیں ان کا بھی پیدا کرنے والا وہی اللہ ہے۔ فلق کا یعنی اس وقت کا جبکہ صبح کی پو پھٹتی اور اندھیرا ہٹنا شروع ہو۔ اور مشرق میں سفیدی دن کے نکلنے کی شروع ہو اس کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالےٰ کو رب فلق اس لئے کہہ کر پکارا گیا ہے چونکہ ان برائیوں سے بچانے

کے لیئے دُعا کی ہے جو اندھیرے میں یا چھپ کر کی جاتی ہیں یعنی لوگ بالگ چوری۔ ڈاکہ۔ رہزنی۔ نقب زنی۔ حرام کاری۔ شراب نوشی۔ قتل۔ جادو۔ ٹونہ وغیرہ اُس وقت کرتے ہیں۔ جب رات کا اندھیرا ہو جائے یا ان کے کام کو کوئی دیکھنے نہ پائے۔ پہلے زمانہ میں سورج پرست سورج سے یہ امید رکھا کرتے تھے کہ وہ نکلتے ہی ان کو ان برائیوں سے بچا دے گا لیکن قرآن پاک میں فلق کے پیدا کرنے والے سے اس لئے مدد مانگی ہے کہ فلق پر روشنی تو سورج نکلنے سے پہلے آجاتی ہے۔ اور سورج نکلنے سے بہت پہلے چاندنا پھیل جاتا ہے اور جرم کرنے والے بھاگ جاتے ہیں۔ اور چونکہ خدائے تعالےٰ سورج بھی پیدا کرنے والا ہے اور سورج خدا کے حکم کی تعمیل کرتا ہے یعنی اسی وقت نکلتا ہے جو اس کے لئے مقرر ہے اسی وقت چھپتا ہے جو مقرر ہے اور مقررہ وقت پر اپنے محور پر گھومتا ہے۔ اس لئے اُن سورج پرستوں کے اعتقاد کو درست کرنے کی ضرورت تھی جو سورج سے مدد مانگتے تھے۔ اس سورت کو پڑھنے والا رب فلق سے دعا مانگتا ہے۔ کہ مجھ کو ان لوگوں کی برائیوں سے بچائے رکھنا جو چھپ کر یا اندھیرے کی وجہ سے برائیاں کرتے ہیں اور ان کے بُرے کاموں پر روشنی ڈال دے تاکہ وہ باز آئیں۔ اور جو جادو ٹونہ کرنا چاہیں اُن کے عیب پر روشنی ڈال دے اور جو شخص سینہ میں حسد کو چھپائے ہوئے ہے اس کے حسد کو ظاہر کر دے۔

یہ دعاء نہایت عمدہ اور خوبصورت اور فصیح دعاء ہے۔ اگر اس کو

روزانہ سونے سے پہلے سات مرتبہ پڑھا جائے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مکان کو محفوظ رکھے گا کسی کی برائی و ٹونہ یا حسد کا اثر نہ ہوگا۔ اور پڑھنے والا خود بھی کسی سے حسد نہ کرے گا۔ چونکہ حسد ایک قسم کی آگ ہے جو حسد کرنے والے کے دل کو جلاتی رہتی ہے۔ ہر عمدہ آدمی کو اس سے بچنا ہی چاہیئے۔

سوال۔ چوتھا قُل کیا ہے۔

جواب۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ

کہدو (اے پیغمبر) میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی انسانوں کے

النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ

حکمران کی انسانوں کے معبود کی برائیوں سے برے خیالات

الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ

کی جو برے آتے ہیں وہی وسوسے جو انسان کے دل میں

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

شیطان یا آدمی ڈالیں

سوال۔ کیا مطلب۔ یہاں ربِّ فلق کی بجائے اور لفظ کیوں ہیں۔

جواب۔ یہ ایسی عمدہ دعا ہے کہ اس کی مثال کسی مذہب میں نہیں مل سکتی اس میں انسان اپنے پیدا کرنے والے اپنے مالک، اپنے معبود سے جس کی وہ عبادت اور تابعداری کرتا ہے یہ دعا مانگتا ہے کہ مجھ کو ان برے خیالات سے جو انسان

کے دل میں خواہ شیطان یا انسان کے بہکانے سے پیدا ہوتے ہیں بچائے رکھیو یعنی یہ بُرے خیالات میرے دل میں نہ آئیں۔ اس دعا سے انسان اپنے آپ کو درست کرتا ہے۔ وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی بری بات نہ آنے پائے۔ چونکہ جب تک بُرا خیال نہ آئے گا اس وقت تک وہ کوئی بُرا کام نہ کرے گا۔ پہلے بُرا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس پر عمل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس دعا سے آدمی بُرے کام ہی سے نہیں بلکہ بُرے خیال سے بھی بچتا ہے۔ درحقیقت سچا مسلمان وہی ہے جو بُرے خیالات کو بھی دل میں نہ آنے دے۔ اپنے دل کو کدورت سے صاف رکھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کسی پر بلا وجہ شبہ نہ کرو۔ چونکہ آدمی اپنے پیدا کرنے والے اور مالک کی امداد چاہتا ہے جس کو سب کے دل کا حال معلوم ہے اور اس سے خیالات کبھی نہیں چھپ سکتے۔ اور مسلمان اُس اللہ سے ڈرتا بھی ہے۔ لہٰذا وہ اس دعا کو پڑھ کر اپنے دل کو ایسا صاف بناتا ہے کہ اس کے دل میں بھی کوئی برائی کا خیال نہ آئے بُرا کام کرنا تو درکنار۔ جب ناپاک خیال ہی دل میں نہ آئے گا تو وہ گناہ کا مرتکب نہ ہوگا۔ نہ کسی سے بغض و عداوت رکھے گا نہ کسی پر جھوٹا الزام لگائے گا۔ نہ کسی پر بلا وجہ شبہ کرے گا۔ بلکہ جس نے تھوڑی سی بھی بھلائی اس کے ساتھ کی ہو اس کا احسان بہت مانے گا۔ اور کبھی احسان کو نہ بھولے گا۔ کبھی کسی کی بُرائی دوسروں سے نہ کرے گا۔

ایسا آدمی دنیا میں ہر دل عزیز ہو جاتا ہے۔ سب اس سے محبت کرنے

لگتے ہیں اور اس کی عزّت کرتے ہیں۔ تمام دنیا کی قوموں کے واسطے ایسا مسلمان ایک اخلاق کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ مسلمان دوسری قوموں کے واسطے ایک نمونہ ہیں۔ درحقیقت وہی مسلمان نیکی کا نمونہ ہیں جو اس دعاء کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ ان کے دل میں ہی بُرا خیال نہیں پیدا ہونے پاتا۔ وہ پہلے ہی روک دیتے ہیں۔ جبکہ بُرے آدمی ہر وقت بُرے خیالات کی اُدھیڑ بُن میں لگے رہتے ہیں۔ یہ دعاء انسان اپنے آپ کو اچھا بنانے کے واسطے مانگتا ہے۔ اور خود اپنی برائیوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اس سے پہلی دعاء میں اپنے آپ کو دوسروں کی برائیوں سے بچانا چاہا گیا تھا۔

سوال۔ کیا آیۃ الکرسی بھی یاد ہے۔ اگر ہے تو بتاؤ۔

جواب۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

اللہ ہے اور نہیں ہے معبود کوئی سوائے اسکے۔ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ سے قائم اور قائم

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

رکھنے والا۔ نہیں آتی اس کو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ درمیان آسمانوں کے

وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا

ہے اور جو کچھ درمیان زمین کے ہے۔ کون ہے ایسا جو سفارش کر سکے اس سے بلا اس کی

بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ

اجازت کے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ کہ لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج

اور نہیں کر سکتے احاطہ کسی چیز سے اس کے علم کا سوائے اس کے جو وہ چاہے

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا يَئُوْدُهٗ

پھیلی ہوئی ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین میں اور نہیں تھکاتی اس کی

حِفْظُهُمَا ج وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

حفاظت اس کو اور وہ ہے بلند مرتبہ عظمت والا ہے

سوال۔ اس کے بعد کی آیت کیا ہے۔

جواب۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ م قَدْ تَّبَيَّنَ

نہیں چاہیئے زبردستی دین کے بارے میں بے شک علیحدہ ہو گئی

الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ

ہدایت گمراہی سے پس جو انکار کرتے ہیں بتوں کو ماننے سے

وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

اور ایمان لائے اللہ پر تو یقیناً پکڑ لی انھوں نے مضبوط

الْوُثْقٰى ق لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

رسی جو نہیں ٹوٹ سکتی اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا

سوال۔ دونوں آیتوں کا مطلب بتاؤ۔

جواب۔ پہلی آیت میں یعنی آیۃ الکرسی میں اللہ تعالےٰ کو بتایا گیا ہے کہ وہ

کون ہے۔ قل ھو اللہ احد۔ میں بتایا گیا تھا۔ کہ وہ کیا ہے۔ اور اس میں یہ ہے کہ وہ کون ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ وہ ہے جو زندہ ہے۔ اور ہمیشہ سے خود قائم ہے بغیر کسی کی امداد کے۔ اور تمام کائنات کو قائم کیئے ہوئے ہے۔ قیوم کے معنی ہیں ہمیشہ سے اپنے آپ خود بغیر کسی کی امداد کے قائم ہونا۔ انسان بغیر دوسروں کی امداد کے زندہ نہیں رہ سکتا لیکن خدا کو کوئی ضروریات نہیں ہیں جن کے پورا کرنے کے واسطے کسی کی امداد کی ضرورت ہو بلکہ اسی کی وجہ سے تمام کائنات ظاہر ہوئی اور قائم ہے۔ اور نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ بلکہ وہ ہر وقت مستعد ہے بعض مذاہب میں کہا گیا ہے کہ خدا نے کائنات بنا دی اور پھر آرام کرنے لگا اور سو گیا۔ زبور میں بھی لکھا ہے کہ پھر خدا مثل ایک جری آدمی کے نیند سے جاگا۔ ہندوؤں میں ہے۔ کہ برہما دنیا کو بنا کر کنول کے پتہ پر سو گئے۔ اسلام میں ہے کہ خدا کبھی غافل نہیں ہوتا۔ وہی کائنات کا بنانے والا ہے اور وہی قائم رکھنے والا ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں میں یعنی زمین کے اوپر ہے۔ سماء کے معنی ہیں بلندی۔ اس لیئے آسمانوں کے معنی ہیں زمین سے اوپر اور نیچے فاصلہ ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی زمین کے اوپر اور زمین کے اندر یہ سب اللہ کا ہے کسی کی مجال نہیں کہ بغیر اس کی اجازت کے اس سے سفارش کر دے۔ یعنی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی انسان کی ایسی عزت ہے کہ وہ جو چاہے اللہ سے کرا لے یا جس کو چاہے جو دلوا دے یا جیسے عیسائی سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ان کی سفارش کریں گے تو خدا معاف کر دے گا

اسلام یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی خدائی میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں اور صرف ان ہی کی سفارش چلتی ہے جن کو خدا اجازت دیدے۔ اس کا علم لاانتہا ہے اس کو معلوم ہے کہ آگے کیا ہے اور پیچھے کیا ہے اور پہلے جو ہو چکا اور آیندہ کیا ہوگا اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ کوئی اس کے علم کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور لوگوں کو اسی قدر معلومات ہوتی ہیں جتنی وہ بتا دیتا ہے۔ اس کی کرسی یعنی خود اس کی موجودگی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمام کائنات کو قائم رکھنے میں تھکتا نہیں جیسے آدمی کام کرنے میں تھک جاتے ہیں۔ اور کھاتے پیتے ہیں اور سوتے ہیں اور اس کا مرتبہ بہت بلند اور عظمت والا ہے یعنی آدمی اس کے مرتبہ کو سمجھ نہیں سکتا۔ وہ اس قدر بلند ہے کہ آدمی کی سمجھ سے باہر ہے۔

دوسری آیت میں یہ رواداری سکھائی گئی ہے کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر اور تشدد نہ کیا جائے بلکہ اشاعت اسلام سمجھا کر کی جائے چونکہ اسلام کی خوبیاں کفر سے اور دوسرے مذاہب سے اس قدر بالا ہیں کہ اگر ان کو سمجھا کر بیان کیا جائے تو ہر ذی عقل کی سمجھ میں آجائے گا۔ کہ اسلام ہی سچا اور عمدہ مذہب ہے اور جو لوگ اس میں داخل ہو جائیں گے وہ اللہ کی رسّی کو جو اس قدر مضبوط ہے کہ ٹوٹ ہی نہیں سکتی پکڑ لیں گے یعنی اسلام میں داخل ہو جانے کے اور اللہ تعالٰے کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے بعد وہ پھر کفر کی طرف کبھی مائل نہ ہوں گے اور اللہ تعالٰی سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

سوال۔ کیا ایک یا دو اور آیتیں قرآن پاک کی ایسی یاد ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہو۔

جواب۔ ہاں۔ دو آیتیں آل عمران کی یہ ہیں:۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ
کہدو اے اللہ تو مالک ہے تمام ملکوں کا دیتا ہے ملک کی حکومت جس کو

تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ
تو چاہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے تو چاہے اور جس کو چاہتا

تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ
ہے عزت دیتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو تو چاہتا ہے تیرے ہاتھ میں سب خیر ہے بے شک

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○
تو ہر چیز پر پورا اختیار رکھتا ہے۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی
نکالتا ہے رات کو دن کے بعد اور نکالتا ہے دن رات کے

الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ
بعد اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ میں سے اور نکالتا ہے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ
مردہ کو زندہ میں سے اور رزق دیتا ہے تو جس کو چاہے

بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

بلا حساب کے

سوال - کیا مطلب ہے۔

جواب - یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا مالک ہے اور اسی کے ہاتھ میں سب اختیار ہے۔ جس کو چاہتا ہے ملک کی حکومت اور عزت دیتا ہے جیسے نادر شاہ ایک گڈریے کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ نپولین معمولی سے افسر کو شہنشاہ بنا دیا کمال اتاترک کو ترکی کا حکمران اور نادر شاہ پہلوی کو ایران کا شہنشاہ کر دیا۔ اور وہی جس سے چاہے ملک۔ دولت۔ زمین۔ مکان۔ عزت چھین لے۔ جیسے فرعون کو غرق سمندر کیا۔ زار روس کو ہلاک کیا۔ قیصر جرمن کو معزول کر کے ملک بدر کیا۔ نپولین کو فرانس سے نکال کر ایک ویران جزیرہ سینٹ ہلینا میں قید کیا۔ ہٹلر اور مسولینی کو عروج دے کر پھر ذلت دی۔ ایڈورڈ ہشتم شہنشاہ انگلستان سے تاج و تخت چھین کر اس کے بھائی کو دیا۔ اور اُسے ملک بدر کیا۔ ہزارہا مہاجرین کو ان کے مکانوں سے نکال کر پاکستان آنے پر مجبور کیا۔ اور ان میں بیشتر کو سڑک کی پٹری پر جگہ دی۔ بعض کے ہاتھ میں حکومت دیدی۔ یہ سب اختیارات اپنے وہ بھلائی کی وجہ سے کرتا ہے۔ سزا جو برے آدمی کو دیتا ہے اس میں بھی اچھے آدمیوں کی بھلائی ہوتی ہے اگر ہٹلر اور مسولینی با اختیار اور زندہ رہتے تو دنیا کو تباہ و برباد کر دیتے لہٰذا ان کی تباہی سے تمام دنیا کی بھلائی ہوئی۔ زار روس دنیا کے مسلمانوں کے واسطے خطرناک تھا اُس کو

اور اس کے خاندان کو تباہ کر دیا۔ اسی طرح سے سب کو دولت۔ ثروت۔ حکومت دے کر آزماتا ہے۔ جو اس کا جائز استعمال کرتے ہیں ان کی پشتیں اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور جو ناجائز استعمال دولت کا یا حکومت کا کرتے ہیں ان کو تباہ و برباد کچھ دن کے بعد کر دیتا ہے۔ جو لوگ بلیک مارکیٹ کرتے ہیں ان کی اور ان کی اولاد کی ایک دن تباہی لکھی ہے۔ جو لوگ حکمران ہو کر رشوت لیتے ہیں یا طاقت کو غلط استعمال کرتے ہیں ان کی تباہی خدا لائے گا تاکہ مظلوم ان کے ظلم سے بچیں اور دوسرے افسران بالا ان لوگوں کا جو راشی یا ظالم ہیں پورا جائزہ لیں گے اور ان کو اپنی جمع کردہ دولت اگلنی پڑے گی۔ جیسے کلائیو اور وارن ہیسٹنگز کو ان کی جمع کردہ دولت جو ظلم سے کمائی تھی اگلنی پڑی تھی۔ اکثر مسلمان مہاجر جو اپنے گھر اور ملک چھوڑ کر مصیبت میں بھاگے وہ خود اپنے افعال یاد کریں اور توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اسی لئے نازل کی ہے تاکہ مسلمان ہر وقت اس سے ڈرتے رہیں۔

وہی دن کے بعد رات لاتا ہے اور وہی رات کے بعد دن لاتا ہے یعنی دنیا کی گردش جو اپنے محور پر گھومتی ہے۔ جس سے دنیا کا کچھ حصہ سورج کے سامنے ہو جاتا ہے۔ تو وہاں دن ہو جاتا ہے اور کچھ حصہ سورج کی طرف سے ہٹ جاتا ہے۔ وہاں اندھیرا یعنی رات ہو جاتی ہے۔ یہ گردش اللہ ہی کے حکم سے اور اسی کی طاقت سے ہوتی ہے۔ اگر وہ چاہے دنیا

کا گھومنا بند ہو جائے۔ تو پھر دنیا کی مجال نہیں کہ گھومے۔ چونکہ ہر قسم کی تمام طاقت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مردہ چیز میں سے زندہ نکالتا ہے۔ مثلاً انڈا بے جان چیز ہے اس میں سے زندہ بولتا چلتا چوزہ نکالتا ہے۔ اور مرغی جان دار ہے اس میں سے بے جان انڈا نکالتا ہے۔

اب سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ درخت میں بھی جان ہوتی ہے جس سے وہ بڑا ہوتا ہے۔ اور ہرے درخت کے پتے توڑنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے جس کا وہ اظہار کرتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک شخص درخت کے دکھ کو نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا یہ جاندار درخت بھی بے جان زمین سے نکلتے ہیں۔ اور وہ جس کو چاہے جتنا رزق دیدے۔ اس کا کوئی حساب نہیں۔ اس کے یہاں راشن برابر برابر نہیں ہے۔ بلکہ جس کو جتنا چاہے دیدے۔ ایک آدمی ہے کہ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا اس کو کھانے میں بریانی۔ مرغی۔ قورمہ۔ شیرمال وغیرہ وغیرہ دیتا ہے اور دوسرا دن بھر پلیا ڈھوتا ہے یا دُرمٹ کوٹتا ہے اس کو سوکھی روٹی دیتا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے جسے چاہے جیسا بنا دے۔ اور یہ سب درحقیقت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے جس کی خدا سزا و جزا دیتا ہے۔ ویسے تو پہاڑ کے اندر چھپے کیڑے کو بھی غذا دیتا ہے مصنف کے مکانات کی بنیادیں ناظم آباد میں جب کھدیں تو چار فٹ نیچے پتھریلی

کنکریٹ کی زمین کے اندر ایک جوڑا مینڈک زندہ اس طرح دبا ہوا بیٹھا تھا کہ
اس کے ہلنے جلنے کی کوئی جگہ نہ تھی اور ان کی جگہ پر ان کا سانچہ بنا ہوا تھا۔ نہ معلوم
کب کتنے سو سال قبل یہ یہاں پھنس گیا اور زندہ رہا۔ اس کو حوض میں ڈال دیا تو
دونوں تیرنے لگے اور اب تک زندہ ہیں)

باب ششم

روزہ

سوال۔ روزہ کیا اور کیوں ہوتا ہے ؟

جواب۔ روزہ اس کو کہتے ہیں کہ جب صبح کی سفیدی مشرق میں نمودار ہو، اس وقت سے سورج پورا چھپنے تک نہ کھاؤ نہ کچھ پیو۔ نہ سگرٹ پیو اور پان کھاؤ۔ اور نہ میاں و بیوی علیحدہ ہیں ملیں۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ

۱۔ اول تو انسان بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور اگر کبھی لڑائی یا سفر یا قحط میں یا کسی اور وجہ سے کھانا پینا نہ ملے۔ تو وہ آسانی سے اس کو برداشت کر لیتا ہے۔

۲۔ دوسرے وہ لوگ جو ضرورت سے زیادہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ روزہ کی وجہ سے کھانے میں کمی کر سکتے ہیں تاکہ ان کی صحت ٹھیک ہو جائے۔

۳۔ تیسرے انسان بُرے کاموں سے بچا رہے تاکہ بُرے کاموں سے بچنے کی عادت ہو جائے۔

۴۔ چوتھے جو شخص روزہ رکھتا ہے وہ کسی سے چھپ کر بھی نہ تو کھانا کھاتا ہے اور نہ پانی پیتا ہے۔ کیونکہ اس کو خدا کا ڈر ہوتا ہے۔ لہذا روزہ رکھنے سے وہ خدا سے ڈرنے

کا عادی ہو جاتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے۔

۵۔ پانچویں ایسی بری عادتیں جیسا سگرٹ یا حقہ پینا۔ پان کھانا۔ شراب پینا۔ افیون کھانا یا اور کوئی نشہ کی چیز استعمال کرنا۔ یہ سب روزہ رکھنے سے آسانی سے چھوٹ سکتی ہیں۔ جب کوئی شخص دن بھر سگرٹ نہ پیے اور پان نہ کھائے تو ذرا سا دل پر جبر کر کے رات کو بھی ان کا استعمال چھوڑ سکتا ہے اور یہ ناپاک عادتیں جو انسان میں بُری صحبت کی وجہ سے پڑ جاتی ہیں روزہ کی برکت سے چھوٹ سکتی ہیں۔ یہ عادتیں اسلامی رُوحانیت کے خلاف ہیں۔ چونکہ انسے دوسرے لوگوں کو کراہیت ہوتی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ جو شخص پان کھاتا ہے نہ صرف اس کا منہ غلیظ ہوتا ہے اور بات کرنے میں اس کے منہ سے چھالیہ کے ذرے اڑکر دوسروں کے کپڑے خراب کرتے ہیں بلکہ وہ سارے مکان کو غلیظ کر دیتا ہے۔ جا بجا کتھے چونہ کے ہاتھ دیواروں۔ کواڑوں۔ پردوں سے پونچھ دیتا ہے۔ اور مکان کے فرش پر اور سڑک پر پیک کر دیتا ہے لیکن صاف ستھرے آدمیوں کو ایسے شخص سے کراہیت آتی ہے۔ اسی طرح سگرٹ پینے والا بدبودار دھواں منہ سے نکالتا ہے اور سارے کمرے میں یا ریل کے ڈبے میں بدبو پھیلاتا ہے۔ اور اس کے منہ سے جب وہ بات کرتا ہے بدبو آتی ہے۔ وہ خود تو محسوس نہیں کرتا لیکن نفیس مزاج آدمی متنفر ہو کر اس سے پیچھے کو ہٹتے ہیں تاکہ اس کے منہ کی بھبک سے بچیں۔ علاوہ اس کے یہ کس قدر معیوب ہے کہ مسلمانوں کی کمائی

دھوئیں کے ذریعہ یا پتے چبا کر اڑائی جائے اور ملک کی دولت تباہ کی جائے۔ جس شخص میں یہ بُری عادتیں پڑ گئی ہوں تو اس کو روزہ رکھنے سے موقع ملتا ہے کہ وہ ان کو چھوڑ دے اور اپنا کیرکٹر مضبوط بنالے۔

۶۔ چھٹے یہ کہ انسان روزہ میں عمدہ اور پاکیزہ خیالات رکھتا ہے اور تیس دن ایسا کرنے سے اس کی عادت ہو جاتی ہے کہ پاکیزہ اور عمدہ خیالات رکھے جس کی وجہ سے وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اور نہ ناجائز طریقہ سے کمائی کرتا ہے اس سے وہ ایماندار آدمی بن جاتا ہے۔

۷۔ ساتویں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا عادی ہو جاتا ہے۔

۸۔ آٹھویں وقت کی پابندی کرنی سیکھتا ہے چونکہ وقت پر سحری وافطاری کھاتا ہے

۹۔ نویں نہ کسی سے بری طرح بولتا ہے، نہ برا برتاؤ کرتا ہے۔ یہی اس کی عادت ہو جاتی ہے

۱۰۔ دسویں خیرات کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور اپنی بھوک پیاس سے غریبوں کی بھوک پیاس کا اندازہ کرنے لگتا ہے۔

۱۱۔ گیارھویں اخوت اسلامی کا جذبہ دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ بارھویں جو لوگ جھوٹ بولنے کے اور جھوٹی قسم کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں یا گالیاں بکتے ہیں اور فحش کلام کرتے ہیں انکی یہ عادتیں روزہ کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہیں۔

۱۳۔ غرضکہ انسان تمام خوبیوں کا عادی اور تمام برائیوں سے بچنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ روزہ انسان کو انسان بناتا ہے اور شیطان کے پنجہ سے بچاتا ہے۔

سوال۔ کیا روزہ رکھنا ضروری ہے اور اگر ضروری ہے تو کتنے روزے ضروری ہیں۔

جواب۔ باب دوئم کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ روزہ منجملہ چار فرضوں کے ایک فرض ہے۔ اب تعداد بتائی جاتی ہے کہ رمضان کے پورے مہینہ کے روزے فرض ہیں یعنی خدا کا حکم ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ البقر کے ۲۳ دیں رکوع کے جو سپارہ دوئم میں ہے اردو با محاورہ معنی دئے جاتے ہیں "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر فرض کئے گئے روزے جیسا کہ فرض کئے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے سے تھے (یعنی ان پیغمبروں کی امتوں پر جو پہلے ہو چکے ہیں) تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ یہ روزے گنتی میں مقررہ دنوں کے ہیں (یعنی جتنے دن بھی مہینہ میں چاند کے حساب سے ہوں) لیکن جو شخص کہ ہو تم میں سے مریض یا سفر کی حالت میں وہ گنتی روزوں کی پوری کرے (یعنی جو ان وجوہات سے رمضان کا روزہ کوئی چھوڑ دے تو وہ دوسرے مہینوں میں وہ روزے جو قضا ہوئے رکھ لے) اور جو لوگ اس کی استطاعت رکھتے ہیں کہ غریب کو کھانا کھلا سکیں ان پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک غریب کو کھانا کھلائیں لیکن اگر اپنی خوشی سے اس سے بھی زیادہ دیں تو وہ ان کے لیے بہتر ہے لیکن تم کو یہ جاننا چاہیئے کہ تمہارے لیئے یہی بہتر ہے کہ تم روزہ رکھو (یعنی یہ بھی جائز ہے کہ تم بطور کفارہ ایک روزہ قضا کرنے کے عوض ایک بھوکے کو کھلا دو، یہ بھی روزہ کی ادائگی کے برابر ہے لیکن یہ بہتر ہے کہ جو روزہ قضا ہوا اس کے دن دوسرے کسی مہینہ میں سال کے اندر روزہ رکھ لی)

رمضان کا مہینہ ایسا ہے جس میں نازل کیا گیا قرآن تم لوگوں کی ہدایت کے لیئے

جس میں واضح دلیلیں ہدایت کے لیئے اور حق و باطل کے امتیاز کے لیئے ہیں پس جو کوئی موجود ہو تم میں سے اپنی رہائش کی جگہ پر اس مہینہ میں اس پر ضروری ہے کہ وہ روزے رکھے۔ اور اگر کوئی بیمار ہو جائے یا سفر کی حالت میں ہو وہ ان روزوں کو جو اس وجہ سے قضا ہو جائیں ان کو دوسرے مہینوں میں پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور دشواری تمہارے لئے نہیں چاہتا۔ تاکہ تم روزے گنتی میں پورے کر دو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اس آسانی کی وجہ سے بیان کرو اس نے تم کو یہ ہدایت اس لئے دی ہے تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

اور جب مجھ سے (یعنی رسول اللہ سے) پوچھیں میرے بندے میری بابت تو یقیناً میں پاس ہوتا ہوں۔ اور دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتے ہیں۔ تو ان کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ حلال کر دیا گیا تمہارے لیئے رات میں روزوں (کے زمانہ) کی پاس جانا اپنی بیویوں کے۔ وہ لباس ہیں تمہارے لیئے اور تم لباس ہو ان کے لئے (یعنی جیسے لباس ننگے پن کو ڈھک کر بے حیائی سے بچاتا ہے اسی طرح میاں اور بیوی ایک دوسرے کو بے حیائی سے بچاتے ہیں)، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کو جو تم لوگ خفیہ طور پر آپس میں کیا کرتے تھے پس معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پس اب تم ہم بستری کر لیا کرو ان سے (یعنی اپنی بیویوں سے) اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو اور کھاؤ پیو (رات میں) اس وقت تک جب تک کہ صبح کی سفید دھاری

رات کی سیاہ دھاری سے (افق میں) صاف صاف تم کو علیحدہ معلوم ہونے لگے۔ پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔ اور جن دنوں میں تم مسجد میں اعتکاف کے لیئے بیٹھتے ہو ان دنوں کی رات میں بھی اپنی بیویوں سے علیحدہ رہو۔ یہ حدیں ہیں اللہ کی پس ان حدوں کے باہر نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو اس لیئے لوگوں کے واسطے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیز گار بنیں۔"

ان آیتوں کا ترجمہ آسان زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے روزے اس لیئے فرض کئے ہیں کہ ان کے رکھنے سے مسلمان پرہیز گار بنیں۔ یہ مصلحت خدا نے خود ظاہر کر دی ہے۔ اس لیئے روزہ ایک قسم کی ٹریننگ ہے جس سے آدمی کا اخلاق درست ہو جاتا ہے۔ جیسے جسمانی ورزش سے جسم ٹھیک رہتا ہے اور کمزور یا بھدا نہیں بنتا اسی طرح روزہ رکھنے سے اخلاق ٹھیک اور عمدہ ہوتا ہے۔ اگر انسان جسمانی ورزش نہ کرے تو وہ بے ڈھنگا، بدنما، بدشکل ہو جاتا ہے۔ پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ چربی چھا جاتی ہے۔ اور بجائے چھریرہ جسم کے موٹاپا آجاتا ہے۔ اور آدمی بھاگنے دوڑنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ اور اکثر معدہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ جسمانی ورزش ان باتوں سے جسم کو بچاتی ہے اسی طرح روزہ روحانیت کی ایک ورزش ہے جو انسان کو پرہیز گار بناتا ہے۔ جیسا خدائے تعالےٰ خود فرماتا ہے۔

بعض لوگ رمضان میں دن کو رات اور رات کو دن بناتے ہیں۔ رات بھر خوب کھاتے ہیں اور جاگتے ہیں اور دن کو پڑ کر سوتے ہیں اور کوئی کام کاج ان سے نہیں ہوتا۔

روزہ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی کے مطابق صبح سے شام تک کام کرو اور روزہ کی وجہ سے اس میں فرق نہ آئے اور رات کو آرام کرو لیکن چونکہ آدمیوں کو روزہ کی مصلحت معلوم نہیں ہوتی۔ وہ رمضان کو ایک قسم کا تہوار منا کر گیارہ مہینہ تک پھر سب عبادت اور پرہیزگاری کو طاق میں رکھ دیتے ہیں۔ وہ نمازی جو رمضان میں نظر آتے ہیں وہ عید کے بعد سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح رمضان منانے سے ان کی روزمرہ کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور رمضان میں روزے رکھنے کا ان پر کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ یہ تو ایسا ہوا کہ ایک شخص نے اسکول یا کالج میں تعلیم تو حاصل کی لیکن بعد میں سب بھول گیا۔ یا قواعد سیکھی لیکن بعد میں بے ڈھنگے پن سے چلنے لگا اور برابر کے قدم اٹھانے بھول گیا۔ اور بجائے سینہ تان کر جھک کر چلنے لگا۔ وہ سبق جو خدا تعالیٰ پرہیزگاری کا سکھاتا ہے وہ کہاں گیا۔ بعض لوگ افطار کرتے ہی ڈٹا ڈٹ دو تین گلاس برف سے ٹھنڈے کئے ہوئے شربت کے اتار لیتے ہیں اور اوپر سے پھلکیاں جو خراب بیسن کی ہوتی ہیں کھاتے ہیں۔ اور کئی چیزیں مختلف قسم کی جو ٹھنڈی اور گرم ہوتی ہیں کھاتے ہیں پھر اوپر سے گرم گرم چاء پیتے ہیں۔ یہ تو افطار ہے اس کے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بعد کھانا کھاتے ہیں۔

یہ سب باتیں مضر صحت ہیں جب کرکٹ یا ہاکی یا ٹینس یا فٹ بال کھیل کر آتے ہیں تو اونی سویٹر اس لئے پہن لیتے ہیں کہ گرم جسم کو ہوا نہ لگ جائے اور پسینے میں بھیگے ہوئے کپڑے جب جسم کو لگے ہوتے ہیں ان کو ٹھنڈی ہوا لگ جائے تو جسم کے

اندر سے جو گرمی نکلتی ہے وہ بند ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حفظانِ صحت کا بھی طریقہ ہے کہ گرمی
میں سردی نہ پہنچے۔ اسی طرح جب آدمی روزہ رکھتا ہے تو دن بھر کی بھوک پیاس سے
اس کے جسم میں حدّت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جس طرح کھیل کے فوراً بعد یعنی جب تک
بدن ٹھنڈا نہ ہو جائے ٹھنڈا برف کا پانی پینا منع ہے۔ اسی طرح روزہ کھولتے ہی
ٹھنڈا شربت پینا صحت کے واسطے خراب ہے۔ اور یہ تو بالکل غلط ہے کہ ایک دم
کئی گلاس چڑھا جائیں۔ چونکہ اس سے پیاس تو بجھتی نہیں۔ پیٹ میں ٹھنڈا پانی یا شربت
بھر جاتا ہے اوپر سے اس میں دیر ہضم غذا مثل پھلکیوں کے پہنچتی ہے تو معدہ کا فعل
خراب ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ کہ آدھے گھنٹہ بعد دوسری غذا پیٹ میں پہنچتی ہے اور
اس غذا میں مل جاتی ہے جو ابھی ہضم ہونی شروع ہوئی ہو۔ پھر رات کو بعض لوگ
تین بجے ہی سے سحری کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ان کا پیٹ بالکل خراب ہو جاتا
ہے۔ اس لیئے رمضان میں لوگ، باگ، کھانسی۔ زکام۔ نزلہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

خدائے تعالےٰ نے جو بڑا حکیم ہے روزے اس لئے تو فرض نہیں کیئے کہ آدمی اپنی
صحت کو خراب کر لیں اور دن میں مجہول اور کاہل بن جائیں۔ روزے کی حکمت انسان
کو پرہیزگار بنانا۔ اس کے اخلاق کو درست کرنا۔ اس میں سے بُری عادتوں کو ترک
کرانا۔ اس کی صحت کو درست کرانا وغیرہ ہے۔ نہ کہ انسان اپنے آپ کو رات کے
وقت مولیشی بنائے اور دن کو چمگادڑ بنے۔ لہٰذا روزہ رکھنے میں افطاری کے وقت
بہت احتیاط رکھنی چاہیئے۔ اور سحری بالکل آخر وقت میں کھا کر پانی کافی پیا جائے

تاکہ دن میں پیاس نہ لگے اور انسان بے کار نہ ہو جائے۔ سحر کو غذا بغیر مسالہ والی کھائی جائے۔ اور کم مقدار میں ہو تو انسان پیاس کی شدت سے بچا رہتا ہے۔ روزے میں انسان کو ان مسلمانوں کی مثال سامنے رکھنی چاہیئے۔ جو رسول اللہؐ کے اور صحابہ کرامؓ کے خاص کر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں کئی کئی دن کے فاقہ سے جہاد میں لڑتے تھے اور جب ایک پیاسے زخمی کو جو مر رہا ہوتا تھا پانی کا پیالہ دیا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ مجھ سے زیادہ دوسرے کا حق ہے اور اس کو وہ دیدیتا تھا۔ یہ دوسرا تیسرے کو یہی کہہ کر دیتا تھا۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے جس کی وجہ سے ان مجاہدین نے دنیا کو بتا دیا کہ اسلام ہی سچّا مذہب ہے۔ جو اس قدر انسانیت ایک شخص میں پیدا کر دیتا ہے انہیں مجاہدین کی بدولت آج دنیا بھر میں اسلام پھیلا ہوا ہے اور ان کے کارنامے سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ہر مسلمان میں یہی روح پھنکی ہوئی تھی۔ یہ رسول اللہؐ کا فیضانِ صحبت تھا کہ مسلمانوں کے اخلاق اس پیمانے پر پہنچ گئے تھے۔ خلفائے راشدین نے بھی یہی مثال قائم کی اور ان کی وجہ سے اسلام کے دشمن اسلام کو تباہ نہ کر سکے بلکہ دنیا کی ساری بڑی طاقتیں ان کے زمانہ میں اسلام کے ماتحت ہو گئیں۔ یہ افعال جفاکشی۔ سچائی اور دلیری کے تھے جن کے باعث عروج ہوا محض اقوال سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر کوئی مسلمان جفاکش نہیں ہے اور آرام طلب ہے اور بہت سا کھاتا ہے وہ اسلام کی

تعلیم سے بے بہرہ ہے اور روزہ کا مقصد ہی نہیں سمجھتا۔ روزہ رکھو تو مشکل کو بھگتنے کے عادی بنو۔ ہمّت والے بنو۔ تاکہ ملک اور قوم کے کام آسکو۔ پرہیزگار بنو تاکہ تم سے کسی دوسرے کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچے اور اللہ کے پیارے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو اس کے بندوں سے محبّت کرتے ہیں۔ اور ان کی کسی قسم کی حق تلفی نہیں کرتے۔ ہر برُے اور غلط کام سے کسی نہ کسی کی حق تلفی ہوتی ہے۔ جو پرہیزگاری کے خلاف ہے۔

غسل

سوال - کیا غسل کرنا بھی اسلامی اصول ہے؟

جواب - ہاں۔ چونکہ اسلام میں مسلمانوں کے واسطے ایک طرز زندگی قائم کیا گیا ہے۔ اس لیئے بہت سے احکامات ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو کیا کیا کرنا چاہیئے اور کیا کیا نہیں کرنا چاہیئے۔ منجملہ ان اصولوں کے ایک اصول نہایت عمدہ یہ ہے کہ انسان اپنے جسم اور لباس کو پاک اور صاف رکھے اسی لیئے ضروریات سے فارغ ہو کر طہارت کی جاتی ہے۔ انسان کا جسم اگر میلا ہو تو اس کے جسم سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اور میل جو جسم پر ہو اس میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ سر کو اور جسم اور کپڑوں کو میلا رکھتے ہیں ان کے سر میں اور کپڑوں میں جوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

انسان کی کھال میں بہت باریک باریک سوراخ ہوتے ہیں جو اس قدر باریک ہیں کہ آنکھوں کو بغیر خوردبین کے نظر نہیں آتے اور انہی میں سے پسینہ نکلتا ہے جس کے ذریعہ سے جسم کے اندر کا خراب مواد نکلتا ہے۔ اگر جسم کے اوپر میل چڑھا ہو تو یہ باریک سوراخ بند ہو جاتے ہیں اور پسینہ ٹھیک طرح نہیں نکل سکتا جس کی وجہ سے خراب

مادہ جسم کے اندر رہ جاتا ہے اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسلام میں حفظان صحت اور صفائی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز سے پہلے وضو کرنا بتایا گیا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ ایک مرتبہ روزانہ سارے جسم کو دھولیا کرے تو اس کا جسم صاف رہے گا۔ بالوں میں کنگھا کرنا چاہیئے۔ تاکہ سر میں جراثیم نہ پیدا ہوں۔ اور لباس صاف پہننا چاہیئے۔ تاکہ کپڑوں کی گندگی سے جسم پر برا اثر نہ ہو۔

سوال۔ کیا کسی خاص وقت پر نہانا ضروری ہے ؟

جواب۔ ہاں۔ انسان پر تین وقت شرعی گندگی ہوتی ہے اور اس وقت نہانا شریعت میں ضروری ہے۔

(۱) جب مرد اور عورت مجامعت کریں تو دونوں گندے ہو جاتے ہیں۔

(۲) اگر مرد کا مادۂ تولید کسی وجہ سے خارج جائے تو وہ گندا ہو جاتا ہے۔

(۳) عورت کو جب ایام ماہواری ہوں یا جب زچگی ہو تو عورت گندی ہو جاتی ہے۔

اس گندگی کو رفع کرنے کے لئے غسل کیا جاتا ہے۔ جس میں یہ امور ضروری ہیں :۔

(۱) جسم کے پوشیدہ حصہ کو خوب اچھی طرح کافی پانی سے صاف کیا جائے

(۲) پھر ہاتھوں کو تین دفعہ دھو کر حلق کے اندر پانی ڈالا جائے اور اچھی طرح تین

مرتبہ غرغرہ کیا جائے اور تین کُلیاں کی جائیں۔

(۳) ناک کے اندر پانی پہنچایا جائے اور دونوں نتھنوں کے اندر سے سب میل صاف کریں۔

(۴) تمام جسم کو مع بالوں کے تین دفعہ پانی ڈال کر دھوئیں کوئی حصہ بغیر دھوئے نہ رہ جائے۔ یہ سر سے پیر تک تین دفعہ پانی بہانے سے ہو جاتا ہے۔

جلد اول ختم۔ بقیہ اسلامی تعلیم دوسری جلد دوم میں ہے۔

محمد یامین خاں۔ میرٹھی

حال کراچی

مصنفہ

نواب سر محمد یامین خان صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا۔
سابق ممبر و ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی دہلی غیر منقسمہ ہندوستان و سابق ممبر
ایگزیکیوٹو کونسل و کورٹ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ و کورٹ دہلی یونیورسٹی۔

مصنف

گاڈ، سول اینڈ یونیورس۔ ان سائنس اینڈ اسلام و کرائسٹ اینڈ میری ان قرآن، وغیرہ

ساکن میرٹھ؛ حال کراچی

ناشران:- ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع:- ملک محمد عارف

مطبعہ:- دین محمد پریس لاہور

طبع:- اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

اُس خدائے پاک کے واسطے تمام تعریفیں ہیں جس نے انسان کو عقل دی کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو سمجھے اور جس نے انسان کی تلقین کے واسطے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا جس نے حضرت ابراہیم خلیل کو وحدانیت کا سبق سکھایا اور ان کے ذریعہ انسان کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔

درُود

اور لاکھوں درود اور سلام محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم پر ہوں جنھوں نے تمام دنیا سے انسانی قربانی کی رسم مٹادی۔ اور تمام دنیا سے بت پرستی اپنی امّت کے ذریعہ مٹائی۔ ان ہی کا طفیل ہے اور ان ہی کی تعلیم کا اثر ہے کہ اس وقت تمام دنیا اللہ کی وحدانیت کو مانتی ہے۔ وہ لوگ بھی جو اپنے آپ کو مسلمان کہنا نہیں چاہتے وہ بھی اسلام کی تعلیم سے متاثر ہو کر اللہ کو واحد ماننے لگے ہیں۔ اگر اسلام کی تعلیم ان کے کانوں تک اُن کی زبان میں پہنچائی جائے تو وہ مسلمان ہونا فخر سمجھیں گے۔ یہ ہمارے آخری رسول اور آخری نبی محمد رسول اللہ ہی کا طفیل ہے۔

اس جلد میں کیا ہے

اس جلد میں حج کی بابت جو رسوم ہیں اور جس قدر آیات ہیں اور وہ وجوہات کہ حج کیوں قائم ہوا اور اس کے قائم رکھنے میں کیا مصلحتیں تھیں لکھی گئی ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جو رسول اللہؐ نے خطبہ دیا تھا اس میں سے ضروری اقتباسات بھی دیے گئے ہیں۔ ہر حاجی کو چاہیئے کہ اس چھوٹی سی کتاب کو پڑھے جو اس کے فائدہ کے واسطے لکھی گئی ہے۔ اس سے پہلی جلد میں عقائدِ اسلام۔ نماز۔ روزہ اور قرآن پاک کی چند سورتوں کا ترجمہ معہ مطلب دیا گیا ہے۔ یہ جلد حج کی بابت مخصوص ہے اس کے بعد کی جلدیں دیگر اسلامی تعلیم کے متعلق ہیں

خادم قوم محمد یامین خاں میرٹھی، ناظم آباد بلاک ۴۔ کراچی

یکم جمادی الاول ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

چونکہ حج کا تعلق اس مکان سے بھی ہے جس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اسمٰعیل ذبیح اللہ نے اللہ واحد کی عبادت کے واسطے بنایا تھا اور دنیا بھر میں سب سے اوّل اللہ واحد کی عبادت کے واسطے یہی گھر بنا تھا جس کو مسلمان خانہ کعبہ کہتے ہیں اس لیئے یہ ضروری ہے کہ ہر حاجی کو حضرات ابراہیم و اسمٰعیل (علیہما السلام) کے حالات سے آگاہی ہو جائے اس غرض سے جو کچھ حضرات ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی بابت کلام پاک میں کہا یا ہے وہ مختصراً بیان کیا جاتا ہے لیکن حج کی بابت جس قدر بھی آیات ہیں ان سب کا بامحاورہ آسان اردو زبان میں ترجمہ دیا جاتا ہے تاکہ آسانی سے سمجھا جا سکے جس جگہ کلام پاک میں کوئی بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی بابت نہیں ہے وہ عربی روایات حدیث شریف و توریت سے جو آج کل مروج ہے لی گئی ہے اگرچہ توریت اصل شکل میں موجود نہیں ہے اور قرآن پاک کے نزول کے وقت بھی اصل صورت میں نہ تھی لیکن جو آج کل مروج ہے۔ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے تقریباً پونے چھ سو سال قبل یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوا سات سو سال بعد لکھی گئی تھی لیکن اس کا بھی کوئی اصل نسخہ عبرانی زبان میں اس وقت کا لکھا ہوا یا اس کی نقل موجود نہیں ہے صرف یونانی زبان

میں ترجمہ موجود ہے اور اس سے انگریزی زبان میں ترجمہ ہوا۔ اس لئے بہت جگہ معنی اور مطلب میں فرق آگیا جیسا علی العموم ترجمہ در ترجمہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے حالات

حضرت ابراہیم شہر اُر کے باشندہ تھے۔ جو ملک کالدیہ (خالدیہ) کا ایک بہت پرانا شہر تھا اور بہت متبرک مقام سمجھا جاتا تھا جو بصرہ سے تقریباً سوا سو میل فاصلہ پر واقع تھا۔ کلدانی سلطنت اور بابل کی سلطنت بعد ازاں مل کر ایک ہو گئی تھیں اور یہ موجودہ ملک عراق کا بڑا حصہ تھیں۔ کلدانی قوم ستاروں کی پرستش کرتی تھی جس میں سورج۔ چاند۔ زہرہ۔ مشتری۔ مریخ۔ عطارد اور زحل شامل تھے۔ ان کے بت طرح طرح کے بنائے جاتے تھے۔ حضرت ابراہیم ابھی لڑکے ہی تھے اسی وقت سے وہ بت پرستی اور ستارہ پرستی کے قائل نہ تھے۔ چونکہ انھوں نے سورج کو چھپتے دیکھا اور چاند اور سیارگان کو بھی چھپتے دیکھا اس لیئے ان کو معبود ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر بتوں کو دیکھا کہ وہ تو انسان کے خود تراشے ہوئے ہیں۔ پس ان کی پرستش کو بیجا اور بے معنی سمجھا۔ لہٰذا بت خانہ میں جا کر تمام چھوٹے بتوں کو توڑ دیا لیکن سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا۔ جب لوگوں نے ان پر بت توڑنے کا الزام لگایا تو انھوں نے کہا کہ اس بڑے بت سے پوچھو۔ لوگوں نے کہا یہ بت بولتے نہیں ہیں۔ حضرت بھی یہی کہلوانا چاہتے تھے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ جو بول نہیں سکتے اور تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے

توتم ان کی پرستش کس لئے کرتے ہو۔ لوگ قائل تو ہوئے لیکن حاکم نے حکم دیا کہ ان کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ وہ ڈالے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ آگ ٹھنڈی ہو جائے اور ابراہیم کو نقصان نہ پہنچے اور وہ سلامت رہیں۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ لہٰذا خدا کے حکم سے ابراہیم کو کوئی آنچ نہ پہنچی اور وہ سلامت رہے۔ پھر جب بڑے ہوئے تو انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ وہ بتوں کو چھوڑیں اور اللہ کی عبادت کریں مگر باپ نے کہا کہ میں تم کو گھر سے نکال دوں گا۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ میں جاتا ہوں اور آپ کے لئے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے۔ حضرت ابراہیم مع اپنی بیوی سارہ کے اور بھتیجے لوط اور ایک اور بھائی کے اُر کو چھوڑ کر ملک شام کے جنوبی حصہ میں جس کو آرام کہتے تھے۔ چلے گئے۔ اور وہاں ان کے پاس کچھ عرصہ میں بکریوں کا ریوڑ اور گائے بچھڑوں کا گلہ بہت بڑا ہو گیا۔ اور بہت سے غلام ان کے پاس ہو گئے تو حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کنعان کو آ گئے لیکن تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے غلاموں میں مویشی چگانے میں جھگڑا ہونے لگا۔ اس پر حضرت لوط جنوب کی طرف شہر سودوم کو چلے گئے اور حضرت ابراہیم اس مقام کے قریب رہنے لگے جہاں شہر ہبرون ہے جس کو خلیل الرحمٰن بھی کہتے ہیں۔ ان کی رہائش اس زمانہ میں ڈیروں میں ہوتی تھی تاکہ مویشی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں جہاں گھاس اور میدان کافی ہو اور دولت کا دارومدار مویشیوں اور غلاموں کی تعداد پر ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم

کے پاس چونکہ بہت مویشی اور غلام تھے اس لیے وہ دولت مند تھے۔ ایک دفعہ قحط اور خشک سالی کی وجہ سے یہ جانوروں کو چگانے ہوئے مصر کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ وہاں کا بادشاہ جو غالباً فرعون مصر کا ماتحت تھا۔ وہ ہر مسافر کو جس کی بیوی خوب صورت ہوتی تھی مروا ڈالتا تھا اور بیوی کو خود لے لیتا تھا۔ توریت کے لحاظ سے جب حضرت ابراہیم اس شہر میں پہنچے تو اپنی بیوی حضرت سارہ سے کہا کہ تم اپنے آپکو میری بیوی نہ کہنا بلکہ بہن کہدینا ورنہ تمھاری خوب صورتی کی وجہ سے میں مارا جاؤں گا۔ توریت کے لحاظ سے یہ بات سچ بھی تھی چونکہ حضرت سارہ بھی حضرت ابراہیم کے باپ کی ہی بیٹی تھیں۔ اگرچہ ان کی مائیں جدا جدا تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کالدیہ میں سوتیلی بہن سے شادی جائز تھی اور دو بہنوں سے ایک ساتھ بھی جائز تھی۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی اور بنی اسرائیل میں پھوپھی سے بھی جائز تھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران نے کی اس قسم کی شادیوں کی ممانعت اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کی معرفت توریت میں اور رسول اللہ صلعم کی معرفت قرآن پاک میں کر دی ہے۔

بادشاہ کو جب حضرت سارہ کے حسن کی خبر پہنچی تو اس نے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے انھوں نے کہا میری بہن ہے۔ اس پر بادشاہ نے ان کو مروایا نہیں لیکن حضرت سارہ کو ان سے لے لیا اور اپنے محل میں بھیج دیا اور بہت تحفے دیئے لیکن خدا کا ایسا حکم ہوا کہ وہ باوجود سارہ کے

کئی دن اس کے ہاں رہنے کے کوئی ناجائز حرکت ان کے ساتھ نہ کر سکا۔ حضرت سارہ نے بھی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کی بہن بتایا تھا۔ چند دن کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے تمام گھرانے پر بڑی آفت آنے والی ہے۔ چونکہ اس نے جس عورت کو ناجائز ارادہ سے اپنے یہاں رکھا ہے وہ درحقیقت حضرت ابراہیم کی بیوی ہے۔ بادشاہ بہت گھبرا گیا اور اس نے حضرت ابراہیم کو بلا کر دریافت کیا اور صاف صاف جواب مانگا۔ کہ آیا حضرت سارہ ان کی بیوی ہیں یا نہیں۔ اس پر انھوں نے صاف بتایا کہ بیوی ہیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ تم نے اور سارہ نے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جھوٹ نہیں تھا۔ چونکہ وہ بھی میرے باپ کی بیٹی ہے اور ہماری مائیں جدا جدا تھیں اس لئے ہم نے صرف ایک رشتہ یعنی ایک باپ کی اولاد ہونا بتا دیا تھا۔ اس ڈر سے کہ تو مجھ کو نہ مروا ڈالے۔ اب تجھ کو معلوم ہو گیا لہٰذا تجھے اختیار ہے کہ مروائے یا چھوڑے۔ بادشاہ نے اپنے خواب کا ذکر کیا۔ اور حضرت سارہ کو مع ان تمام اشیاء کے جو اس نے تحفہ میں دی تھیں واپس کر دیا اور حضرت ابراہیم کو ایک دوشیزہ لڑکی دی جس کا نام ہاجرہ تھا جو عربی روایت کی رو سے اس بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابراہیم مصر کی حدود سے واپس آ گئے۔ اور حضرت ہاجرہ سے شادی کر لی چونکہ حضرت سارہ نے بھی اس کی خواہش کی۔ توریت کے لحاظ سے حضرت ابراہیم کی عمر اس

وقت اسّی سال سے زیادہ تھی۔ اس لئے وارث کی ضرورت تھی۔ حضرت ہاجرہ کے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہو گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی ۸۶ سال ہو گئی تھی۔ حضرت ابراہیم کو حضرت اسمٰعیل اور ہاجرہ سے بہت محبت ہو گئی۔ اس پر حضرت سارہ کو حسد پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنے مہر کی شرط کو پورا کرنے کے واسطے کہا۔ وہ شرط یہ تھی کہ جو وہ کہیں گی وہ پورا کرنا ہو گا۔ حضرت سارہ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ وہ اپنے لڑکے اسمٰعیل اور بیوی ہاجرہ کو ایسے ویران مقام پر چھوڑ آئیں جہاں پانی اور زراعت نہ ہو حضرت ابراہیمؑ کے واسطے حالانکہ ایسا کرنا نہایت تکلیف دہ تھا لیکن ان کو اپنا وعدہ پورا کرنا بھی نہایت ضروری تھا۔ چونکہ خدا نے ان کو حکم دیا تھا کہ عہد شکنی کبھی نہ کرنا اور قرآن پاک میں بھی اللہ تعالےٰ نے اس کی بار بار ہدایت کی ہے اور ان لوگوں کو نیک اور مسلمان کہا گیا ہے جو اپنے وعدے پورا کرتے ہیں۔ خواہ ان کے پورا کرنے میں کیسی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ان کو بعد میں بڑا اجر دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے اس قصہ سے آگے معلوم ہو جائے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا حضرت ہاجرہ و اسمٰعیلؑ کو عرب لا کر چھوڑنا

حضرت ابراہیم فلسطین کے زرخیز ملک سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ

کو عربستان لائے اور یہاں دونوں کو کئی دن کی خوراک اور پانی کا مشکیزہ دیکر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے قریب اللہ پر بھروسہ کر کے چھوڑ گئے۔ توریت اور عربی روایات میں بہت فرق ہے۔ اور عربی روایات صحیح ہیں۔ چونکہ توریت کی کہانی دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً سوا سات سو سال بعد لکھی گئی ہے اس لئے ناقابل اعتبار اور خارج از قیاس ہے۔ جب پانی ختم ہو گیا اور دونوں کو پیاس کی شدت تھی تو حضرت ہاجرہ اسمٰعیل کو اس جگہ لٹا کر جہاں زم زم ہے صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر اور ان کے ارد گرد پانی کی اور کسی گذرنے والے قافلہ کی تلاش میں پھرنے لگیں لیکن نہ پانی ملا اور نہ کوئی قافلہ۔ تب بچّہ کو دیکھنے واپس آئیں تو اس جگہ جہاں بچہ نے پیر مارے تھے پانی کا سوت معلوم ہوا۔ انھوں نے گڑھا ہاتھ سے کیا۔ تو وہ پانی سے بھر گیا۔ اسی کا نام چاہ زم زم ہے۔ حضرت ہاجرہ نے اسمٰعیلؑ کو بھی پلایا اور خود بھی پیا۔ اس کے بعد گذرنے والے قافلوں کو پانی دیا اور ان سے خوراک ملی۔ ان کی اس طرح گذر ہوتی رہی۔

حضرت ابراہیم کا پھر لڑکے کو دیکھنے آنا اور خواب

حضرت ابراہیمؑ کو کچھ دن بعد بیٹے کی یاد نے ستایا تو دیکھنے آئے جب حضرت اسمٰعیل بارہ تیرہ برس کے لڑکے ہو گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔

انھوں نے بیٹے سے کہا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ بیٹے نے کہا جو حکم الٰہی ہے اسے پورا کیجئے۔ میں بخوشی اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے واسطے تیار ہوں۔ اس کے متعلق قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ دیا جاتا ہے اور یہی مُستند واقعہ ہے چونکہ کلام الٰہی ہے۔

سپارہ ۲۳۔ سورۃ الصّٰفّٰت۔ مکیہ۔ رکوع ۳۔ آیات ۱۰۰ لغایت ۱۱۱۔

(ابراہیم نے دعا مانگی) اے میرے پروردگار مجھ کو ایک لڑکا دے جو صالحین میں سے یعنی نیک بندوں میں سے ہو۔ پس ہم نے اس کو خوش خبری حلیم لڑکے کی دی (یعنی جو ہر بات آسانی اور خوشی سے برداشت اور منظور کر لے) جب لڑکا بڑا ہوا۔ ابراہیم نے کہا کہ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو خدا کی راہ میں قربان کرتا ہوں تو بتا تیری کیا رائے ہے۔

لڑکے نے کہا۔ اے میرے باپ تو اس کی تعمیل کر جو خدا تجھ کو حکم دیتا ہے۔ اور خدا نے چاہا تو تو مجھ کو صابرین میں سے پائیگا (یعنی صبر کرنے والوں میں)

پس جب دونوں خدا کے حکم کی تعمیل پر تیار ہو گئے اور (ابراہیمؑ) نے اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل لٹا دیا (یعنی ذبح کرنے کو) اس وقت ہم نے ندا دی کہ بس کر (یعنی ذبح نہ کر) اے ابراہیم۔ تو نے خواب

میں جو حکم پایا تھا اس کو پورا کر دکھایا۔ تحقیق ہم ان کو ایسا ہی انعام
دیتے ہیں جو ٹھیک کام کرتے ہیں۔ تحقیق یہ ایک ظاہر آزمائش تھی
اور ہم نے اس کو بدل دیا ایک بڑے ذبیحہ سے (یعنی مینڈھے کی
قربانی سے) اور ہم نے یہی ان کی آئندہ نسلوں کے واسطے مقرر کیا۔
سلامتی ہو ابراہیم پر۔ ہم ٹھیک کام کرنے والوں کو اسی طرح
انعام دیتے ہیں۔ بے شک وہ ان بندوں میں سے تھا جو مومنین
ہیں یعنی ایمان لائے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا مضبوط عقیدہ خدا پر

ان آیات الٰہی سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت
اسمٰعیل دونوں کا عقیدہ خدا پر کس قدر مضبوط تھا اور وہ دونوں اس کو خدا کا حکم سمجھ کر
کہ حضرت اسمٰعیل کو ذبح کیا جائے تیار ہو گئے لیکن درحقیقت یہ ان دونوں کی آزمائش
تھی۔ حضرت ابراہیم کا اس بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانا جو چھیاسی سال
کی عمر میں پیدا ہوا تھا کس قدر بڑی آزمائش میں کامیاب ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت اسمٰعیل کی عمر اس وقت تیرہ سال یا اس سے بھی کم تھی چونکہ اگلی آیت
میں ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوشخبری سنائی یعنی اس آزمائش کے
بعد۔ توریت کے لحاظ سے حضرت اسحاق کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم

کی عمر سو سال کی تھی۔ اس طرح حضرت اسمٰعیل حضرت اسحاق سے چودہ سال بڑے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اس واقعہ کے وقت تیرہ سال یا اس سے بھی کم عمر کے لڑکے تھے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی صفت

حضرت اسمٰعیل کا اس طرح اپنے آپ کو ذبح کرانے کے لئے تیار ہو جانا کس قدر مضبوطی ایمان کی دلیل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی تھی کہ مجھ کو ایسا لڑکا دینا جو صالحین میں سے ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لڑکا دیا جو حلیم ہے۔ حضرت اسمٰعیل خود باپ سے کہتے ہیں کہ تو مجھ کو صابرین میں سے پائے گا۔ پھر سورۃ الانبیاء رکوع ۶، آیات ۸۵ و ۸۶ میں اللہ تعالےٰ نے حضرات اسمٰعیل، ادریس اور ذالکفل کو صابرین اور صالحین میں سے فرمایا ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے حسب دعا حضرت ابراہیم ان کے بیٹے کو صالحین میں سے کیا اور خود حضرت اسمٰعیل کے اپنے کہنے پر صابرین میں سے کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے حلیم کیا۔ ایسے لڑکے کی جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے جس میں بہترین صفات موجود تھیں اور وہ بڑی آزمائش میں پورا اترا۔

قربان گاہ

وہ مقام جہاں حضرت ابراہیم قربانی کے لئے لے گئے تھے غالباً منیٰ کا میدان

تھا اسی لئے اس میدان میں آن کر حج کے زمانہ میں قربانی کی جاتی ہے۔ راستہ میں شیطان نے حضرت اسمٰعیل کو ورغلایا تھا کہ تمہارا باپ تم کو ناحق ذبح کرنا چاہتا ہے لیکن انھوں نے اس کی ایک نہ مانی اور اپنا استقلال قائم رکھا۔ اس لئے حاجی اس کی یادگار میں پتھر پھینکتے ہیں اور اس یاد کو تازہ بنا کر اپنے واسطے بھی یہی طریقہ اختیار کرنے کا وعدہ کرتے ہیں کہ جب کبھی ان کو شیطان نیک کام کرنے سے ورغلائے گا تو وہ بھی اس پر لعنت بھیجیں گے اور اپنے اس ارادہ کو اس طرح مصمم اور پختہ بناتے ہیں کہ شیطان پر پتھر پھینکتے ہیں۔ حاجیوں کو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ پتھر پھینکنا محض رسماً اور بے معنیٰ نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیل کا طریقہ اختیار اور پسند کر کے اس پر آیندہ پابند رہیں گے اور حج کے بعد چاہے شیطان ان کو کسی کام میں بہکائے وہ ہرگز اس کے پھندے میں نہ آئیں گے اور نہ بہکیں گے اور اپنا پتھر مارنا اور مصمم ارادہ کرنا ان کو یاد آجائے گا۔ اس ارادہ کو دل میں قائم کرنے سے اور اس پر عمل کرنے سے حج کی وجہ سے آدمی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر حج کے بعد بھی انسان شیطان کے پھندے میں پھنس گیا اور لوگوں کے ساتھ خلاف ایمان برتاؤ کرنے لگا تو اس کا ایمان بالکل کمزور اور خراب ہو جائیگا اور وہ مشکل میں پڑ جائیگا۔

حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش

اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو کئی موقعوں پر آزمایا اور وہ پورے اترے اس لئے ان کا نام آج تک دنیا میں ان کے چار ہزار سال بعد تک روشن ہے اور قیامت

تک رہے گا۔ ان کی اولاد میں بہت سے نبی ہوئے اور دنیا کا بہترین آدمی آخری نبی، آخری رسول، اللہ کا پیارا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم بھی ان ہی کی اولاد میں ہوا پہلی آزمائش ایمان کی اس وقت تھی جب آگ میں پھینکے گئے۔ دوسری وہ جب باپ نے گھر سے نکل جانے کے واسطے حکم دیا تیسری وہ جب حضرت سارہ نے اپنے مہر کے معاوضہ میں حضرت ہاجرہ اور بچہ اسمٰعیل کو گھر سے نکلوا کر ویران میں چھوڑوا دیا۔ چوتھی بہت سخت آزمائش کہ بڑھاپے میں پیدا ہوئے اکلوتے لڑکے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور حضرت اسمٰعیل بھی آزمائش میں پورے اترے ان کا تذکرہ اور ان کے برگزیدہ اعمال کا ذکر قرآن پاک میں اس لئے آیا ہے کہ مسلمان اس سے سبق سیکھیں اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالےٰ وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی کے کئے کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ اچھے کام کا معاوضہ کم از کم دس گنا دیتا ہے۔

ہر حاجی کو چاہیئے

لہٰذا ہر حاجی کو حج کو جانے کے وقت اور حج کے وقت اور واپس آنے کے بعد ان واقعات کو یاد رکھنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ بھی اپنی زندگی میں ہر آزمائش کے موقع پر پورا اترے۔

انسانی قربانی کا رواج حضرت ابراہیمؑ کا اس کے خلاف سبق

اللہ تعالےٰ نے اس طرح وہ مذموم حرکت جو کفار میں عام طور پر اور فلسطین میں خاص طور پر

انسان کے بچّوں کو بعال جس کو مولاک بھی کہتے ہیں اس پر بھینٹ چڑھانے کی تھی اور بچہ دیوی اور دیوتاؤں کو خوش کرنے کے واسطے مارا جاتا تھا یا جلتی آگ میں زندہ ڈالا جاتا تھا اور کسی کو لب کشائی کی ہمت نہ تھی اس کو اپنے خلیل کی معرفت مٹا دیا اور ممنوع قرار دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل کو بھی دکھا دیا کہ بیٹے کا ذبح کرنا ماں باپ کے واسطے کیا ستم ڈھاتا ہے۔ اور پھر ان کو اس فعل سے روک کر یہ بتا دیا کہ یہ صرف آزمائش تھی ورنہ اللہ تعالےٰ کو سچ مچ حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرانا منظور نہیں تھا نہ وہ اپنے کسی پیدا کردہ کو ذبح کرانا چاہتا ہے۔ انسان کے بدلے مینڈھے کو قربان کرا دیا جس کا گوشت انسان کی خوراک ہے۔ دنیا میں انسانی قربانی کے خلاف یہ پہلا سبق تھا۔ دنیا کی تاریخ میں اس سے قبل یہ سبق کہیں نہیں ملتا۔ ہندوستان میں تو اب بھی اکثر جاہل دوسروں کے بچوں کو دیوی یا دیوتا کے خوش کرنے کے لئے ذبح کر ڈالتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالےٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ چونکہ انھوں نے ندا آتے ہی ہاتھ روک دیا اور اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کی بجائے مینڈھے کو ذبح کیا۔ اور دنیا کو انسان کی قربانی کے خلاف سبق دیا۔

رسول اللہ صلعم کا تمام دنیا پر احسان

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد نے باوجود حج ہر سال منانے کے رفتہ رفتہ کفّار کی عادات اور خیالات اختیار کر لئے اور انسانی قربانی کو جائز سمجھنے لگے۔ رسول اللہ صلعم کا تمام دنیا پر اور اہل عرب پر بڑا احسان ہے۔ کہ انھوں نے اس سبق کو جو حضرت ابراہیمؑ

نے تین ہزار سال قبل سکھایا تھا اور جس کو دنیا بھول گئی تھی از سرِ نو مکمل طور پر سکھایا۔ اور دنیا بھر سے یہ رسم مٹا دی۔ ان کی امت نے دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ کر اللہ واحد کی پرستش سکھائی اور بعال یعنی مولاک اور دیوتاؤں کی پرستش مٹا کر یہ سبق سکھایا کہ انسان کی قربانی غلط ہے اور اس سے کوئی خوش نہیں ہو سکتا۔ اور صرف اس اللہ واحد کی پرستش کرنی چاہیے جو ہر ایک کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ اور وہی جب مارے گا تب آدمی مرے گا۔ وہ کسی کی جان لینے سے خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے مارنے کو قتل قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ کی ہی وجہ سے اور ان ہی کے طفیل سے انسان نے دنیا بھر میں یہ سبق سیکھا۔ ورنہ ان سے پہلے کفر ہر جگہ پھیلا ہوا تھا اور انسان کی قربانی کے خلاف کوئی سبق دینے والا نہ تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد خانہ کعبہ کی محافظ اور اُس میں بتوں کی پُوجا

حضرت اسمٰعیل کی اولاد عرب میں آباد ہوئی اور اس گھر کی محافظت کرنے لگی، جس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے مل کر خدا کی عبادت کے واسطے بنایا تھا جس کی بابت آیاتِ قرآن آگے تحریر ہوں گی۔ شروع میں تو اللہ ہی کی عبادت ہوئی، مگر رفتہ رفتہ اس میں تمام دنیا کے بت رکھ دیئے اور سب جگہ سے بت پرست اس کی عبادت کو آنے لگے۔ خانہ کعبہ کی تکریم تو بہت تھی لیکن وہاں بجائے اللہ واحد کی عبادت کے تین سو ساٹھ بت رکھے گئے اور روزانہ ایک جدا

بت کی پرستش ہوتی تھی اور سات دن سات ستاروں کے بتوں کی پرستش ہوتی تھی ہبل سب سے بڑا بت تھا جو سرخ عقیق کا بنا ہوا تھا۔ حاجی لوگ حج کرنے آتے تھے اور ان ہی تواریخ میں حج ہوتا تھا جن میں اب ہوتا ہے۔ اس طرح حضرات ابراہیم و اسمٰعیل کی یادگار تو قائم تھی لیکن حاجی بت پرست تھے اور برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے تھے۔ صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر دو بت بنائے گئے تھے۔ ایک مرد کا اور دوسرا عورت کا۔ اور جب ان پہاڑیوں کے درمیان حج کے زمانہ میں جاتے تھے تو ان بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اسی قسم کی اور حرکات رواج پکڑ گئی تھیں۔

ذیقعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم کے مہینے متبرک قرار دیئے گئے تھے اور ان مہینوں میں آپس کی لڑائی بند ہو جاتی تھی تاکہ جو لوگ دور دراز سے حج کے واسطے آئیں وہ محفوظ رہیں اور حج پر خراب اثر نہ ہو۔ عربوں میں مہمان نوازی اور شجاعت تو قدرتی طور پر بہت تھی۔ حج کے موقع پر ان دونوں خوبیوں کا مظاہرہ کافی طور سے کیا جاتا تھا لیکن اللہ کا نام لیوا کوئی نہ رہا تھا۔ چونکہ مکہ معظمہ تجارتی قافلوں کے راستہ میں تھا۔ اور مشرقی ممالک کی تمام اشیا مغربی ممالک کے واسطے اور مغربی ممالک کی مشرق کے واسطے یہاں ہی سے ہو کر گزرتی تھیں اور قافلے والے یہاں ٹھہرتے تھے اس لئے دنیا بھر کے بت پرست یہاں آتے تھے اور ان کی اوہام پرستی اور بت پرستی

کے واسطے سب قسم کے لوازمات اور بت موجود تھے۔

رسول اللہؐ نے کعبہ کو بتوں سے صاف کیا

رسول اللہؐ نے یہ سب بت توڑ دیئے اور خانہ کعبہ کو صاف کر کے پھر اس کو اللہ واحد کی عبادت گاہ بنا دیا جس کے واسطے حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ اور تعمیر کے وقت یہ دعا مانگتے جاتے تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ

اے ہمارے رب قبول کر ہم سے بے شک تو ہے

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

سب سننے والا اور سب جاننے والا

حج کی نوعیت فتح مکہ کے بعد سے آخری حج رسول اللہؐ کا ۱۰ھ

حج کی رسم تو رسول اللہؐ سے کئی ہزار سال قبل سے چلی آتی تھی لیکن تمام مذموم حرکات اور بت پرستی اس سے وابستہ ہو گئی تھیں۔ ۸ھ ہجری میں جب فتح مکہ ہوئی اس کے بعد سے حج کی نوعیت بالکل بدل گئی۔ اور احکامات الٰہی کے مطابق حج اور اس کی رسومات ہونے لگیں۔ خود رسول اللہؐ نے ۱۰ھ کے اخیر کا حج ادا کیا اس دفعہ ایک لاکھ چوبیس ہزار حاجی منیٰ کے میدان میں جمع ہوئے اور پیغمبر خدا کا آخری خطبہ

سُنا اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ چونکہ پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ آئندہ شاید تم لوگ مجھ کو نہ دیکھو گے۔ اور اسی زمانہ میں قرآن پاک کی آخری آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ

یعنی آج کے دن ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں

عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

اور تمہارے لئے اسلام کو دین تجویز کر دیا

یہ ایک قسم کی خبر تھی کہ اب رسول اللہ کی زندگی کا زمانہ ختم پر آگیا۔ چنانچہ حج کے تین ماہ دو دن بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔

حج کی بابت قرآن پاک کی آیتیں

حج کی بابت جو آیات کلام پاک میں آئی ہیں اب ان کا بامحاورہ ترجمہ بترتیب سورۃ و آیات قرآنی دیا جاتا ہے تاکہ ہر حاجی احکام الٰہی کو اپنی زبان میں سمجھ سکے۔ تشریح بعد کو کی جائے گی۔

سپارہ ۱، سورۃ البقر۔ رکوع ۱۵۔ آیات ۱۲۴ لغایت ۱۲۹

آیت ۱۲۴ ۔ اور یاد کرو کہ ابراہیم کو اس کے رب نے چند احکام دے کر آزمایا۔ جن کو اس نے پورا کر دیا۔ تب رب نے کہا کہ میں تجھ کو تمام آدمیوں کا امام بناؤں گا۔ ابراہیم نے التجا کی کہ میری اولاد کو بھی

بنانا۔ رب نے جواب دیا۔ کہ ان میں سے جو گنہ گار ہوں گے
ان کے لئے وعدہ نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۱۲۵ ۔ یاد کرو ہم نے ابراہیم کو مکان (خانہ کعبہ) دیا جس میں آدمی جمع
ہوں اور امن پائیں۔ اور مقام ابراہیم کو تم عبادت کی جگہ سمجھو۔
ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد لیا کہ وہ ہمارے گھر کو ان
لوگوں کے لئے پاک بنائیں جو اس کا طواف کریں یا اس میں
اعتکاف کریں۔ یا اس میں رکوع یا سجدہ کریں

آیت ۱۲۶ ۔ اور کہا ابراہیم نے کہ۔ اے رب میرے بنا دے اس شہر کو
امن والا اور روزی دے میوہ اور پھلوں کی اس میں بسنے والوں
کو جو ایمان لائیں خدا پر اور قیامت کے دن پر۔ اللہ نے کہا
کہ جو کوئی نافرمانی کرے گا اس کو تھوڑا سا فائدہ دوں گا۔
لیکن بعد میں دوزخ کا عذاب دوں گا۔ اور وہ جگہ داخل
ہونے والوں کے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔

آیت ۱۲۷ ۔ اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے تھے
تو یہ دعا مانگتے جاتے تھے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اے
رب ہمارے قبول کر ہم سے۔ بے شک تو ہے سب کچھ

سننے والا اور سب کچھ جاننے والا۔

آیت ۱۲۸ - اے ہمارے رب بنا ہم کو اپنا تابعدار مسلمان اور ہماری اولاد کو بھی بنا مسلمان جو تیرے حکم کے سامنے سر جھکائیں اور ہم کو حج کرنے کے طریقے سکھا اور۔ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اور توجہ فرما ہم پر بیشک تو ہے توجہ فرمانے والا اور نوازنے والا (یعنی توبہ قبول کرنے والا)

آیت ۱۲۹ - اور بھیجنا ان میں سے (یعنی ہماری اولاد میں سے) ایک رسول جو ان کو تیری آیتیں سنائے اور تیری کتاب اور حکمت (یعنی عقل کی باتیں) سکھائے اور ان کو پاک باطن بنائے۔ یقیناً تو ہے زبردست حکمت والا۔

رکوع ۱۶۔ آیت ۱۳۰ - اور کون پھر سکتا ہے دین ابراہیم سے سوائے اس کے جو پیدائشی کم عقل ہو۔ اور ہم نے ابراہیم کو پاک بنا دیا اس دنیا میں اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوگا۔

رکوع ۱۹۔ آیت ۱۵۸۔ بے شک صفا اور مروہ کی دونوں پہاڑیاں اللہ کی آداب گاہوں میں سے ہیں پس جو کوئی شخص حج یا عمرہ کرے تو اس کے لئے یہ گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کا طواف کرے۔ اور جو کوئی خوشی سے نیک کام کرے گا یقیناً اللہ تعالیٰ

اس کو جانتا ہے اور قدر کرتا ہے۔

رکوع ۲۴۔ آیت ۱۹۶۔ اور پورا کرو حج کو دیا۔ اور (عمرہ کو) اللہ کے لیئے لیکن اگر تم کو (کوئی وجہ اس کو پورا کرنے سے) روک دے تو جو کچھ تم سے ہو سکے وہ قربانی کے لیئے بھیج دو۔ اور جب تک قربانی کی چیز اپنی قربانی کی جگہ نہ پہنچے اس وقت تک اپنے سر نہ منڈواؤ۔ اور اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کی کھوپڑی میں کوئی مرض ہو (جس کی وجہ سے سر منڈانا ضروری ہو) تو اس کا بدلہ روزہ سے یا غریب کو کھلانے سے یا قربانی سے ہو سکتا ہے اور جب تم پھر چین کی حالت میں ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی عمرہ کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کو اس جانور کی قربانی کرنی چاہیئے جس کی اس میں مقدرت ہو لیکن اگر اس میں (جانور) کی قربانی کی استطاعت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے حج کے زمانہ میں رکھے اور واپس (مکان) جا کر سات دن اور روزے رکھے اس طرح دس روزے پورے کرے۔ یہ حکم ان لوگوں کے واسطے ہے جن کے مکانات خانہ کعبہ کے پاس نہیں ہیں۔ اور خدا سے ڈرو اور یاد رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

رکوع ۲۵ ۔ آیت ۱۹۷ ۔ حج کے واسطے جو مہینے ہیں وہ اچھی طرح معلوم ہیں پس جو
حج کرے وہ اس زمانہ میں نہ تو عورت کے پاس جائے نہ کوئی
گناہ کا کام کرے اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا کرے۔ جو کچھ نیک
کام کروگے اللہ کو سب معلوم ہو جائیں گے۔ اور اپنی زاد
راہ کے واسطے ذخیرہ کر لیا کرو (ان سے لیا کرو) بیشک
بہترین زاد راہ (سوال کرنے سے) بچنا ہے۔ اے عقل والو
اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی جب اس دنیا سے چلو تو بھی تمہارے
پاس زاد راہ نیک اعمالوں کی اور خیرات کی ہو)

آیت ۱۹۸ ۔ اس میں تمہارے لئے گناہ نہیں ہے کہ تم اللہ کی مہربانی سے
نفع پہنچنے کی خواہش کرو (یعنی ایمانداری کی تجارت
حاجیوں کے آرام و فائدہ کے واسطے مناسب نفع لے کر
کرو۔ دھوکہ دغابازی سے زائد نفع حاجیوں سے حاصل کرو
یا بلیک مارکیٹ کرو) اور جب تم عرفات سے لوٹو تو پاک
یادگار پر اللہ کی یاد کرو (یعنی مزدلفہ پر ٹھہر کر عبادت کرنا
اس طرح پر جیسے تم کو بتایا گیا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے تم
گمراہ تھے۔

آیت ۱۹۹ ۔ اس کے بعد تیزی سے اس جگہ سے واپس ہو جاؤ جہاں سے

واپس ہوتے ہیں اور اللہ سے معافی (اپنے گناہوں کی) مانگو وہ غفور الرحیم یعنی بخشنے والا ہے۔

آیت ۲۰۰ ۔ پس جب تم ارکان حج پورے کر لو تو اللہ کی یاد اس طرح سے کرو جیسے کہ تم اپنے باپ داداؤں کی یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ دل لگا کر کرو (عرب لوگ حج کے زمانہ میں اپنے باپ داداؤں کے شجاعت اور سخاوت کے قصے سناتے تھے اور قصیدے پڑھتے تھے اور ان پر فخر کرتے تھے) بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو سب کچھ اسی دنیا میں دیدے، ان کے لئے آخرت میں کچھ نہیں ہے

آیات ۲۰۱ و ۲۰۲ ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

"اے رب ہمارے دے ہم کو بھلائی اس دنیا میں اور دے بھلائی آخرت میں اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ یہی لوگ ہیں جن کو ان کے کئے کا اجر ملے گا اور اللہ حساب لینے میں جلدی کرتا ہے"

آیت ۲۰۳ ۔ اور جو دن مقرر ہیں ان میں اللہ کی یاد کرو اور اس کا ذکر کرو۔
لیکن اگر کوئی شخص جلدی کی وجہ سے دو دن میں واپس ہو جائے
تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر ٹھیرا رہے تو بھی گناہ نہیں۔ اگر
اس کا ارادہ نیک کام کرنے کا ہے۔ خدا سے ڈرو اور یاد
رکھو کہ تم کو لوٹ کر اس کے پاس جانا ہے۔

سپارہ ۴ ۔ سورۃ آل عمران ۔ رکوع ۱۰

آیت ۔ ۹۶ ۔ تحقیق انسان کے واسطے پہلا گھر اللہ کی عبادت کا بکہ (مکہ کا
پرانا نام) میں تھا جو برکتوں والا اور تمام عالم کی ہدایت کے
واسطے ہے۔

آیت ۹۷ ۔ جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ منجملہ ان کے مقام ابراہیم ہے۔
جو کوئی اس میں داخل ہوگا۔ وہ امن والا ہو جائے گا۔ اور اللہ
کے واسطے ان لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جن کو
اس تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔

سپارہ ۷ ۔ سورۃ المائدہ ۔ رکوع ۱۳۔

آیت ۹۸ ۔ اے ایمان والو جب تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو یا احرام باندھے
ہوئے ہو تو شکار نہ کھیلو۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ایسا کریگا۔
تو اس کو ویسا ہی اور اسی قیمت کا جانور جس کا تعین میں نہ

دو منصف مزاج آدمی کریں خانہ کعبہ کی (حرمت کے لئے)
قربانی کے واسطے دینا ہوگا۔ یا غریب آدمیوں کو کھانا کھلانا
ہوگا۔ یا اس کی برابر روزے رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے
کئے کو یاد رکھے (یعنی مزا چکھ لے)

آیت ۹۹ ۔ تمہارے اور مسافروں کے لئے سمندر اور پانی کا شکار
جو مفید ہے وہ جائز ہے (یعنی احرام باندھنے کی حالت
میں بھی) لیکن زمین کا شکار جب تک احرام باندھے ہوئے
ہو منع ہے۔

آیت ۱۰۰ ۔ اللہ تعالےٰ نے متبرک گھر (خانہ کعبہ) کو انسانوں کے واسطے
ایک امن کی قیام گاہ بنایا ہے۔ اور چند مہینوں کو اور
قربانی کے جانوروں کو متبرک بنایا ہے (ذیقعدہ۔ ذی الحج
محرم اور رجب متبرک مہینے شمار تھے۔ ان میں لڑائیاں بند
کر دی جاتی تھیں لیکن کفار مکہ نے فتح مکہ سے قبل اکثر اس
رواج سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس
کی بابت دوسری آیات قرآن پاک میں ہیں)

سپارہ ۱۷، سورۃ الحج۔ رکوع ۴

آیت ۲۶ ۔ دیکھو ہم نے ابراہیم کو متبرک مکان (خانہ کعبہ) یہ کہہ کر دیا

کہ تم کسی کو اللہ کا شریک اپنی عبادت میں نہ بنانا اور ہمارے گھر کو ان لوگوں کے لئے متبرک قرار دو جو اس کا طواف کریں اور جو (نماز کے واسطے) کھڑے ہوں یا رکوع کریں یا سجدہ کریں۔

آیت ۲۷۔ اور حج کا اعلان تمام آدمیوں میں کریں۔ تاکہ لوگ یہاں آئیں! اور وہ پیدل بھی آئیں گے اور اونٹوں پر بھی آئیں گے چاہے ان کو دور دراز ملکوں اور پہاڑی راستوں سے آنے میں سفر کی تکلیف یا تھکان کیوں نہ ہو۔

آیت ۲۸۔ تاکہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں اور گواہ ہو جائیں ان فائدوں کے جو ان کے واسطے ہیں اور مقررہ دنوں میں اللہ کا نام ان جانوروں پر لیں (یعنی ذبح کریں)، جو اللہ نے ان کو قربانی کے واسطے دیئے ہیں۔ اس میں سے خود بھی کھائیں اور فقرا کو بھی کھلائیں۔

آیت ۲۹۔ پھر ان کو وہ رسومات پوری کرنے دو جو مقرر ہیں اور ان کو اپنی نذریں پوری کرنے دو۔ اور پھر پرانے گھر کا طواف کریں۔

آیت ۳۰۔ یہ ہے حج۔ جو کوئی اس کی رسومات کی عزت کرے گا اس

کے لیئے اس کے رب کے پاس سے بھلائی ہے۔ حج کے
زمانہ میں تمہارے لیئے سوائے ان جانوروں کے جو ممنوع
ہیں باقی خوراک کے لیئے جائز ہیں لیکن بتوں سے اور جھوٹے
الفاظ سے پرہیز کرو۔

حج کی بابت، جو آیات الٰہی ہیں وہ اوپر تحریر ہوئیں۔ ان کے پڑھنے سے
معلوم ہوگا کہ بعض رسومات اس زمانہ میں مروج تھیں جن کو ہر شخص عربستان میں
جانتا تھا اس لیئے ان کی تشریح قرآن پاک میں نہیں کی گئی بلکہ ان کا حوالہ دے دیا
گیا ہے۔ بعض رسومات کو رسول اللہ نے خارج کر دیا اور بعض کو قائم رکھا صفا
اور مروہ دونوں پہاڑیوں کو اللہ نے اللہ کی نشانیاں فرمایا ہے اور ان کے
درمیان چلنا اور دوڑنا منع نہیں کیا۔ کفار عرب نے ان پہاڑیوں پر دو بت
بنا رکھے تھے۔ ایک مرد کا اور دوسرا عورت کا اور ان کی پرستش کرتے تھے جب
وہاں دوڑتے تھے۔ شروع میں مسلمانوں کو یہ رسم مکروہ معلوم ہوتی تھی۔ چونکہ اللہ
واحد کی پرستش کرنے والوں کو وہ رسومات جو کفار نے اپنی بت پرستی کی وجہ
سے قائم کرلی تھیں اسلام کے خلاف معلوم ہوئیں اور وہ صفا و مروہ کے درمیان
نہیں بھاگتے تھے۔ اس وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم ان کو اللہ کی نشانیاں
سمجھ کر ان کے درمیان بھاگو تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ یعنی پہاڑیوں میں کوئی متبرک پن
نہیں ہے اور نہ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ کسی پہاڑ کو متبرک سمجھے بلکہ اس خیال سے

یہاں دوڑے کہ اس سے وہ حضرت ہاجرہ کی پریشانی جو شدت پیاس سے تھی یاد کرے اور جیسا وہ اللہ پر قانع رہیں ویسے ہی حج کرنے والا آئندہ اپنی زندگی میں حج کے بعد ہر مصیبت اور مشکل میں قانع رہے اور خدا پر بھروسہ رکھے جس طرح اللہ نے ان کو زمزم کا پانی اس مشکل میں اس پر بھروسہ رکھنے کے عوض دیا اسی طرح اللہ تعالےٰ ہر اس حاجی کو اجر دے گا جو حج کرنے کے بعد ان روایات کے ذریعہ اپنی زندگی بھی درنیک بنا لے گا اور کسی حق العباد کو یعنی ان حقوق کو جو آدمیوں کے اس پر ہیں ان کو پامال نہ کرے گا۔ اللہ کی نشانیاں وہ بھی ہیں جو انسان کو نیک سبق سکھائیں اور برے کاموں سے روکیں۔ لہٰذا ان دونوں پہاڑیوں کو اللہ کی نشانی اس لیئے کہا گیا ہے کہ انسان ان سے صبر و استقلال۔ قناعت اور خدا پر بھروسہ رکھنے کا سبق حضرت ہاجرہ کے واقعہ سے سیکھے اور اللہ سے امید رکھے کہ اس کو بھی ویسا ہی اجر ملے گا جیسا اُن کو ملا۔

حج کی رسومات

۱۔ جس وقت اس حد پر مکہ جانے والے راستہ کی پہنچے جو مکہ سے [illegible] ہے اور جس کو میقات کہتے ہیں تو احرام باندھے یعنی مرد ہو تو سلے ہوئے کپڑے اتار کر دو بغیر سلی چادریں [illegible] سے نیچے تمام جسم کو ڈھکنے اور دوسری کندھے سے اوڑھی جائے۔

سر اور چہرہ کھلا رہے لیکن عورت سلا ہوا کپڑا بھی پہن سکتی ہے اور اس کا سر ڈھکا رہنا چاہیئے۔ احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا چاہیئے اور احرام باندھ کر دو رکعت نفل نماز پڑھنی چاہیئے۔ جوتا ایسا پہنے کہ پیر کی انگلیوں کے اوپر کی ہڈی نظر آئے۔ زبان سے اپنی نیت کا اظہار کرے کہ میں احرام حج کی غرض سے باندھتا ہوں اور دعا کرے کہ اے اللہ تو میرے لیئے حج کو آسان کر دے اور میرے حج کو جو سچے دل سے تیرے واسطے کرتا ہوں قبول کر لے۔

۲ ۔ مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ میں نماز نفل پڑھے۔

۳ ۔ خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کرے۔ جو اس جگہ سے شروع ہوتا ہے جہاں سنگِ اسود لگا ہے۔ طواف اس طرح کیا جائے کہ چلتے رہنے کے وقت خانہ کعبہ بائیں ہاتھ کی جانب رہے۔

۴ ۔ سات ذی الحج کو خطبہ ہوتا ہے جس میں حج کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں وہ سُنیں۔

۵ ۔ ۸ رذی الحج کو فجر کی نماز کے بعد حاجی منیٰ کو چلے جاتے ہیں اور رات وہاں گذارتے ہیں۔ یہ مقام مکہ معظمہ سے پانچ چھ میل ہے۔

۶ ۔ ۹ رذی الحج کو فجر کی نماز کے بعد حاجی عرفات جاتے ہیں یہاں پر کچھ دیر دوپہر کے بعد سے لے کر اگلے دن کی پو پھٹنے کے درمیان ٹھہرنا

ضروری ہے لیکن علی العموم حاجی یہاں پر جبل الرحمت کے پاس جو ٹھہرنے کی جگہ بنی ہیں وہاں قیام کرکے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں۔ اور سورج چھپنے کے وقت یہاں سے بغیر مغرب کی نماز پڑھے روانہ ہوجاتے ہیں اور اس مقام پر آتے ہیں جس کا ذکر سورۃ البقر کے رکوع ۲۵۔ آیت ۱۹۸ میں ہے اور اس کو پاک مقام کہا گیا ہے اور اس کا نام مزدلفہ ہے۔ یہ عرفات اور منیٰ کے درمیان واقع ہے یہاں مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھی جاتی ہے اور رات کو یہاں قیام کیا جاتا ہے۔ یہاں رسول اللہ ؐ نے بھی رات کو عبادت کی تھی۔

۷۔ ۱۰ ذی الحج کو بعد نماز فجر روانہ ہوکر پھر میدان منیٰ میں واپس آجاتے ہیں۔ اور مزدلفہ سے آتے ہیں پتھر کی کنکریاں اٹھا لیتے ہیں۔ منیٰ پہنچکر سات کنکریاں ایک ستون پر مارتے ہیں۔ اس کے بعد جس کو خدا نے قربانی کرنے کی حیثیت دی ہے وہ قربانی کرتا ہے۔ اور مرد حاجی اپنا سارا سر یا چوتھائی سر منڈاتے ہیں یا بالوں کو برابر برابر کٹوا دیتے ہیں۔ مگر عورت اپنے بالوں کی لٹ میں سے تقریباً ایک انچ کٹوا دیتی ہے اس کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے اور معمولی لباس پہن لیا جاتا ہے۔

۸۔ احرام کھولنے اور دوسرا لباس تبدیل کر لینے کے بعد اسی دن حاجی

مکہ معظمہ آن کر طواف کعبہ کرتا ہے اور دو رکعت سنّت مقام ابراہیم پر پڑھتا ہے۔

۹ ۔ اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑتا یا تیز چلتا ہے۔ اور پھر منیٰ کو جا کر وہاں رات گزارتا ہے اور ۱۲ ذی الحج تک وہاں قیام کرتا ہے۔

۱۰ ۔ ۱۱ و ۱۲ ذی الحج کو حاجی منیٰ میں تین ستون پر سات سات کنکر مارتے ہیں۔ اور ہر دفعہ بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ ستون ان مقامات پر بنائے گئے ہیں جہاں جہاں شیطان نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ اسی کی یادگار حاجی مناتے ہیں تاکہ آیندہ وہ بھی شیطان کے بہکائے میں نہ آئیں۔ اگر ۱۳ ذی الحج کو بھی کوئی حاجی منیٰ میں ٹھہرا رہے تو وہ ۱۳ کو بھی کنکریاں پھینکتا ہے۔

۱۱ ۔ علی العموم ۱۲ ذی الحج کو حاجی بعد نماز ظہر منیٰ سے مکہ معظمہ واپس آ جاتے ہیں۔ اور اپنے ملک کو واپس ہونے سے پہلے پھر ایک مرتبہ طوافِ کعبہ کرتے ہیں۔

۱۲ ۔ جس وقت احرام باندھا جائے اس کے بعد سے مرد زور زور سے اور عورتیں آہستہ آہستہ زبان سے عربی میں کہتے ہیں :-

لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ

لَبَّیْكَ - اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ -
لَا شَرِيْكَ لَكَ -

اگر حاجی کو عربی یاد نہ رہے تو اپنی زبان میں کہے۔ اس کے اردو معنی یہ ہیں :-

تیری تابعداری کے لیے میں یہ حاضر ہوں، اے میرے اللہ۔ میں یہ حاضر ہوں۔ میں یہ حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں تیرے ہی واسطے ہیں۔ اور تمام نعمتیں اور تمام جہان تیرا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ رسومات وہ ہیں جو کافروں کے زمانہ کی رسومات میں سے خارج کرنے کے اور تبدیل کرنے کے بعد اسلامی اصول کے تحت قائم رکھی گئی ہیں۔

حج کے لئے ضروری امر

لیکن ضروری امر جن کے بغیر حج نہیں ہو سکتا وہ یہ ہیں :-

(۱) احرام میقات یعنی سرحد پر باندھنا۔

(۲) طوافِ کعبہ کرنا۔

(۳) ۹ ذی الحج کو عرفات کے مقام پر کچھ دیر کے لیے ٹھہرنا۔

اس کے علاوہ مزدلفہ پر ٹھہرنا اور وہاں نماز پڑھنا اللہ کی طرف سے ہدایت

ہے اور مقام ابراہیم پر عبادت کرنا بھی قرآن پاک میں آیا ہے۔ اور اس کو متبرک مقام کہا گیا ہے۔ رسول کریمؐ کی محبت کی وجہ سے مدینہ طیبہ بھی جانا چاہیئے۔

عمرہ حج کے زمانے کے علاوہ کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے بعض لوگ حج سے قبل یا حج کے بعد مکہ معظمہ میں ٹھہر کر عمرہ بھی کر لیتے ہیں۔ عمرہ کے واسطے یہ ضروری ہے:۔

(۱) میقات پر احرام باندھے اور عمرہ کی نیت کرے۔

(۲) طواف کعبہ کیا جائے۔ سنگ اسود کو بوسہ دیا جائے۔

(۳) مقام ابراہیم پر نماز پڑھ کر صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ تیزی سے چلا جائے۔

(۴) چاہ زم زم پر جا کر تھوڑا سا پانی پیا جائے۔

حج اور عمرہ علیحدہ علیحدہ کرنے میں جانور کی قربانی ضروری نہیں ہے۔ لیکن جس کو خدا نے مقدرت دی ہے وہ کرتا ہے۔ اگر حج اور عمرہ ایک ہی احرام باندھنے کی حالت میں ملا کر کیئے جائیں تو قربانی کرنی چاہیئے ورنہ دس روزے رکھنے چاہئیں۔ جیسا کہ قرآن پاک کی آیتوں میں آیا ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔

حج پر غیر مسلموں کی نکتہ چینی

اکثر غیر مسلم جو اسلام میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں وہ حج کو اسلام میں فرض کرنے اور اس کی رسومات پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب اسلام میں اللہ کو ہر جگہ حاضر مانا گیا ہے تو ایسی حالت میں پیغمبر خدا نے حج کو اور اوہام پرستوں کی رسومات کو اس لیئے برقرار رکھا کہ ان کے ہم وطن لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ بعض کوتاہ اندیش مسلمان بھی ان غیر مسلموں کی گفتگو یا تحریرات سے متاثر ہو کر یہی کہنے لگتے ہیں۔

نکتہ چینیوں کا جواب۔ حج کی مصلحتیں اور اعلیٰ مقاصد۔ مکّہ اسلامی مرکز

اس لیئے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس میں کیا کیا مصلحتیں تھیں جن کی وجہ سے حج کو فرض قرار دیا گیا۔ اسلام سے پہلے عربوں کا قومی میلہ مکہ معظمہ میں، حج کے موقع پر ہوتا تھا۔ اور تمام عرب یہاں جمع ہو کر نہ صرف خرید و فروخت ہی کرتے تھے بلکہ اپنے باپ داداؤں کی شجاعت و سخاوت کے قصّے سناتے تھے! اور دوسروں کو اشتعال دیتے تھے۔ چونکہ قریش خانہ کعبہ کے محافظ تھے۔ اور وہی سارے میلہ کا انتظام کرتے تھے۔ اس لیئے تمام عربستان میں ان کا سب سے زیادہ اقتدار تھا اور وہی سارے ملک کے

لیڈر اور رہنما تھے۔ ان کی عزت نہ صرف سوسائٹی میں تھی بلکہ وہی پولیٹیکل رہنما بھی تھے اور حج کے زمانے ہی میں ان کو تجارت وغیرہ سے بہت نفع ہوتا تھا۔ حج کے موقع پر نہایت مذموم حرکات ہوتی تھیں۔ مثلاً برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرنا اور وہاں کے بتوں کی پرستش کرنا پھر صفا اور مروہ کے بتوں کو پوجنا وغیرہ۔ ان کو یہ ڈر تھا کہ اسلام کے پھیلنے سے یہ حرکات بند ہوں گی۔ اور بت پرستوں کا وہاں آنا بند ہو جائے گا۔ اور سالانہ میلہ بھی ختم ہو جائیگا۔ جو ہزارہا سال کے بعد اس ترقی پر پہنچا تھا کہ تمام دنیا کا مال وہاں آکر فروخت ہوتا تھا۔ اس طرح ان کا سارا اقتدار مٹ جائے گا اور تمام فائدے جو ان کو حاصل تھے وہ ختم ہو جائیں گے۔ اس ڈر سے وہ رسول اللہ ؐ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ اور چونکہ قریش و دیگر اہل مکہ کا اثر و دبدبہ تمام عربی قبائل پر تھا۔ اس لئے اشاعت اسلام ان کی مخالفت کی وجہ سے اچھی طرح نہیں ہو سکتی تھی۔ اور بغیر تمام عربستان کو مسلمان کئے دنیا میں تیزی سے اسلام پھیلنا ممکن نہ تھا۔ اس مخالفت میں کچھ کمی اس وقت ہوئی جب رسول اللہ ؐ پہلی مرتبہ مدینہ سے عمرہ کی نیت سے ۶ھ میں تشریف لائے لیکن ان کو حدیبیہ پر ہی رکنا پڑا۔ اور صلح حدیبیہ ہوئی جس کو اکثر مسلمانوں نے اپنے خلاف سمجھا مگر درحقیقت وہ اسلام کی ترقی کے واسطے بڑی جیت تھی۔ اس کی تائید میں سورۃ فتح نازل ہوئی اور اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

نے مسلمانوں کو اطمینان دلایا۔ اسی کے نتیجہ میں دو سال بعد مکہ فتح ہوا اور
دنیا بھر میں اسلام پھیلا۔

چونکہ اسلام وہی مذہب ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ نے اختیار کیا تھا
اور حضرت اسمٰعیلؑ کو سکھایا تھا اور مکہ ہی میں سب سے پہلا گھر
خدائے واحد کی عبادت کا بنا تھا اور اس کو مسلمانوں کا کعبہ بنا دیا گیا تھا۔
اور اس کی طرف منہ کر کے مسلمان نماز پڑھتے تھے لہٰذا فتح مکہ کے بعد اسی
کو مسلمانوں کا مرکز بنانا ضروری تھا۔ اس یادگار کو جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ
اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ سے ان کی قربانی کے متعلق تھی قائم رکھنا بھی
ضروری تھا۔ مرکز کے بغیر قوم کا اتحاد اور عروج نہیں ہو سکتا اور انتشار ہو جاتا
ہے۔ مکہ سے بہتر مرکز کون ہو سکتا تھا۔ مکہ کی عظمت تو تمام
اہل عرب کے دل میں تھی ہی۔ علاوہ اس کے دنیا بھر کے لوگ وہاں ہر
سال حج کے موقع پر جمع ہوتے تھے اس سالانہ اجتماع کو روکنا بالکل عقل
کے خلاف ہوتا۔ برخلاف اس کے اس اجتماع کو جاری رکھ کر اس سے مفید
کام لینا ہی عقلمندی تھا۔ جس طرح دریا کے بہتے پانی کو فضول ضائع ہونے
سے بچا کر نہروں میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اور ان سے کاشت کی زمین کو
سیراب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس سالانہ اجتماع سے مفید کام لئے
گئے۔ صرف خیالات کو تبدیل کر دیا گیا اور رسومات میں ترمیم کر دی گئی۔

اس اجتماع کے ذریعہ تبلیغِ اسلام کا موقع ملا۔ اور مسلمانوں میں جو دور دراز ممالک میں دوسری قوموں کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کے خیالات اور رسومات کا اثر ان مسلمانوں پر پڑ جاتا ہے وہ یہاں سالانہ مجمع میں آکر اور تبدیل حالات دیکھ کر رفع کر سکتے ہیں اس کا ان کو کافی موقع ملتا ہے۔ جس قدر بھی اختلافات خیالات میں پیدا ہو گئے ہوں وہ سب مسلمانوں کے ایک جگہ جمع ہونے سے مٹ جاتے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان جب ایک مرکز پر ہر سال جمع ہوتے ہیں تو سب اپنے آپ کو ایک قوم سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ علیحدہ علیحدہ ممالک میں سکونت رکھتے ہیں جیسے کسی شخص کے چار بیٹے ہوں اور چاروں دور دور ممالک میں روزگار کی وجہ سے سکونت رکھتے ہوں لیکن وہ اپنے باپ کے گھر کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ اور تقریب کے موقع پر سب جمع ہو کر آپس میں خوشی مناتے ہیں اور اگر ضرورت پڑے تو سب مل کر باپ کے گھر کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے باپ کی نیک نامی کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس سے ان میں یک جہتی ہوتی ہے۔ اور ان چاروں کی قوت ایک آدمی سے چوگنی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان خانہ کعبہ کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے۔ چونکہ وہ اس کا مرکزی گھر ہے بغیر اس کو قائم رکھے اسلام کی شان و شوکت میں فرق آتا ہے۔ یہ گھر اور مرکز یاد دلاتا ہے کہ یہاں حضرات ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے کیا کیا تکالیف بھگتیں اور کس طرح حکم الٰہی کی تعمیل کے واسطے تیار

رہے ہے۔ اور کس طرح اللہ تعالے نے ان کے ذریعہ دنیا کو انسانی قربانی سے بچایا۔ یہی وہ شہر ہے جہاں پہلا گھر خدا کا بنا اور تبلیغ اسلام شروع ہوئی۔ مکہ ہی وہ متبرک مقام ہے جہاں اللہ تعالے نے اپنے برگزیدہ آخری نبی رسولؐ کو پیدا کر کے دنیا بھر میں ان کی معرفت اللہ کی وحدانیت کی تعلیم پہنچادی۔ اسلام یہیں شروع ہوا۔ قرآن کی پہلی سورت یہیں نازل ہوئی۔ اور آخری آیت

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا بھی

یہیں نازل ہوئی۔ یعنی اسلام شروع بھی یہیں اور مکمل بھی یہیں ہوا۔ رسولِ کریمؐ یہیں پیدا ہوئے اور یہاں ہی اس آخری آیت سے ان کو خبر دی گئی۔ کہ ان کا مشن پورا ہو گیا۔ اور اب وہ جلد اپنے رب کے پاس واپس جائیں گے اس لیئے ہر مسلمان کے دل میں شوق ہوتا ہے کہ وہ اس مقام کی زیارت کرے جہاں رسول اللہ پیدا ہوئے۔ جہاں انھوں نے ہر قسم کی تکلیف اور سختی تیرہ سال برداشت کی۔ جہاں سے ان کو ہجرت کرنی پڑی۔ جہاں پر آٹھ سال کے اندر فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور مخالفین کو معاف کر کے دنیا کو معافی کا اعلےٰ سبق سکھایا۔ جہاں آخری حج کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے مجمع کو اپنا آخری خطبہ سنایا۔ اور اس میں آخری اور ہمیشہ ان پر عمل کرنے کے لئے احکامات بطور وصیت دیئے۔ یہ سب شان مدینہ منورہ

کو ہجرت کرنے کے دس سال کے اندر اسلام کی ہو گئی۔ لہذا مسلمانوں کے دلی شوق اور جذبہ کو پورا کرنے کے واسطے یہ کس قدر عقلمندانہ فیصلہ ہے، کہ سال میں ایک ایسا موقع ہو جب تمام دنیا کے مسلمان آکر ایک ساتھ ان مقامات کی زیارت کر کے اپنے دلی شوق کو بھی پورا کریں اور ایک دوسرے سے مل کر ان کے حالات سے آگاہی حاصل کریں اور تمام دنیا کے مسلمانوں میں اخوت اسلامی قائم رکھیں۔ یہ سالانہ موقع اُس ہی سالانہ اجتماع کو قائم اور جاری رکھنے سے ہو سکتا ہے جو رسول اللہ صلعم سے بھی زائد از دو ہزار سال قبل سے ہوتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی یادگار کے متعلق ان رسومات کو قائم رکھنا تھا جہاں تک کہ وہ اسلامی روحانیت کے مطابق تھیں اور جو اسلام کے خلاف تھیں ان کو خارج کرنا تھا۔

صفا و مروہ کو اللہ کی نشانیاں اس لئے خدا نے کہا ہے کہ یہاں صبر و شکر اور استقلال کا مظاہرہ ہوا تھا جو ہر مسلمان کو موقع آنے پر کرنا چاہیئے۔

منیٰ میں قربانی کرنا اور شیطان کے کنکریاں مارنا اس لیئے ہے کہ یہاں سے ہی وہ مذموم حرکت کہ انسان کو ذبح کیا جاتا تھا اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے لیئے دنیا سے خارج کر دی۔ اور یہاں حضرت اسمٰعیلؑ نے شیطان کے بہکانے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو ٹھکرا دیا۔ یہ واقعہ مسلمانوں کو

سبق دیتا ہے کہ وہ بھی شیطان کے ورغلانے میں کبھی نہ آئیں اور اس واقعہ کو یاد کر کے شیطانی وسوسہ کو دور کریں۔

عرفات کی پہاڑی اور میدان اس واقعہ کو یاد دلاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور اماں حوّا کا قصور معاف کر کے ان دونوں کو یہاں پھر ملا دیا اور اپنا رحم بنی نوع انسان پر یہاں سے شروع کیا۔

برابری کا سبق (مرنے کے بعد بھی برابری)

حج کا موقع ایسا ہے کہ یہاں پہنچ کر بادشاہ اور رعایا۔ امیر و غریب، عربی اور عجمی۔ آقا اور غلام۔ کالے اور گورے سب برابر ہو جاتے ہیں اور کسی انسان کو دوسرے پر فوقیت نہیں رہتی اور نہ کسی شخص میں دوسرے سے فرق ہوتا ہے اس سے انسانی برابری کا سبق ملتا ہے۔ ایسے ہی احرام باندھنے سے دل پر اثر ہوتا ہے کہ سب کو مرنے کے بعد اسی طرح قبر میں جانا ہے جو نہ معلوم موت کس وقت آجائے اس لئے آخری سفر کی تیاری بھی نیک کاموں سے کر لی جائے۔ چونکہ اللہ کے سامنے بھی سب اسی طرح یکساں اٹھائے جائیں گے جیسے احرام باندھ کر سب یکساں ہیں اس وقت دنیوی دولت و حشمت۔ عزت و وقار کچھ کام نہ دے گا۔ چونکہ دنیا کے ٹھکوسلے

سب یہاں رہ جائیں گے لیکن اللہ کے سامنے وہی عزت والا ہوگا جس کے اعمال اچھے ہوں گے اور اس دن کوئی آدمی رشتہ دار۔ دوست۔ نوکر۔ غلام۔ یا دولت کام نہ آئیں گے۔ مگر جس کے اعمال اچھے ہوں گے ان کو انعام ملے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَہُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝

یعنی اس دن لوگ گروہ گروہ ہیں حساب دے کر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھ لیں جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہے اس کو بھی دیکھ لے گا۔

مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی زیارت کا بھی ہر مسلمان کے دل میں شوق ہوتا ہے۔ یہ وہ متبرک مقام ہے جہاں رسول اللہؐ مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ اور جہاں کے لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ رسول اللہؐ

اور دیگر مہاجر مسلمانوں کا ساتھ دے کر اہل مکہ کے حملوں سے آپ کو بچایا۔ یہاں سے ہی تبلیغ اسلام زوروں کے ساتھ شروع ہوئی اور دس سال کے قلیل عرصہ میں سارے عربستان میں اسلام پھیل گیا۔ اور کچھ شام میں بھی اسلام پہنچ گیا۔ اسی مقدس مقام میں رسول اللہؐ نے سکونت اختیار کی! ور اپنا گھر بنایا۔ یہاں ہی آپ کا جسم اطہر مدفون ہوا۔ یہاں ہی آپکے وہ دوست امّتی مدفون ہیں جنھوں نے آپ کے بعد مسلمانوں کو منتشر ہونے سے بچا کر دنیا بھر میں تبلیغ اسلام جاری کر دی۔ یہاں سے ہی وہ اسلامی فوجیں روانہ ہوئیں اور ان کو احکام جاری ہوئے جنھوں نے دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتوں کا خاتمہ کر دیا! ایران کے بدتمیز اور مغرور شہنشاہ کسریٰ اور قیصر روم کی سلطنتیں یہیں سے جاری ہوئے احکام سے ختم ہوئیں۔ مصر سے یونانی حکومت ختم ہوئی۔ اور ان ممالک کے کفّار نے اسلام قبول کیا۔ یہیں رسول اللہؐ کی ازواج مطہرات اُمہات المومنین اور رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں اور صاحبزادہ ابراہیم اور نواسہ حضرت امام حسنؑ مدفون ہیں۔

ہر مسلمان ان بزرگ ہستیوں کی زندگیوں کے حالات سے اپنے لئے سبق حاصل کرتا ہے اور اس متبرک مقام پر جا کر ان تمام باتوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کو وہ اکثر سنتا ہے اس لئے مدینہ منورہ کی زیارت مسلمان کے جذبات کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ وہاں پہنچ کر اس کے جذبات اُس کو اُن لوگوں

کے قدم بقدم چلنے پر آمادہ کرتے ہیں جن کی بدولت آج مسلمان دنیا بھر میں چھائے ہوئے ہیں۔

اس لیئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے اور اسلام کے فائدہ کے لئے حج کو فرض قرار دیا ہے نہ کہ رسول اللہ ؐ نے اپنی قوم عرب کے فائدہ کی غرض سے جو لوگ معترض ہیں وہ کان کھول کر سُن لیں۔

قربانی اور اس کے مقاصد

قربانی کرنے سے اللہ تعالےٰ تمہارے ایمان کی آزمائش کرتا ہے نہ کہ وہ جانور کی جان یا گوشت یا خون کا خواہش مند ہے۔ سورۃ الحج کے رکوع۔ ۵۔ آیت۔ ۳۷ کا ترجمہ یہ ہے :۔

اللہ تعالےٰ کے پاس نہ ان کا (یعنی قربانی کے جانوروں کا) گوشت پہنچتا ہے نہ خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اور اللہ نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں اس لئے دیا ہے۔ کہ تم اللہ کی بڑائی کرو اس بات کی کہ تم کو ہدایت دی اور خوشخبری سنا دو ان تمام لوگوں کو جو اچھے کام کریں۔

اصل مقصد قربانی کی رسم کو ان لوگوں کے واسطے جائز رکھنے کا جن میں

اتنی مقدرت ہے کہ وہ جانور خرید کر قربانی کر سکیں یہ ہے کہ اول تو وہ دنیا کو یہ یاد
دلائیں کہ انسانی قربانی ممنوع ہو کر صرف جانور کا ذبیحہ جائز قرار دیا گیا جو انسان کی
خوراک کے لئے اللہ نے مخصوص کئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس خوشی کے موقع پر خود بھی سیر
ہو کر گوشت کھائیں اور ان غربا کو کھلائیں جن کو گوشت میسر نہیں۔ یہ کسی جگہ حکم نہیں ہے
کہ ضرورت سے زیادہ جانوروں کو ذبح کیا جائے۔ بلکہ اس کے برخلاف
قرآن پاک کی آیت سورۃ الاعراف کے رکوع ۳۔ میں اس کی ممانعت ہے جس
میں کہا گیا ہے۔ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِيْنَ ۝ یعنی کھاؤ اور پیو مگر خوراک کو برباد نہ کرو۔ تحقیق اللہ مسرف
کو یعنی خوراک کو برباد یا ضائع کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا

چونکہ جانور اللہ کے نام پر انسان کی خوراک کے واسطے قربان کئے جاتے ہیں نہ کہ اللہ
کو ان کے گوشت یا خون کی ضرورت ہے اسلئے قربانی کے گوشت کو ضائع کرنا اس آیت قرآنی کے
خلاف ہے۔ ضرورت سے زیادہ جانور ذبح کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اگر کسی حاجی کے ساتھ اتنا بڑا قافلہ
ہے کہ ایک جانور کا گوشت اس کی ضرورت کو پورا نہ ہوگا تو وہ بے شک اپنی ضرورت
کے واسطے ذبح کر سکتا ہے لیکن سورۃ الاعراف کی آیت کو یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضائع
کرنیوالے کو دوست نہیں رکھتا۔ خون اور گوشت کی بھینٹ تو کفار اپنے دیوتاؤں کے بتوں
پر ان کے خوش کرنیکو چڑھایا کرتے تھے اسلام میں اللہ واحد کی پرستش ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا
ہے وہ کسی جانور کے مارے جانے سے خوش نہیں ہوتا ہے نہ اس کو جانور کے گوشت اور

خون کی خواہش۔ نہ زیادہ جانوروں کو ذبح کرنے سے کوئی زیادہ ثواب دیتا ہے
اللہ تعالےٰ نے جہاں بہت سی اشیاء انسان کی غذا کے واسطے پیدا کی
ہیں وہاں چند جانور بھی انسان کی غذا کے لیے پیدا کیے ہیں جیسے کہ گوشت خور جانوروں
کی غذا کے واسطے بھی بعض جانور پیدا کیے ہیں پس وہ اسی سے خوش ہوتا ہے، کہ
ان کا جائز استعمال کیا جائے اور کوئی شخص حد سے نہ تجاوز کرے اور ضرورت سے
زیادہ ذبح کر کے خوراک کو ضائع کر کے خوراک میں کمی نہ کرے جس قدر انسان کی
آبادی بڑھتی ہے اسی قدر خوراک کے جانوروں کی تعداد بڑھنی چاہیئے لیکن جو
شخص ضرورت سے زیادہ ذبح کرتا ہے وہ اس بڑھوار کو روکتا ہے جس سے
آئندہ نسلوں کو نقصان ہوگا۔ اس لئے خدا کو یہ پسند نہیں چونکہ اس کی قدرت کے
اصول کے خلاف یہ امر ہے۔

اصل اصول قربانی کا نہیں بھولنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ انسانی قربانی جو مولاک
اور بعال کے پوجاری اور دنیا میں دوسرے دیوتاؤں اور دیوی کے پوجاری کرتے
تھے اس کو مٹا کر ایسے جانور یعنی مینڈھے کی قربانی کی گئی جو انسان کی خوراک ہے
تاکہ اس کو خود بھی کھائے اور ان غربا کو کھلائے جنھیں گوشت میسر نہیں آتا۔ ضرورت
سے زیادہ ذبح نہ کیا جائے۔ جانوروں کو کاٹ کاٹ کر پھینک دینا اسلامی
روحانیت کے مطابق نہیں ہے۔

چونکہ حج کا ذکر ہے اس لیے رسول اللہؐ کے آخری خطبہ میں سے جو

آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا اور ہدایت فرمائی کہ اس کو ہر مسلمان تک پہنچا دیا جائے اقتباسات دینا ضروری ہے۔ اس کو پڑھ کر ہر حاجی کو جب وہ منٰی کے میدان میں پہنچے گا رسول اللہؐ کی یاد تازہ ہو گی اور وہ یہ سمجھیگا کہ وہ نبی کریمؐ کے اس آخری پیغام کو ہر مسلمان تک جس سے وہ ملے پہنچائے اور سنائے۔

خطبۂ رسول اللہؐ حجۃ الوداع کے موقع پر

لوگو! توجہ سے سنو اور یاد رکھو۔ ممکن ہے کہ آیندہ مجھے تم سے ملنے کا موقع نہ مل سکے۔ تم جانتے ہو یہ کون دن ہے؟۔ یہ یوم نحر ہے (یعنی قربانی کا دن) تم جانتے ہو یہ کون مہینہ ہے؟۔ یہ متبرک مہینہ ہے۔ یہ کون مقام ہے؟۔ یہ مقدس مقام ہے۔

جس طرح تم اس دن کی۔ اس مہینہ کی اور اس مقام کی حرمت کرتے ہو اسی طرح ایک مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے اللہ تعالٰے تمہارے ہر ایک کام کا حساب لیگا۔

دیکھو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق تمہارے اوپر ہیں۔ ان کے ساتھ نرمی کرنا اور مہربانی سے پیش آنا۔

اور اللہ سے ڈر کر ان کے حقوق کا لحاظ رکھنا۔

غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلانا اور جو خود پہنو وہی ان کو پہنانا۔ ان سے کوئی خطا ہو تو در گذر کرنا یا ان کو جدا کر دینا وہ بھی اللہ ہی کے بندے ہیں۔ سختی ان پر روا نہیں۔

نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

تمہارے کسی بھائی کی کوئی چیز تمہارے لیۓ اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ رضامندی سے نہ بخش دے۔

دیکھو! ناانصافی نہ کرنا۔

میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے جس کو اگر تم مضبوط پکڑو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن ہے۔

لوگو! (۱) عمل میں خلوص (۲) مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی۔ (۳) اور جماعت میں اتحاد۔ یہ تین باتیں ایسی ہیں جو سینہ کو پاک رکھتی ہیں

تم کو لازم ہے کہ میرا کلام ان لوگوں کو پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ روایتاً کلام کو سنکر ان لوگوں سے زیادہ یاد رکھتے ہیں جو خود اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔

اس الوداعی خطبہ کے بعد آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تم سے سوال کرے گا کہ میں نے تم کو اس کے احکامات کی تبلیغ کی یا نہیں۔ تم لوگ اس کا کیا جواب دو گے؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ :-

یا رسول اللہ ہم گواہ ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیئے اور رسالت کا فرض ادا کیا۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور ہاتھ اٹھائے۔ اور تین بار کہا :-

"اے اللہ تو گواہ رہ"

حاجی کو چاہیئے واپسی پر خطبہ کو سُنائے

اس خطبہ کو پڑھنے سے ہر حاجی کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کو رسول اللہؐ کی یہ وصیت ہے کہ وہ حج سے واپس ہونے پر ہر شخص کو جس سے وہ ملے یہ پیغام پہنچائے اور ہدایت کرے۔ اپنے بچوں۔ پڑوسیوں۔ دوستوں۔ رشتہ داروں۔ اور جن جن سے ملے سب کو بتائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت اور آخری ہدایت ہے کہ :-

۱۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرو۔ کسی کی بے عزتی نہ کرو، نہ سختی کرو۔

۲۔ کسی مسلمان کا مال نہ چھینو، نہ چراؤ، نہ غصب کرو۔ نہ بغیر اس کی اجازت کے استعمال کرو۔ چونکہ رسول اللہ ؐ نے اس کو حرام قرار دیا ہے

۳۔ کسی مسلمان کو نہ قتل کرو۔ نہ اس کے جسم پر کوئی ضرب مارو جس سے اس کے خون نکلے یا ہڈی ٹوٹے۔

۴۔ کسی مسلمان کی بے آبروئی نہ کرو۔

۵۔ قرآن پاک کو معنی سمجھ کر پڑھو اور دیکھو اس میں تمہارے لئے کیا کیا احکام ہیں۔ اگر قرآن پاک پر قائم رہو گے تو نہ کوئی آپس میں اختلاف ہو گا نہ گمراہ ہو گے۔ قرآن پاک ہی ایسی مستند کتاب ہے جس میں زیر و زبر تک کا فرق نہیں اور ہر قسم کی ہدایتیں اس میں موجود ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے کہ اگر اس پر قائم رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

۶۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے عمل میں خلوص رکھے اور کام خود غرضانہ نہ کرے۔ اسلام کی ترقی اسی میں ہے، کہ مسلمان اس دنیا کو ایک عارضی رہائش کی جگہ سمجھ کر اپنے کام ٹھیک نیت سے کریں اور ان میں خلوص ہو۔ خود غرضی سے نیت کو نہ بگاڑے اگر کوئی شخص سو برس بھی جیا تو کیا۔ آخر فنا۔ آخر فنا۔

خودغرضی اور دغابازی ہی زوال کا باعث ہوتی ہے

۷۔ مسلمانوں میں سے اگر خیر خواہی جاتی رہے تو وہ منتشر ہو جائینگے اور دوسری قوموں کے غلام ہو جائیں گے۔ پچھلے دوسو سال کے مسلمانوں کے حالات پر غور کرو کہ مسلمانوں کا ہر جگہ زوال اسی وجہ سے ہوا ہے کہ بجائے مسلمانوں کی خیر خواہی کے خودغرض لوگوں نے اپنے اقتدار کو آگے رکھا۔ اور مسلمانوں کی بہبود کو کچلا۔ رسول اللہؐ کی نافرمانی کی وجہ سے خود بھی تباہ ہوئے اور سب مسلمانوں کو تباہ کیا

۸۔ سب مسلمانوں میں اتحاد ہونا چاہیئے۔

جب تک اس پر عمل ہوا اس وقت تک مسلمانوں کی ترقی دنیا میں بڑھتی گئی مسلمانوں کی طاقت مثل ایک سیلاب کے تھی اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی تھی لیکن جب عبداللہ بن سبا نے جو یہودی تھا اور اسلام میں رخنہ ڈالنے کی غرض سے ظاہرا مسلمان ہوا تھا سازشیں کرکے حضرت عثمان غنیؓ کو حج کا زمانہ شروع ہوتے ہی کئی دن پانی بند کرنے کے بعد شہید کرایا۔ اور مسلمانوں نے اس اصول کو کہ ذی الحج کے مہینہ میں لڑائی تک بند ہو جاتی تھی توڑ دیا اور رسول اللہؐ کی اس وصیت کو بھول گئے۔ کہ اتحاد رکھنا۔ اور دوسری وصیت کو کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردن نہ مارنے لگنا بالائے طاق رکھ دیا، تو

وہ جماعت جو متحد ہو کر تمام یورپ کو مسلمان کر لیتی خود آپس میں لڑ پڑی۔ صرف دو لڑائیوں میں یعنی جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں ایک لاکھ مسلمان آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کے ہاتھ سے مارے گئے اور وہ سیلاب جس سے کفار ڈرتے تھے اور مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اس کو سازشی یہودی نے اپنی پولیٹیکل چالوں سے تباہ کر دیا۔

رسول اللہ ؐ کی ہدایت اور وصیت پر عمل نہ کرنے سے یہ خراب نتیجے نکلتے ہیں۔ لہذا ہر حاجی کو چاہیئے کہ واپس ہونے کے بعد اپنے حلقہ سوسائٹی میں یہ تلقین کرے اور قیادت لے کر وہ۔

مسلمانوں میں اتحاد رکھے گا اور جہاں ذرا
بھی لغزش دیکھے گا وہاں خود جا موجود ہو گا
اور اتحاد کو نہ ٹوٹنے دے گا۔

اگر مسلمان اب بھی اس سے سبق حاصل نہ کریں اور علماء بھی فرقہ بندی پر اور اپنے ہی خیالات پر جمے رہیں۔ اور دوسروں کے خیالات کو ٹھکرائیں تو ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ رسول اللہ ؐ کی ہدایات کو جو خطبہ حجۃ الوداع میں ہیں نظر انداز

کر کے کبھی فلاح نہ پائیں گے اور اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماریں گے
تھوڑی سی ذاتی نمود یا کسی ذاتی دنیوی فائدہ کی خاطر قومی اتحاد کو بگاڑنا
عقل اور اسلامی روحانیت کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے پہلے
فرقہ بندی اس اقتدار کو حاصل کرنے کی غرض سے بنائی انھوں
نے اسس یک جہتی کی بنسیاد پہ کدال ماری جس کو رسول اللہؐ نے
بنایا تھا۔ اب جو شخص سبق حاصل ہو جانے کے بعد بھی ایسا کریگا۔
وہ اس سے بھی بدتر کرے گا۔

نہ بنگالی کو پنجابی پر فوقیت نہ پنجابی کو بنگالی یا سندھی یا پشاوری
یا بلوچ پر فوقیت ۔ ہر شخص کے اعمال اپنے ساتھ ہیں۔ جو مسلمانوں میں
کسی وجہ سے رخنہ ڈالے گا خواہ وہ صوبائی تعصب ہو یا فرقہ وارانہ
ہو وہ اسلام کا اور مسلمانوں کا ساتھی نہیں ہے۔

ہر حاجی کو چاہیے کہ وہ حج سے واپس آکر تمام حق العباد اور
قرضے ادا کردے۔ اور حج کے وقت یہ بھی دعا مانگے کہ :۔

اے اللہ تو مجھ کو ہدایت دے اور میری مدد کر کہ میں واپس
ہو کر تیرے رسول کے اس آخری پیغام کو جو اس نے
تمام مسلمانوں تک پہنچانے کی ہدایت کی تھی وہ میں
ہر ایک تک جو مجھے ملے پہنچا دوں۔ اور میری مدد کر

کہ مسلمانوں کو ان ہدایات پر عمل کرانے میں کامیاب ہوں
تو ہی مدد کرنے والا طاقتور ہے۔

اس پر عمل کرنے سے حاجی اپنے اپنے دائرہ میں مذہبی لیڈر ہو جائیں گے۔ اور وہ کام انجام دیں گے جو علماء بھی نہ دے سکے۔ اللہ ان کی مدد کرنے والا ہے۔

محمد یامین خان

از تصنیف: نواب سر محمد یامین خاں صاحب سی، آئی، ای۔ بیرسٹر ایٹ لا۔
سابق ممبر ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی غیر منقسمہ
ہندوستان۔ سابق ممبر کورٹ واگزیکٹو کونسل مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ و ممبر کورٹ دہلی یونیورسٹی

مصنف:۔ گاڈ سول اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام ورکرائسٹ
اینڈ میری ان القرآن وغیرہ

ناشران :- ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع :- ملک محمد عارف

مطبوعہ :- دین محمدی پریس لاہور

بار اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

سب تعریف اس اللہ پاک کے واسطے ہے جس نے انسان کو عقل و تمیز دے کر اپنے رسول کی معرفت انسانیت کا سبق سکھایا۔ جہاں اس نے کسی کو امیر اور کسی کو غریب بنایا ہے وہاں امیروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ یہ اُسی کے ہاتھ میں ہے کہ جس کو جیسا چاہے ویسا بنا دے۔ کُل ملک کا مالک وہی ہے جس کو چاہے پادشاہی، دولت۔ ثروت۔ حکومت دے اور جس سے چاہے سب چھین کر دربدر فقیر بنا کر پھر لئے۔ وہی عزت دیتا ہے اور وہی عزت دار سے عزّت چھین کر بے عزتی دیتا ہے۔ وہی رزق بے حساب دیتا ہے ؎

کوئی شاہ، کوئی امیر ہے کوئی بے نوا فقیر ہے

جسے چاہا جیسا بنا دیا تیری شان جل جلالہٗ

اس خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ہر انسان کا کام ہے اس شکریہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی دولت میں سے اس کے ان بندوں کو بھی دے جو امداد کے قابل ہیں۔

درُود

اللہ تعالےٰ تو اپنی تمام رحمتیں اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

پر بھیج جنھوں نے تیرے پیغام کو سچائی کے ساتھ انسانوں تک پہنچا کر ان کو انسانیت سکھائی اور مسلمانوں کو سچی راہ کے طریقے بتا کر ان کو دنیا کے واسطے ایک نمونہ بنایا۔ انسان ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر انسان کامل ہو جاتا ہے اور اس سے شیطان دور بھاگنے لگتا ہے۔ یہ سبق اللہ کے پیغمبر نے ہی سکھایا کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کے دکھ میں شریک ہو اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک حصہ دوسروں پر بھی خرچ کرے۔ اس اپنے سچے برگزیدہ رسولؐ پر اس کی آل پر اس کے اصحاب پر اس کے تمام سچے امتیوں پر اپنی نعمتیں نازل کر۔ تو رحمٰن و رحیم ہے

خادم قوم

محمد یامین خان

۷۸۶

زکوٰۃ

تمہید

منجملہ چار فرائض کے اسلام میں زکوٰۃ بھی ایک فرض ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج تین فرض اور ہیں جن کی بابت جلد ۱ و ۲ میں مفصل طور پر لکھا جا چکا ہے۔ نماز و روزہ تو ہر مسلمان پر فرض ہیں۔ حج صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو سفر کرنے کی طاقت اور استطاعت رکھتے ہیں اور راستہ بھی خطرہ سے خالی ہو زکوٰۃ اُن لوگوں پر فرض ہے جو صاحب حیثیت ہوں۔ کلام پاک میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے کہ کس حیثیت پر زکوٰۃ فرض ہے لیکن فقہا نے احادیث سے اس کی تفصیل نکالی ہے اور ہم کو اس میں کوئی رائے زنی کرنا منظور نہیں ہے۔ "اسلامی تعلیم" کا اصل مقصد قرآن پاک کی آیتوں کا ترجمہ مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا ہے اور اُن آیات کو اچھی طرح سمجھا دینا ہے اگرچہ پہلی دو جلدوں میں علاوہ آیات قرآنی کے احادیث وغیرہ کو بھی شامل کر کے اسلامی روحانیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس طرح اسلامی تعلیم کو ذہن نشین کرایا گیا ہے اس جلد میں چونکہ یہ ایک نہایت مختصر جلد ہے قرآن پاک کی آیتوں کا صرف حوالہ دیا گیا ہے بقیہ جو فقہا و اصحاب نے

زکوٰۃ کی حدود قرار دی ہیں ان کو تحریر کیا گیا ہے۔

سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک بھائی کا فرض دوسرے کیلئے

سب سے اوّل ہر مسلمان کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جملہ مسلمان بوجہ ایک امّت ہونے کے آپس میں بھائی بھائی ہیں مسلمانوں کو ایک جماعت بنانے کا مقصد یہ تھا کہ سب اپنے آپ کو مثل ایک خاندان کے سمجھنے لگیں اور ایک دوسرے سے اسی طرح وابستہ ہو جائیں جس طرح کہ ایک خاندان کے افراد ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں اور سب مل کر ان افراد کی امداد کرتے ہیں جو کسی وجہ سے خود اپنے اخراجات کے کفیل نہیں ہو سکتے بعض حالت میں ایک شخص باوجود پوری محنت و مشقت کرنے کے اس قدر آمدنی نہیں کما سکتا کہ جس سے وہ اپنی کثیر اولاد کا پیٹ پال سکے بعض وقت ایک آدمی پر چند بیواؤں کا اور چند خاندانی یتیم بچوں کی پرورش کا بوجھ آجاتا ہے اور اس کی آمدنی اس قدر نہیں ہوتی کہ وہ ان ذمہ داریوں کو برداشت کر سکے بعض وقت پردہ نشین بیوائیں ایسی ہوتی ہیں جن کے پاس کوئی ذریعہ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کا نہیں ہوتا بعض لوگ جسم کے کسی عضو کی خرابی کی وجہ سے روزی کمانے سے مجبور ہوتے ہیں مثلاً کوئی اندھا ہو یا لنگڑا یا لولا ہو اور غریب خاندان کا ہو کسی یتیم لڑکی کی تعلیم یا شادی کی ضرورت ہو بعض وقت ایک نہایت ذہین لڑکا ہوتا ہے جس کو اگر تعلیم ٹھیک ملے تو وہ فخر قوم بن جائے لیکن اس کے ماں باپ اس کو تعلیم دلانے

کی قابلیت نہیں رکھتے۔ غرضنکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ جن میں تمام خاندان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ مل کر مدد کریں۔ چونکہ رسول اللہؐ نے سارے مسلمانوں کو مثل بھائی بھائی بنایا اور وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد ہو گئے تو پھر کونسا بھائی ایسا ہو گا جو خود تو عیش و نشاط کی زندگی بسر کرے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو ننگا بھوکا دیکھے۔ لہذا جب کہ ایک شخص اسلام قبول کرتا ہے تو وہ ان تمام ذمہ داریوں کو قبول کرتا ہے جو اس پر بطور انسان کے اور بطور ایک مسلمان بھائی ہونے کے عائد ہوتی ہیں۔

زکوٰۃ کو فرض کس لئے کیا گیا

اس لیئے اسلام میں زکوٰۃ کو فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ سب مسلمان جن کی مالی حالت ایسی ہے کہ وہ دوسروں کی مدد کر سکیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ان بندوں کی امداد ضرور کریں جو امداد کے مستحق ہیں۔ اسلام کے اسی اصول سے یورپ کے ممالک نے فائدہ اٹھایا ہے اور بہت رقمیں غربا کی امداد پر خرچ کرتے ہیں۔ امریکہ کے مشن اور ہسپتال غریبوں کی مدد کر کے ان کو عیسائی مذہب کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اور کثرت سے عیسائی بناتے ہیں۔ بہت جگہ کواپریٹو سوسائیٹیاں اسی اصول کے تحت بنائی گئی ہیں۔ غرضنکہ دنیا میں طرح طرح سے غریبوں کی امداد کے ادارے قائم ہیں لیکن سب سے پہلے یہ اصول ادا اس

کے تحت میں ادارہ اسلام نے بنایا جس قدر بھی آدمی ہیں سب ایک ہی آدمی اور ایک عورت سے اللہ تعالےٰ نے پیدا کیئے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اور پہلے سب ایک ہی امّت تھے لیکن بعد کو تقسیم ہو گئے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ ہر مصیبت زدہ کی امداد کی جائے۔ خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ وہ بھی تو اسی خدا کا پیدا کردہ ہے جس نے مسلمان کو پیدا کیا اور اگر کوئی چیز خدا کی راہ میں دی جائے تو اس کا خیال ہونا چاہیئے کہ خدا ہی سب کو رزق دیتا ہے اور سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ اس لیے اگر ہم خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کریں تو اس میں کوئی تخصیص نہ کریں بلکہ اللہ کے پیدا کردہ ہر اس انسان کو خیرات کا مستحق سمجھیں جو اس زمرہ میں آتا ہے۔ کلام پاک میں الفاظ جدا جدا استعمال ہیں۔ صدقہ۔ خیر اور زکوٰۃ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نوعیت جدا ہے۔ صدقہ اور خیرات کے لیے فرمایا ہے کہ اُس قدر دو جس قدر تم دے سکتے ہو۔ خیرات کی بابت جس قدر آیات کلام پاک میں آئی ہیں وہ جلد چہارم میں جس میں احکاماتِ الٰہی درج کیئے گئے ہیں مندرج ہیں لیکن زکوٰۃ کی بابت جس قدر بھی آیات میں ذکر آیا ہے ان کا اس جلد میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ ایک خوشی کا دینا نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کی حیثیت اس کے دینے کے قابل ہے یہ ایک قسم کا ٹیکس ہے۔ اور یہ مسلمانوں کے فائدہ کے واسطے مخصوص ہے

خیرات تو ہر ایک کو دی جا سکتی ہے بلا اس لحاظ کے کہ آیا وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ لیکن زکوٰۃ مسلمانوں کی تنظیم کا ایک جزو ہے۔ چونکہ مسلمان سب بھائی ہیں لہذا ایک فنڈ ان مسلمانوں سے روپیہ حاصل کر کے جمع کیا جاتا ہے جو دینے کے قابل ہیں۔ اور یہ سالانہ ان مسلمانوں کی امداد پر خرچ ہوتا ہے کہ جو اس کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ ص کے زمانہ میں موجودہ قسم کی حکومت، تو تھی نہیں، کہ گورنمنٹ طرح طرح کے ٹیکس لگا کر ملکی انتظام کرے اس وقت تو مسلمانوں کی ایک برادری تھی جو سب آپس میں خوشی سے ایک دوسرے سے وابستہ تھے۔ لیکن مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی تنظیم شروع ہوئی اور جنگِ بدر اور جنگِ اُحد میں مسلمان شہید ہوئے یا زخمی ہو کر روزی کمانے کے لائق نہ رہے تو اُن کے بال بچوں کی پرورش کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد زکوٰۃ فرض ہوئی۔ لہذا ہر صاحبِ حیثیت مسلمان سے بطور چندہ یا ٹیکس ایک مقررہ رقم اس کی دولت سے وصول کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ص نے اس کو وصول کرنے کے واسطے آدمی مقرر کیے اور ہدایت کی کہ کس قدر رقم کس حیثیت پر وصول کی جائے۔ قرآنِ پاک میں رقم کا کوئی تعین نہیں ہے لیکن رسول اللہ ص

کے فعل سے اس کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ کل رقم مسلمانوں کے فائدہ کے واسطے استعمال ہوتی تھی اور یہ مسلمانوں کا ہی فنڈ اور ملکیت ہے جس کا فائدہ صرف مسلمان اٹھا سکتے ہیں۔ اب چونکہ کوئی ایسی جماعت صاحبِ اقتدار نہیں ہے کہ جو اس رقم کو جمع کر کے جملہ مستحق مسلمانوں پر خرچ کرے۔ اس لیے ہر شخص خود اپنے آپ جس کو مستحق سمجھتا ہے دیتا ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات جن میں زکوٰۃ کا ذکر ہے

قرآن پاک کی مفصلہ ذیل آیات میں زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے اور یہ بھی دو طرح سے ہے۔ اوّل ان لوگوں کو اچھا کہا گیا ہے جو زکوٰۃ دیتے ہیں۔ دوئم یہ کہ ان لوگوں کو مسلمان نہ سمجھا جائے جب تک وہ زکوٰۃ دینے پر رضامند نہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ ان جملہ آیات میں زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ نماز کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ہر جگہ نماز کا قیام اور زکوٰۃ دینا ساتھ ساتھ شامل ہے۔ یہ سب آیات اُن سورتوں میں سے چند میں ہیں جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ مکّی سورتوں میں سے کسی سورت میں زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے۔ چونکہ وہاں کوئی تنظیم جداگانہ نہیں تھی اگرچہ

نماز مکّہ ہی میں فرض ہو گئی تھی۔

تفصیل آیاتِ قرآن جن میں علاوہ اور چند کے زکوٰۃ کا ذکر ہے :-

سپارہ	سورت	رکوع	آیت بلحاظ سورت
۱	البقرۃ ۲	۱۰	۸۳
۱	البقرۃ ۲	۱۳	۱۱۰
۲	البقرۃ ۲	۲۲	۱۷۷
۳	البقرۃ ۲	۳۸	۲۷۷
۱۰	التوبہ ۹	۱	۵
"	"	۲	۱۱
"	"	۳	۱۸
"	"	۹	۷۱
۲۲	الاحزاب ۳۳	۴	۳۳

اس کے علاوہ سورت التوبہ کے آٹھویں رکوع ۸ میں آیت ۶۰ میں تفصیل ان لوگوں کی دی گئی ہے جن کو صدقہ دیا جائے اور اس کے معنے یہ ہیں :-

صدقات تو مفلسوں ۱ اور محتاجوں ۲ اور کارکنانِ ۳ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ ۴ قلوب منظور ہو اور نیز غلاموں ۵

کو آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں اور خدا کی راہ اور مسافروں کی مدد میں بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں جو لفظ صدقات کا ہے اس کے معنی فقہا نے زکوٰۃ اور خیرات دونوں لیئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے یہ آٹھ قسم کے شخص مقرر فرمائے جن کی امداد زکوٰۃ کے روپیہ سے ہونی چاہیئے۔

دوسری آیاتِ قرآن میں یہ دیا گیا ہے کہ مفلسوں اور محتاجوں میں کون پہلا مستحق ہے اور اس کے بعد کون ہے۔

اس زمرہ میں سورۃ البقر کے رکوع ۲۲ - آیت ۱۷۷ جس کا حوالہ اوپر آچکا ہے اس میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے :-

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی اس میں ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور نبیوں پر۔ اور خدا کی محبت میں اپنے مال میں سے خرچ کرو۔ اپنے اقربا (یعنی رشتہ داروں اور قربت والوں پر) اور یتیموں پر اور مسکینوں پر اور راہ گیروں پر اور سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کو آزادی دلانے پر اور نیکی ہے نماز مستقل طور سے پڑھنے میں اور زکوٰۃ دینے میں اور اپنے معاہدوں کو پورا کرنے میں اور دکھ تکلیف

مصیبت۔ ہیجان کی حالت میں مستقل مزاج رہنے اور صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنے میں۔ یہی لوگ سچے ایمان دار اور متقی ہیں۔

اس آیت میں دو قسم روپیہ خرچ کرنے کی ہیں۔ اول تو ان چھ قسم کے آدمیوں پر جو الغایتہ ۶ نمبر تک درج ہیں۔ دوم یہ کہ لفظ زکوٰۃ ان اخراجات کے بعد آیا ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول قسم خیرات ہے جو انسان کی اپنی خوشی پر منحصر ہے کہ وہ خدا کو خوش کرنے کے لئے جو چاہے خرچ کرے۔ اور دوسری قسم زکوٰۃ ہے جو کہ لازمی ہے لیکن یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ نیک کام کیا گیا ہیں۔ منجملہ ان کے زکوٰۃ ہے جو ان لوگوں کو دی جائے جن کی تفصیل درج ہے۔

رسول اللہؐ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں زکوٰۃ

رسول اللہؐ اور خلفار راشدین کے زمانہ میں مسلمان خیرات تو اپنی خوشی سے کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کا روپیہ بیت المال (یعنی مسلم قوم کا خزانہ) میں داخل ہوتا تھا۔ اسی کو اسلامی حکومت بطور ٹیکس جمع کرتی تھی، اور حکومت ہی اس کو خرچ کرتی تھی۔

رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بعض عربی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا باوجود اس کے کہ انھوں نے اسلام

نہیں چھوڑا تھا۔ حضرت صدّیق اکبر نے ان کے خلاف فوج بھیجی اور سخت سزائیں دیں اور اس وقت معافی دی جب وہ زکوٰۃ دینے پر رضامند ہو گئے۔

اس زمانہ میں صرف یہی ایک ٹیکس مسلمانوں پر تھا اور غیر مسلم پر جزیہ تھا جو زکوٰۃ سے بہت کم تھا۔

زکوٰۃ کن کن چیزوں پر اور کس قدر واجب ہے

اب زکوٰۃ کی تعداد اور یہ کہ وہ کن کن اشیاء پر دی جائے تحریر کی جاتی ہے یہ فقیہہ اصحاب نے مقرر کی ہے۔

۱۔ زکوٰۃ اس مال پر ہے جو کسی مسلمان کے پاس ایک سال پورا رہا ہو یعنی ایک شخص کے پاس کچھ مہینہ دس ہزار روپیہ اور کچھ مہینہ پندرہ ہزار روپیہ اور کچھ مہینہ بیس ہزار روپیہ رہا۔ تو درحقیقت اس کے پاس پورے سال تک دس ہزار رہا اور اسی پر زکوٰۃ واجب ہوئی۔

۲۔ زکوٰۃ ڈھائی روپیہ سیکڑہ مالیت پر واجب ہے۔ نہ کہ آمدنی پر مثلاً جیسا اوپر بیان ہوا کہ دس ہزار پر زکوٰۃ واجب ہوئی تو ڈھائی روپیہ سیکڑہ کے حساب سے سال بھر میں ڈھائی سو روپیہ زکوٰۃ ہوئی۔

۳۔ زکوٰۃ اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس کم از کم ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی پورے سال رہی ہو جس کے

پاس اس سے کم سونا یا چاندی رہا ہو وہ زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہے۔

۴۔ موتی و جواہرات اس حالت میں زکوٰۃ سے مستثنےٰ ہیں جب کہ وہ بطورِ زیور استعمال ہوں لیکن اگر تجارت کے واسطے استعمال ہوں تو ان کی قیمت کا اندازہ سونے اور چاندی سے ہو گا اور اس کا تخمینا اسی طرح ہو گا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ سال بھر اس کے پاس رہا ہو۔

۵۔ تجارت کے مال۔ مویشی۔ اونٹ۔ بکریوں نقد روپیہ پر بھی زکوٰۃ اسی حساب سے دی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ چونکہ زمانہ قدیم سے علماء نے یہ تعداد مقرر کر دی ہے اس لیئے ہم اس میں کوئی ترمیم پیش نہیں کرتے لیکن ہم یہ ضرور خیال کرتے ہیں کہ جو تناسب سونے اور چاندی میں علماء نے مقرر کیا تھا وہ ان کے زمانہ کے اقتصادی حالات کے تحت ٹھیک تھا لیکن فی زمانہ ساڑھے سات (۷ ½) تولہ سونے اور ساڑھے باون (۵۲ ½) تولہ چاندی میں کوئی مناسب تناسب نہیں ہے۔ سونا ایک تولہ تقریباً سو روپیہ میں آتا ہے۔ جس کے معنے ہوئے ساڑھے سات سو روپے کی مالیت لیکن چاندی کی قیمت تقریباً ڈیڑھ روپیہ تولہ ہے جس کے معنی ہوئے تقریباً اسّی روپیہ کی مالیت۔

اس تناسب کے برابر نہ ہونے کے علاوہ سوداگری کی اشیاء کی قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہو گا کہ آیا وہ سونے میں کی جائے یا چاندی میں، چونکہ روپیہ تو اس زمانہ میں نہ تو رائج تھا نہ اس کا کوئی ذکر ہے۔ ہر چیز کی قیمت کا حساب سونے یا چاندی سے ہی لگایا جا سکتا تھا۔ ان مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے بھی ہم رائے زنی کرنا نہیں چاہتے اور زکوٰۃ دینے والے پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اپنے لئے جو بہتر سمجھے وہ کرے۔

خادم قوم

محمد یامین خان

اسلامی تعلیم

جلد چہارم

احکاماتِ الٰہی مندرج قرآنِ کریم

مصنفہ

نواب سر محمد یامین خان صاحب سی، آئی، ای۔ بی، اے۔ بیرسٹر ایٹ لا۔
سابق ممبر و ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی لیجیلیٹو اسمبلی دہلی غیر منقسمہ ہندوستان و
سابق ممبر اگزیکٹو کونسل و کورٹ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ و کورٹ دہلی یونیورسٹی
مصنف گاڈ سول اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام کرائسٹ
اینڈ میری۔ ان۔ قرآن وغیرہ
ساکن میرٹھ وارد حال کراچی

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع

ملک محمد عارف

مطبوعہ

دین محمدی پریس لاہور

بار:- اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

تمام تعریفیں اس اللہ پاک کو ہیں جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا
اور جملہ کائنات کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے انسان کے مطیع کیا۔ وَسَخَّرَ
لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ
حتیٰ کہ فرشتوں سے بھی سجدہ کرایا یعنی اُن پر بھی آدم کو فوقیت دی اور انسان
کو وہ علم دیا جو فرشتوں کو بھی نہ دیا تھا۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ انسان کو
علم کے ساتھ عقل بھی عطا فرمائی اور ان دونوں نعمتوں کی وجہ سے وہ اپنے پیدا
کرنے والے اور پالنے والے کو جو پیدا کرنے کے بعد موت بھی دے گا اور
پھر دوبارہ زندہ کر کے اعمال کا حساب لے کر نتیجہ دے گا۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ انسان کے پر نہیں
ہیں لیکن ہوا میں اڑنا سکھایا۔ پانی سے بھاری ہے لیکن پانی پر تیرنا اور غوطہ
لگانا سکھایا۔ بھاری بھاری چیزوں کے جہاز بنا کر اس میں بہت وزنی
اسباب لیجانا اور سفر کرنا سکھایا۔ اب وہ کشتی جو پانی کے اندر ہی اندر
چلے بنانی سکھائی۔

ہَوا اور بجلی کی قوت پر قابو دیا جس سے دور دراز ملک کی آواز ایک دم سُن سکے اور جو وہاں گزر رہا ہو وہ گھر بیٹھے آلہ کے ذریعہ دیکھ سکے۔ بغیر تیل بتی کے بجلی کی روشنی کر سکے اور مشینوں کو برقی قوت سے چلا سکے۔ انسان کے جسم کے اندر کا حال ایکس رے سے دیکھ سکے سینما میں چلتی پھرتی بولتی تصویریں دکھا سکے۔

انسان قدرتی طور پہ جسمانی لحاظ سے ایک نہایت کمزور جاندار ہے جس پہ محال کی مکھی اور تتیا یعنی زرد اور سرخ بھڑ تک حملہ کرتے ہیں اور انسان اپنے قدرتی اعضا سے اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن اپنے علم کے ذریعہ اس نے وہ وہ چیزیں اور ہتھیار ایجاد کئے جن کے استعمال سے وہ ہر جاندار پر قابو یافتہ ہو گیا۔ بڑے بڑے طاقتور جانوروں کو مطیع کر لیا۔ ہاتھی کی گردن پہ بیٹھ کر اس کو ہنکاتا ہے۔ اور ہر قسم کا کام لیتا ہے۔ شیر کو پنجرہ میں بند کر کے سرکس میں اُس سے کھیل کراتا ہے۔ ریچھ اور بندر کو نچواتا ہے۔ چیتے اور باز سے شکار کھلواتا ہے۔ سانپ کو بین کی آواز پہ نچاتا ہے۔ چوہے سے ڈول کی رسّی کھچواتا ہے۔ غرضکہ ہر جانور پر اللہ کے دئیے ہوئے علم کی وجہ سے قابو پالیا۔

پہلے بارود کے ہتھیار بنائے تھے اب ایٹم کے بھی ٹکڑے کر ڈالے۔ کچھ دن ہیں سورج کی شعاعوں کو آئینہ اور میگنیفائنگ گلاس یعنی آتشی شیشہ کے ذریعہ قابو میں لا کر ان کی قوت کو کھانا پکانے اور مشینوں کو چلانے

کے واسطے استعمال کیا جائے گا۔ مصنوعی چاند روزانہ دنیا کے چاروں طرف گھومے گا۔ انسان اپنے تعلقات دوسرے سیاروں سے پیدا کرے گا۔

یہ سب علم اُس کو اُس پاک پروردگار نے دیا جس نے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

یعنی انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے نہایت موزوں صورت میں بنایا اور نَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ پھر اس میں اپنی روح میں سے روح پھونک دی۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے اس پیدا کرنے والے اور علم دینے والے کی قدرت کاملہ کو سمجھے اور اس کے احکامات کی تعمیل کرے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو علم ہر بات کا دیا ہے۔ اس کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ جملہ نعمتیں اُس کو اس دنیا کی آسائش کے واسطے دی ہیں اور وہ سب یہیں رہ جائیں گی ؏

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

انسان کو مرنا ضرور ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی جئے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ اس کی دولت۔ عزّت۔ مال۔ اسباب۔ اولاد سب یہاں رہ جائیں گے صرف اس کے اعمال ساتھ جائیں گے اور اللہ تعالےٰ جل شانہٗ اپنے رحم و کرم سے سزا و جزا دے گا۔ وہی ہر تعریف کے قابل ہے۔

درود

تمام درود نبی کریم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہو جنھوں نے

دنیا کو بتایا کہ وہ پیدا کرنے والا کون ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ اور آخری
نبی اور رسول منتخب کر کے دنیا کو سبق سکھانے کے واسطے اپنا مکمل پیغام دیکر
بھیجا۔ جن کے طفیل سے ساری دنیا یہ سمجھنے لگی کہ انسان کیا چیز ہے اور اس
میں کیا کیا قوتیں اس کے پیدا کرنے والے نے رکھی ہیں۔ انسان اپنی ہستی کو
سمجھ کر اپنے پیدا کرنے والے کو سمجھنے لگا۔ جب تک انسان خود اپنے آپ کو
نہ سمجھے وہ پیدا کرنے والے کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ رسول مقبول صلعم نے انسان کو وہ
تمام راز جو اس کی تخلیق میں پنہاں ہیں بتا دیئے اور اس طرح پیدا کرنے
والے کو سمجھنے کا اور اس کے احکامات کو سمجھنے کا راستہ کھول کر انسان
کو سبق دیا۔ اس لیئے وہ رحمت اللعالمین ہیں۔

انسان جب اپنے پیدا کرنے والے کو سمجھنے لگتا ہے تو یہ
بھی سمجھنے لگتا ہے کہ وہ اس مخلوق کا جو خالق نے پیدا کی ہے ایک
ادنےٰ سا جزو ہے اور اس کے اوپر بہت سی باتیں فرض ہیں جن کو
انجام دیئے بغیر وہ مجموعی مشین کام نہیں دے سکتی جس کا یہ ایک پرزہ ہے جس
مشین کا نام سوسائیٹی یا جماعت ہے۔ اس لیئے انسان کو تمام پیدا کردہ
اشیاء سے تعلق رکھنا ضروری ہے اور خاصکر دوسرے انسانوں سے
ان تعلقات کو قائم کرنے کے لیئے اللہ تعالےٰ نے اصول بنا دیئے
ہیں جن پر خود عمل کر کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو

دنیا کیواسطے ایک نمونہ پیش کیا ایسے راہبر و ہادی پر لاکھوں سلام۔

تمہید

قرآن پاک میں چند احکامات ایسے ہیں جن کا انسان کی روزمرہ زندگی سے تعلق ہے اور اُن پر عمل کرنیکا حکم ہے۔ ہر حکم کی بابت جس قدر آیات ہیں وہ ایک جگہ جمع کردی گئی ہیں اور ہر ایک مضمون کے متعلق آیات جملہ سورتوں سے اخذ کر کے ان کا آسان بامحاورہ ترجمہ دیا گیا ہے تاکہ اردو بولنے والا آسانی سے سمجھ سکے۔ جلد اول و دوم و سوم میں احکامات نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ واضح طور پر لکھے جا چکے اور اعتقادِ اسلامی بھی جلد اول میں دیا گیا ہے۔ نکاح، طلاق و وراثت اس کے بعد کی جلدوں میں ہیں۔ بقیہ تمام احکامات اس جلد میں ہیں۔ چھوٹی چھوٹی جلدیں اسلامی تعلیم کی اس لئے کی گئی ہیں تاکہ جو شخص چاہے وہ اس ہی مضمون کی کتاب حاصل کرلے اور ایک گھنٹہ میں تمام احکامات پڑھ لے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناچیز کو یہ جلدیں لکھنے کی ہمت عطا فرمائی اور اس جلد کو آج بروز دوشنبہ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۷۴ھ بمقام یامین مینشنس بلاک ۲ ناظم آباد کراچی میں اختتام پر پہنچایا۔

خادم قوم

محمد یامین خان

ترجمہ اردو زبان با محاورہ	نمبر آیت	رکوع	سورت	نمبر سپارہ
مسلمان متوازن امت ہیں				
پس ہم نے تم کو (مسلمانوں کو) ایک ایسی اُمت بنایا ہے جو ٹھیک متوازن ہے تاکہ تم دوسرے تمام لوگوں کے واسطے ایک (نیکی اور اخلاق کا) نمونہ بنو۔ اور رسول اللہؐ تمہارے لئے مثال ہیں۔	۱۴۵	۱۷	البقر	۲
قرآن کو ادب سے سنو				
جب قرآن پڑھا جائے تو اُس کو کان لگا کر سنا کرو اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور اپنے پروردگار کی یاد صبح و شام پوری طرح دل و دماغ سے متوجہ ہو کر انکساری کے ساتھ اور دھیمی آواز میں کیا کرو اور غافلوں میں سے نہ بنو۔	۲۰۴ و ۲۰۵	۲۴	الاعراف	۹
ماں باپ کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان کرو۔ شیخی				

				نہ مارو
۵	النساء	۶	۳۶	اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور رشتہ داروں۔ یتیموں۔ محتاجوں۔ پڑوسی رشتہ داروں۔ پڑوسی غیر رشتہ داروں ہمنشیں رفیقوں، مسافروں اور اپنے مملوکوں (یعنی نوکروں) کے ساتھ احسان کرو۔ یقیناً اللہ اُس کو پسند نہیں کرتا جو اترانے والا۔ شیخی مارنے والا ہو۔
				حکم مانو اللہ۔ رسولؐ اور حاکم کا
۵	النساء	۸	۵۹	اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا اور اُن کا جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں۔
				اللہ کی عبادت اور ماں باپ کی تعظیم۔ فضول خرچی شیطانی کام
۱۵	بنی اسرائیل	۳	۲۳ تا آیۃ ۲۹	تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور

۱۵	بنی اسرائیل	۳		اپنے ماں باپ پر مہربانی سے پیش آؤ جب دونوں یا ان میں سے ایک تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں۔ اُن سے کوئی لفظ سختی سے نہ بولو اور نہ اُن کو جھڑکو بلکہ اُن سے تہذیب اور اخلاق سے گفتگو کرو محبت و مہربانی کے ساتھ اپنا کندھا انکساری سے ان کے سامنے جھکا دو اور اللہ سے دعا کرو کہ اے مولا تو اُن پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھ کو پرورش کرنے میں جب میں چھوٹا سا تھا میرے اوپر رحم کیا تھا اور قرابت داروں کو اُن کا حق دو ـــ اور محتاجوں اور مسافروں کی مدد کرو لیکن اپنی دولت فضول خرچی میں مت اڑاؤ۔ بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں جو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ نہ تم اپنے ہاتھ کو مثل کنجوس کے اپنی گردن سے بندھا رکھو اور نہ اتنا فراخ دلی

۱۵	بنی اسرائیل	۳		سے دراز کرو کہ تم ملامت شدہ نادار ہو کر بیٹھ جاؤ
				فضول خرچی اور بخل
۱۹	الفرقان	۶	۶۷	خدا کے نیک بندے وہ ہیں جو کہ جب خرچ کرتے ہیں تو بے جا فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ بخل اور کنجوسی کرتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔
				بیجا خرچ اور رشوت
۲	البقرہ	۲۳	۱۸۸	تم اپنی دولت کو اپنے بڑھیا کھانے پر شیخی مارنے کے واسطے خرچ نہ کرو۔ اور حاکموں کو رشوت دینے میں خرچ نہ کرو تاکہ اس کے ذریعہ سے ناانصافی کرا کر دوسروں کا مال دیدہ و دانستہ مارو۔
				سچی گواہی دو خواہ کسی کے خلاف ہو
۵	النساء	۲۰	۱۳۵	اے ایمان والو تم انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے واسطے سچی گواہی دینے والے

				ہو جاؤ۔ چاہے گواہی تمہارے اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو یا تمہارے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ یا امیر یا غریب کے خلاف ہو چونکہ خدا دونوں کی حفاظت کر سکتا ہے انصاف میں اپنی نفسانی خواہشات کے تابع نہ ہو۔ اگر تم انصاف کے معاملہ میں زبان دباؤ گے یا بچو گے تو یقیناً خدا اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔
٦	المائدہ	٢	٩	اے ایمان والو ہو جاؤ۔ اللہ کے لیئے اس بات پر قائم کہ تم سچی گواہی دو گے اور تم کو کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے گی کہ تم انصاف سے پھر جاؤ اور اس کی وجہ سے غلط کام کرو۔ انصاف کیا کرو چونکہ وہ پرہیزگاری کے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرو چونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

امانت و گواہی

٣	البقرہ	٣٩	٢٨٣	اگر کوئی شخص دوسرے کے پاس امانت

میں چیز رکھائے تو امین کو اپنے رب سے ڈرنا چاہیئے اور امانت کو بغیر خیانت کئے واپس دیدینا چاہیئے۔ گواہی کو مت چھپاؤ۔ اور اگر کوئی شخص سچی گواہی دینے سے انکار کرے گا تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔				
امانت واپس دو اور انصاف کا فیصلہ دو جب حاکم ہو یقیناً اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کو ادا کرو جن کی امانتیں تمہارے پاس ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان حاکم بنو۔ تو فیصلہ انصاف کے ساتھ کرو۔ بے شک اللہ تم کو کیسی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً وہ ہر بات سنتا اور دیکھتا ہے۔	۵۸	۸	النساء	۵
انصاف اور احسان کا حکم۔ **بیحیائی۔ بغاوت۔ عہد شکنی قسموں کو توڑنے کی ممانعت۔**				

۱۴	النحل	۱۳	۹۰ تا آیت ۹۶	بے شک اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے انصاف کا اور احسان کا اور قرابت والوں کی مالی امداد کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور بڑے کاموں اور بغاوت کو نصیحت کرتا ہے تم کو تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور پورا کیا کرو اللہ کا عہد جب آپس میں عہد کیا کرو۔ اور قسموں کو بعد پکا کرنے کے مت توڑو۔ چونکہ (قسم سے) تم اللہ کو ضامن کر چکے ہو۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور نہ بنو اس عورت جیسے جس نے اپنا کاتا ہوا سوت جب وہ مضبوط ہو گیا تو اس کو توڑ ڈالا۔ اور اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کا ذریعہ نہ بناؤ اس واسطے کہ کہیں تم میں ایک گروہ سے دوسرا گروہ اس میں سبقت نہ لے جائے۔ بس اللہ تعالےٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے

اور قیامت کے دن تم پر وہ سب باتیں ظاہر کردیگا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور قسموں کو فساد کا ذریعہ مت بناؤ جس کی وجہ سے کسی کا قدم جم جانے کے بعد نہ پھسل جائے اور اپنے عہد و پیمان کو کسی بھی رقم کے معاوضہ میں جو ایک حقیر چیز ہے فروخت نہ کرو۔ چونکہ اللہ کے یہاں سے جو انعام ملے گا وہ بڑا ہے اگر تم اس کو سمجھ سکو۔ **معاہدہ کو تحریر میں لاؤ**				
اے ایمان والو جب تم کوئی معاملہ آپس میں کرو جس کی تکمیل میں ادائیگی ایک خاص مقررہ مدت کے بعد ہوگی تو اس معاہدہ کو تحریر میں لے آؤ۔ ایک کاتب اس معاہدہ کو جو فریقین میں ہو ٹھیک ٹھیک اس طرح لکھے جیسا کہ اس کو بتایا جائے۔ کاتب کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے چونکہ خدا نے اس کو	۲۸۲ ۲۸۳	۳۹	البقرہ	۳

لکھنا سکھایا ہے اس لیئے اس کو لکھنا چاہیئے۔
تحریر اُس شخص کے کہنے کے مطابق ہونی چاہیئے
جس پر اینڈ ادائیگی کی ذمہ داری
ہے۔ کاتب اور لکھانے والے کو چاہیئے کہ خدا
سے ڈرتا رہے اور لکھنے میں کسی ذمہ داری کو کم
نہ کرے لیکن اگر وہ شخص جس پر ادائیگی کا بوجھ پڑتا
ہے بیوقوف یا کمزور ہو یا اس
میں معاہدہ لکھانے کی عقل نہ ہو تو اس کا
ولی معاہدہ کو انصاف کے ساتھ ٹھیک
ٹھیک لکھائے۔ اور اپنے آدمیوں میں سے دو
کی گواھی کرالو۔ اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو
ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کرالو
جن کو تم گواہی کے واسطے موزوں سمجھ کر
پسند کرتے ہو۔

اگر ایک گواہ بھول جائے تو دوسرا اُس کو
یاد دلادے۔

گواھوں کو گواہی دینے سے انکار

۳	البقرہ	۳۹	۲۸۲ ۲۸۳	نہیں کرنا چاہیئے۔ آیندہ پورے ہونے والے معاہدوں کو خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے لکھانے میں تساہل یا غفلت نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ منصفانہ طریقہ ہے اور بہتر قسم کی شہادت ہے۔ اور آسان ہے اور تم اس سے شک میں نہیں پڑو گے۔ لیکن اگر کوئی معاملہ ایسا ہو کہ جس میں ادائیگی نقد اور تکمیل فوری ہو تو اس کے تحریر میں نہ لانے سے کوئی برائی نہیں مگر جب نقد اور فوری ادائیگی کا معاملہ ہو تو بھی گواہ بنا لیا کرو۔ گواہوں اور کاتب پر کوئی کسی قسم کا تشدد نہ کیا جائے اور ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارا گناہ کا کام ہوگا۔ اور تمہاری بری حرکت ہوگی۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور خدا ہی تم کو سکھاتا ہے اور ہر بات سے واقف ہے۔

٣	البقرہ	٣٩	٢٨٣	اگر تم سفر میں ہو اور تم کو کوئی کاتب دستیاب نہ ہو تو چیزیں رہن کر کے قبضہ میں دیدو۔
				اولاد کو مارنا۔ زناکاری اور قتل کی ممانعت۔ پورا تولنے۔ ناپنے اور یتیم کے مال کی حفاظت کی ہدایت
١٥	بنی اسرائیل	٤	٣١ لغایۃ ٣٩	١۔ اپنی اولاد کو اپنی ناداری کی وجہ سے نہ مارو۔ ہم اُن کو بھی اور تم کو بھی روزی دیتے ہیں۔ بے شک ان کا مار ڈالنا بڑا گناہ ہے ٢۔ اور نہ پاس جاؤ زنا کے چونکہ وہ بے شک بہت بے حیائی کا کام ہے اور بری راہ ہے جو دوسری بری راہیں کھولتا ہے۔ ٣۔ اور نہ جان لو اس کی جس کا مارنا حرام کیا گیا۔ بجز انصاف کے واسطے (یعنی قانون کے ذریعہ) ٤۔ اگر کوئی شخص ناحق قتل کیا جائے اُس کے ورثا کو ہم نے حق دیا ہے لیکن اس کو چاہیئے کہ جان (بدلے میں) لینے میں حد و[illegible]

سے تجاوز نہ کرے چونکہ اُس کی امداد (قانون سے) کی گئی ہے۔ ۵۔ اور تم یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ سوائے اس کے کہ اُس کو ترقی دینے کی غرض سے جب تک وہ سنِ بلوغ کو پہنچے۔ ۶۔ اور پورا کرو وعدہ بے شک اس کی باز پرس ہوگی۔ ۷۔ اور پورا ناپو جب تم کسی چیز کو ناپو۔ ۸۔ اور ٹھیک تولو صحیح ترازو سے یہ بات بہت بہتر ہے اور آخر انجام میں فائدہ مند ہے۔ ۹۔ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ چونکہ ہر بات کی جو تم سنو گے یا دیکھو گے یا دل میں لاؤ گے تم سے پرسش کی جائے گی۔ ۱۰۔ اور زمین پر شیخی مارتے، اکڑتے ہوئے نہ چلو۔ چونکہ نہ تو تم زمین کو	″	۴	بنی اسرائیل	۱۵

				چیر ڈالو گے اور نہ اونچائی میں پہاڑ کی برابر ہو جاؤ گے۔
				یہ سب باتیں تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بناؤ۔
				پورا تولو اور ٹھیک ناپو
۱۲	ہود	۸	۸۵	(کہا حضرت شعیبؑ نے) اور اے میری قوم پورا کیا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ۔ اور لوگوں کو چیزیں اُس سے کم نہ دو جو اُن کا حق ہے اور ملک میں فساد مچاتے نہ پھرو۔
				مسلمان کو قتل کرنے والا جہنمی
۵	النساء	۱۳	۹۲	کوئی مسلمان ہرگز دوسرے مسلمان کو قتل نہ کرے۔
				لیکن اگر (غیر مسلم سمجھ کر) غلطی سے کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کر دے تو اس پر لازم ہے کہ:-
				۱۔ ایک مسلمان غلام یا مسلمان لونڈی کو آزاد

کرے اور ۲۔ مقتول کے خاندان والوں کو خون بہا (یعنی نقد معاوضہ) دے لیکن خاندان والوں کو اختیار ہے کہ وہ خون بہا معاف کردیں۔ اگر مقتول مسلمان ایسی قوم سے ہے جس کی تم سے دشمنی ہے تو ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا کافی ہے لیکن اگر وہ ایسی قوم کا ہے جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے تو خاندان والوں کو خون بہا بھی دیا جائیگا اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد بھی کرنا ہوگا۔ اگر کسی کے پاس مالیت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے بطور توبہ کے رکھے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اگر کوئی جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کریگا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالےٰ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا۔ اور اسکے لئے بڑا عذاب	″	″	″	″

				تیار کیا ہے۔
				چور کی سزا
۶	المائدہ	۶	۴۱، ۴۲	چور مرد ہو یا عورت چوری کی سزا اللہ کی طرف سے تنبیہہ کے طور پر یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔
				لیکن اگر چور اپنے جرم کی توبہ کرے اور آئندہ اپنا چال چلن ٹھیک رکھے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم والا ہے۔
				(یعنی اگر چور اپنے جرم کا اقبال مجسٹریٹ کے سامنے کر کے وعدہ کرے کہ آئندہ چوری نہ کرے گا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے اور کم سزا دی جاوے لیکن اگر اقبال جرم نہ کرے تو اس کے معنی ہوں گے کہ توبہ نہیں کرتا۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے اور اگر ایک مرتبہ توبہ کر کے بچ جائے اور دوبارہ پھر جرم کرے تو اللہ کی مقررکردہ سزا ملنی چاہیئے)

۲۲	احزاب	۸	۵۹	**برقع یا چادر اوپر اوڑھنا** اے پیغمبر کہدو اپنی بیویوں اور لڑکیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہ جب وہ باہر جاویں اپنا اوپر کا لباس (برقع یا چادر) پہن لیں۔ یہہ آسان ہے کہ وہ پہچانی جاویں تاکہ ان کو کوئی نہ چھیڑے۔
۱۸	النور	۴	۳۰ و ۳۱	**شرم وحیا عورتوں کے واسطے** اور کہدو مسلمان عورتوں سے کہ اپنی اپنی آنکھیں نیچی کریں (جب کسی مرد کا سامنا ہو) اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔ اور نہ ظاہر کریں اپنا جوبن (یعنی جسم کا حصہ) سوائے اس کے جو کھلا رہتا ہے۔ اور ان کو چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالیں۔ اور اپنی زیبائش حسن کو ظاہر نہ کریں غیروں پر سوائے اپنے خاوندوں کے، یا اپنے باپوں کے یا خاوندوں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی ملازمہ عورت

〃	〃	〃	〃	یا ان غلام مردوں کے جن میں قوت مردمی نہ ہو یا ان چھوٹے لڑکوں کے کہ جن میں مرد عورت کا احساس نہ ہو۔ اور عورتوں کو چاہیئے کہ زمین پر پیر زور سے نہ ماریں کہ جس سے ان کی زیبائش کی طرف جس کو وہ چھپاتی ہیں دیکھنے والوں کی توجہ ہو اے مسلمانو اللہ سے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔
				مردوں کے واسطے شرم وحیا
۱۸	النور	۴		کہدو مسلمان مردوں سے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی کرلیں (جب کسی عورت کو دیکھیں) اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے واسطے پاکیزگی کی راہ ہے اور خدا جانتا ہے
				زنا کی سزا۔ زنا کا جھوٹا الزام لگانا منع
۱۸	النور	۱	۲	زنا کرنے والی عورت ہو یا مرد ان کے سو سو کوڑے مارو اور اس حکم الٰہی میں تم کو ترس نہیں آنا چاہیئے اگر تم خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور یہ سزا مسلمانوں

کے ایک مجمع میں دی جائے جو شخص زنا کا مرتکب ہو اس کی شادی ایسی ہی عورت سے ہو سکتی ہے جو زنا کی مرتکب تھی یا غیر مسلم عورت سے۔ اور زنا کرنے والی عورت سے کوئی مسلمان شادی نہ کرے بجز اس کے جو زنا کا مرتکب ہوا تھا یا غیر مسلم مرد سے۔ مسلمانوں کے واسطے زنا کرنا قطعی ممنوع اور حرام ہے۔ اگر کوئی شخص پاک دامن عورت پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ ثبوت میں پیش نہ کرے تو اس کے اسّی کوڑے لگائے جائیں اور اس کی گواہی ہمیشہ کے لیے خارج کی جائے۔ اور کبھی کوئی گواہی اس کی نہ مانی جائے، چونکہ یہی لوگ فاسق ہیں۔ اگر وہ توبہ کرے اور آئندہ چلن ٹھیک بنائے تو خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔				

″	″	″	″	اور جو لوگ تہمت لگائیں اپنی بیویوں پر اور ان کو سوائے اپنے کوئی گواہ نہ ملے۔ اور وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ صحیح ہے اور پانچویں بار یہ کہیں کہ ان پر خدا کی مار ہو اگر وہ جھوٹ کہتے ہوں تو ایسے آدمیوں کی گواہی مانی جا سکتی ہے لیکن عورت سزا سے بچ سکتی ہے اگر وہ عورت چار بار خدا کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا شوہر جو کہتا ہے وہ جھوٹ ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب نازل اگر وہ سچ ہو جو میرا شوہر کہتا ہے۔
				گھر میں داخل ہو تو سلام کرو
۱۸	النور	۸	۶۱	جب تم گھروں میں داخل ہو تو ایک دوسرے کو سلام کرو۔ سلام کرنا خدا کی طرف سے پاکیزگی اور برکت والا کام ہے۔
				سونے کے کمرے میں کن کن وقت آنے کی ممانعت
۱۸	النور	۸	۵۸	جو تمہارے نوکر ہیں یا نابالغ بچے ہیں وہ تمہارے

۱۸	نور	۴	۲۷ لغایۃ ۲۹	کمرہ میں تین اوقات پر بغیر اجازت کے نہ آئیں۔ ایک تو فجر کی نماز سے قبل۔ دوسرے دوپہر کو جب گرمی کی وجہ سے کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے نماز عشاء کے بعد۔ **دوسرے گھر میں بغیر اجازت مت گھسو** اے ایمان والو سوائے اپنے گھروں کے اور کسی کے گھر میں اس وقت تک نہ گھسو جب تک ان سے اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے واسطے بہتر ہے تاکہ تم عمدہ طریقے سیکھنے لگو۔ اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو اس میں داخل نہ ہو جب تک تم کو اندر آنے کی اجازت نہ ملے۔ اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جاؤ تو تم کو چاہیئے کہ واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے واسطے پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ اس کام کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اس میں تمہارے لیئے گناہ نہیں ہے اگر تم ایسے گھر میں داخل ہو جس میں کوئی نہیں رہتا اور تمہارا مال اس میں رکھا ہے اور اللہ جانتا ہے

۸	الانعام	۱۹	۱۵۱ و ۱۵۲	جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔ **حرام باتیں** اے پیغمبرؐ کہدو۔ آؤ تم کو پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے ۱۔ یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ۔ ۲۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ ۳۔ اور اپنی اولاد کو بوجہ تنگدستی کے نہ مار ڈالو۔ چونکہ ہم تم کو اور ان کو روزی دیتے ہیں۔ ۴۔ بے حیائی کے کاموں کے پاس نہ ظاہرا جاؤ، نہ چھپ کر جاؤ۔ ۵۔ نہ کسی جاندار کو مار ڈالو جس کا مارنا حرام کیا گیا سوائے اس کے قانون کے تحت انصاف کی غرض سے ہو (اس سے مراد انسان کا خونِ ناحق بھی ہے) اس کی نصیحت تم کو کی گئی ہے تاکہ تمہاری سمجھ میں آجائے۔ ۶۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ سوائے

اس کے کہ اس کو بہتر بناؤ جب تک وہ سنہ بلوغ کو پہنچے۔ ٧. اور ناپ و تول انصاف سے پوری پوری کرو۔ ہم کسی شخص پر اس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے جتنا کہ وہ اٹھا سکے۔ ٨. جب تم بات کہو سچی اور انصاف کی کہو خواہ اس میں تمہارے رشتہ دار کا معاملہ کیوں نہ ہو۔ ٩. اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ اسی کی نصیحت تم کو کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔				
شراب۔ جُوا۔ بتوں کے تھان اور پانسے شیطانی ناپاک کام اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب و جُوا۔ اور بتوں کے تھان۔ اور پانسے ناپاک اور شیطانی کام ہیں۔ تم ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔	٩٣	١٢	المائدہ	٧

				پس شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں آپس میں بغض اور عداوت بذریعہ شراب اور جوئے کے ڈال دے اور تم کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا پھر بھی تم اس سے باز نہ آؤ گے
				مسلمانوں میں صلح کراؤ
۲۶	الحجرات	۱	۹ و ۱۰	اگر دو گروہ مسلمانوں کے آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ لیکن اگر ایک گروہ ان میں سے دوسرے پر حد سے زیادہ سختی کرے تو تم سب مل کر اس سے لڑو جب تک وہ خدا کے حکم کو نہ مانے۔ اگر وہ خدا کے حکم کو مان لے۔ تو پھر دونوں فریقوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دو کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے سب مسلمان بھائی بھائی آپس میں ہیں۔ لہذا اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحم کیا جاوے۔

۲۶	الحجرات	۲	۱۱	**دوسروں کا مذاق نہ اڑاؤ۔ نہ طعنہ تشنیع دو** اے ایمان والو ایسا نہ ہو کہ تم میں بعض لوگ دوسروں کا مذاق اڑائیں چونکہ یہ ممکن ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جائے وہ ان سے بہتر ہوں جو مذاق اڑائیں۔ نہ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ دوسری عورتوں پر ہنسیں۔ یہ ممکن ہے کہ جن کی ہنسی اڑائی جائے وہ ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں۔ نہ کسی کو بدنام کرو اور نہ کسی پر طعنہ تشنیع زنی کرو نہ ایک دوسرے کو بُرے خطاب دے کر پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام دینا بدی کا کام ہے۔ جو لوگ اس سے گریز نہیں کرتے وہ گنہگار ہیں
۳۰	الھمزہ	۱	۱	بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیئے جو پیٹھ پیچھے عیب لگانے والا ہو اور منہ در منہ طعنہ دینے والا

				ہو اور حرص سے مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار دیکھتا ہو۔
				شبہ و بدگمانی کی ممانعت غیبت کی برائی
۲۶	الحجرات	۲	۱۲	اے ایمان والو جہاں تک ہو کسی پر شبہ اور بدگمانی کرنے سے بچے رہو۔ چونکہ بعض حالت میں بدگمانی گناہ کی حد کو پہنچتی ہے۔ نہ عیب جوئی کی تلاش میں لگو۔ اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو برا کہو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ نہیں تم ایسے کام سے نفرت کرو گے۔ خدا سے ڈرو وہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔
				آداب مجلس
۲۸	المجادلہ	۲	۱۱	اے مسلمانو جب تم سے مجلسوں میں کہا جائے کہ کھل کر بیٹھو تو تم کو چاہیے کہ کھل کر بیٹھا کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے لیے کشادگی کریگا۔ اور جب

نمبر	سورۃ		آیت	مضمون
				کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ اُن کا رتبہ بلند کریگا جو ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا۔ اور خدا جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔
				سب انسان برابر ہیں عزت اچھے کاموں سے ہے نہ کہ نسب سے
۲۶	الحجرات	۲	۱۳	اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک ہی عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور قوموں میں اس لئے تقسیم کیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچانو پس اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ جاننے والا خبردار ہے۔
				ایک آدمی دوسرے کے فعل کا ذمہ دار نہیں
۲۷	النجم	۳	۳۸ لغایت ۴۱	ایک آدمی پر دوسرے آدمی کے فعل کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ ہر آدمی کو اس کے کام کی سزا یا جزا دی جائے گی۔ ہر آدمی کے اعمال ضرور دیکھے جائینگے اور پھر اس کو پورا انعام ملے گا۔

۵	النساء	۱۱	۸۵	**نیک کام کا مشورہ دو اور بُرے کام کا مشورہ نہ دو** جو شخص دوسرے کو نیک کام کا مشورہ دیتا ہے اور اس کے کرنے میں امداد کرتا ہے وہ اس کے ثواب میں شریک ہو جاتا ہے اور جو برے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور اس میں مدد کرتا ہے وہ اس کے گناہ میں شریک ہوتا ہے۔ اللہ کو سب چیزوں پر قدرت ہے۔
۶	المائدہ	۱	۲	**نیک کام میں مدد کرو۔ عداوت اور بُرے کام میں مدد نہ کرو** ایک دوسرے کی مدد نیک کاموں میں اور بھلائیوں میں کرو لیکن گناہ کے کاموں میں اور عداوت میں نہ کرو۔
۵	النساء	۱۱	۸۶	**اخلاق سے ملو** جب کوئی تم سے اخلاق سے ملے تو تم کو چاہیئے کہ تم اس سے زیادہ اخلاق سے یا کم سے کم اسی قدر اخلاق سے پیش آؤ۔ خدا سب باتوں کا حساب

لیتا ہے

کون خوراک جائز اور کون حرام

۵	المائدہ	۱	۲	تمہاری خوراک کے واسطے جائز کیے تمام چوپائے جانور بجز ان کے جن کے نام دیئے گئے لیکن شکار کرنا جانور کا کعبہ کی حدود میں یا جب تم احرام باندھے ہو منع ہے۔ خدا جو چاہتا ہے منع کرتا ہے۔
〃	〃	〃	۳	جو خوراک تمہارے لیئے حرام کی گئی وہ یہ ہے:۔ ۱۔ مردہ جانور کا گوشت ۲۔ خون ۳۔ سؤر کا گوشت ۴۔ اس جانور کا گوشت جو سوائے اللہ کے کسی اور نام پر مارا گیا ہو۔ ۵۔ اس جانور کا گوشت جس کو گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو۔ ۶۔ یا جو جانور ضرب شدید مار کر مارا گیا ہو (جیسے لاٹھی یا پتھر سے) ۷۔ یا جو اونچے مقام سے گر کر مر گیا ہو

۸ یا جس کو دوسرے جانور نے سینگوں سے مار گ مارا ہو۔	؍؍	؍؍	؍؍	؍؍
۹ - یا جس کے کچھ حصے کو جنگلی جانور نے کھا لیا ہو سوائے اسکے کہ اس کو مرنے سے قبل تم نے ٹھیک طرح ذبحہ کر لیا ہو				
۱۰ - جو بتوں یا دیوتاؤں کی نذر کیواسطے مارا گیا ہو				
۱۱ - یہ بھی ممنوع ہے کہ تیروں کے ذریعہ گوشت تقسیم کرو - یہ کام بہت برا ہے۔ لیکن اگر تم بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جاؤ اور خدا کی عدول حکمی کا ارادہ نہ رکھتے ہو اور ممنوع گوشت کھالو تو خدا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔				
تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کون خوراک جائز ہے۔ کہدیجئے۔ کہ تمام پاک اور صاف چیزیں جائز ہیں۔ اور جو تمہارے سکھلائے ہوئے جانور شکار پکڑیں تو اس کو تم اس طرح جیسے خدا نے بتایا ہے کھا سکتے ہو لیکن اس پر خدا کا نام لے دو۔ اور خدا سے	۵	؍؍	؍؍	؍؍

				ڈرو۔ وہ حساب لینے میں عجلت کرتا ہے۔
				اہل کتاب کی خوراک مسلمانوں کو جائز
۶	المائدہ	۱	۶	آج کے دن تمام پاک اور عمدہ چیزیں تمہارے کھانے کے واسطے جائز کر دیں۔ اہل کتاب کی خوراک تمہارے لیے اور تمہاری خوراک ان کے لیے جائز کر دی (یعنی ان چیزوں کے علاوہ جو حرام کی گئی ہیں)
				پانی کے اندر کی مچھلیاں جائز خوراک
۷	المائدہ	۱۳	۹۹	تمہارے لیے پانی کے اندر کا شکار اور اس کو بطور غذا کھانا جائز ہے۔ تمہارے لیے اور جو سفر میں ہوں لیکن کعبہ کی حدود میں اور احرام باندھنے کی حالت میں زمین کا شکار منع ہے
				کھانے میں حد سے تجاوز نہ کرو
۱۶	طٰہٰ	۴	۸۱	کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں لیکن اس میں حد سے تجاوز نہ کرو تاکہ ہمارا غضب نازل نہ ہو۔
				نماز میں اچھی پوشاک پہنو۔ خوراک

ضائع نہ کرو۔ اللہ مسرف کو دوست نہیں رکھتا				
اے آدمیو۔ تم اپنی بہترین پوشاک نمازیں ہر موقع اور ہر جگہ پہ پہنا کرو۔ کھاؤ اور پیو لیکن خوراک ضائع نہ کرو چونکہ اللہ مسرف لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔	۳۱	۳	الاعراف	۸
نماز و زکوٰۃ میں پابندی، خیرات کرو، جو اپنی روحوں کے واسطے دوگے اللہ کے یہاں ملے گا				
نمازیں اور زکوٰۃ میں پابند رہو۔ اور جو کچھ تم اپنی روحوں کی بھلائی کے واسطے اپنے مرنے سے پہلے بھیجو گے وہ سب تم خدا کے پاس اپنے لیے موجود پاؤ گے۔ خدا اچھی طرح دیکھتا جو تم کرتے ہو۔	۱۱۰	۱۳	البقرۃ	۱
اور اپنی دولت میں سے اللہ کی راہ میں صرف کرو اور اپنے ہاتھوں کو اپنی تباہی کے لیے استعمال نہ کرو بلکہ اچھے کام کرو۔ چونکہ اللہ	۱۹۴	۲۴	البقرۃ	۲

پارہ	سورۃ	رکوع	آیت	مضمون
				سے محبت کرتا ہے جو اچھے کام کرتے ہیں۔

خیرات

پارہ	سورۃ	رکوع	آیت	مضمون
۳	البقرہ	۳۴	۲۵۴	اے ایمان والو جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اُس میں سے (اللہ کے نام پر) خرچ کرو پیشتر اس کے کہ وہ دن آجاوے جب کوئی سودا یا دوستی یا سفارش کام نہ دے گی۔ جو اس پر یقین نہیں رکھتے وہ گنہگار ہیں۔

خیرات کرنے والے کی مثال دانہ بونے والے کی ہے جس کو بہت گنا ملتا ہے

پارہ	سورۃ	رکوع	آیت	مضمون
۳	البقرہ	۳۶ لغایۃ ۳۸	۲۶۱ لغایۃ ۲۷۴	جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں ان کی مثال اس دانہ کی ہے جو بویا جائے۔ اس میں سات بال نکلتے ہیں اور ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں۔ اللہ جس کو جتنا (اپنا فائدہ) دینا چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ سب کا خیال رکھتا ہے اور ہر بات جانتا ہے۔
״	״	״	۲۶۲	جو لوگ اپنی دولت میں سے اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں اور اپنی مہربانی کو جتاتے

نہیں اور نہ اس سے تکلیف دیتے ہیں اُن کے لیے ان کے رب کے پاس انعام ہے ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ پچھتائینگے				
مہربانی کے الفاظ اور قصور معاف کرنا اور چشم پوشی				
مہربانی کے الفاظ اور قصور معاف کر کے اس کو چھپانا اس خیرات سے بہتر ہے جس کو دے کر ایذا پہنچائی جائے۔ اللہ تعالےٰ ہر خواہش سے آزاد و بالاتر ہے اور بہت درگذر کرنے والا ہے۔	۲۶۳	″	″	″
خیرات کو جتلاؤ نہیں نہ دکھاوے کے واسطے دو				
اے ایمان والو اپنی خیرات (کی خوبی) کو اپنی مہربانی جتا کر یا ایذا پہنچا کر غارت نہ کرو مثل ان کے جو اپنی دولت ہیں سے دوسروں کو دکھانے کے واسطے دیتے ہیں لیکن نہ تو خدا پر۔ نہ قیامت کے دن پر یقین کرتے ہیں	۲۶۴	″	″	″

				ان کی مثال اس پتھر کی چٹان کی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی آگئی ہو اور ایک ہی مینہ کی بارش اس کو پھر چٹیل کر دیتی ہے۔ وہ اپنی کمائی سے کچھ نہ کر سکیں گے اور خدا ان کو راہ نہیں بتاتا جو ایمان سے انکار کرتے ہیں
				خیرات جو اللہ کی خوشی کے واسطے دی جائے
۳	البقر		۲۶۵	اور ان کی مثال جو اللہ کو خوش کرنے کی اور اپنی روح کو مضبوط کرنے کی غرض سے اپنی دولت میں سے خرچ کرتے ہیں اس باغ کی ہے جو بلندی پر ہے اور زرخیز ہے اس پر جب زور کی بھی بارش ہو تو بھی دوگنی فصل کی پیداوار ہوتی ہے۔ اور اگر بارش نہ بھی ہو تو بھی تھوڑی سی نمی سے کافی پیداوار ہو جاتی ہے۔ خدا سب دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔
۳	البقر	″	۲۶۶	کیا تم یہ چاہو گے کہ تم کو ایسے کھجوروں اور انگوروں کے باغ ملیں جن کے نیچے پانی کی نہریں بہتی ہوئی ہوں اور تمام اقسام کے پھل ہوں جو تمہارے بڑھاپے میں جب بچے اپنی دیکھ بھال کی طاقت

نہ رکھتے ہوں کام آئیں۔یا یہ چاہو گے کہ باغ طوفان کی زد میں آجائے یا جل جائے۔اللہ اپنی نشانیاں صاف طور پر ظاہر کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔				
ایمانداری کی کمائی میں سے خیرات دو ناجائز کمائی نہ کرو۔				
اے ایمان والو اپنی (ایمانداری) کی کمائی میں سے اچھی چیزیں اور ان پھلوں میں سے جو ہم نے تمہیں زمین میں سے پیدا کر کے دیئے ہیں (اللہ کے نام پر) دو اس چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ بھی نہ کرنا، جو ناجائز طور پر حاصل کی جاوے تاکہ تم اس میں سے (اللہ کے نام پر) دو جبکہ تم خود اس کو آنکھیں کھول کر نہیں بلکہ آنکھیں میچ کر لینا پسند کرو گے۔ یہ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تمام خواہشات سے آزاد اور بالاتر ہے۔اور تمام تعریفیں اسی کے لیئے ہیں۔ **اللہ اس کو جانتا ہے جو تم اس کے نام پر دیتے ہو**	۲۶۷	۳۷	البقر	″
جو کچھ تم خیرات میں یا اللہ کے نذرانہ میں دیتے ہو	۲۷۰	″	البقر	۳

				یقین رکھو اس کا سب علم خدا کو ہے۔ لیکن گنہگاروں کا کوئی مددگار نہیں۔
				خیرات کا اظہار چند موقعوں پر جائز لیکن خیرات اصل مستحق کو خفیہ طور پر دو
۳	البقر	″	۲۷۱	اگر تم اپنے خیرات کے کاموں کو ظاہر کردو تو کچھ مضائقہ نہیں (مثلاً ان موقعوں پر جہاں تمہارے اظہار سے دوسرے بھی دینے پر آمادہ ہوجائیں) لیکن یہ بہتر ہے کہ تم خفیہ طور پر ان لوگوں کو خیرات کا روپیہ پہنچادو جو درحقیقت مستحق ہیں۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور اس سے تمہارے گناہ دھل جائینگے خدا جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔
				جو تم دوگے وہ تم کو مل جاوے گا
۳	البقر	″	۲۷۲	جو کچھ اچھی چیز تم دیتے ہو اُس سے تمہاری روح کو ثواب ہوتا ہے۔ جو تم دیتے ہو وہ اللہ کو خوش کرنے کو دیتے ہو۔ جو تم دوگے وہ تم کو واپس مل جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔

خیرات ان کو دو جو سوال نہیں کرتے لیکن اللہ کے کاموں میں مشغول ہیں				
خیرات ان کو دو جو اللہ کے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے جا بجا کمائی کے لیئے نہیں پھر سکتے اور ضرورت مند ہیں۔ مگر جاہل لوگ ان کو اپنے لئے دیئے پن سے رہنے کی وجہ سے امیر سمجھتے ہیں۔ وہ ہر ایک سے سوال نہیں کرتے۔ جو بھلائی تم ان کے ساتھ کرو گے یقین جانو اللہ اس کو جانتا ہے۔	۲۷۳	۳۷	البقر	۳
خیرات کرنے والوں کا انعام اللہ کے پاس ہے				
جو لوگ خیرات میں رات کو اور دن کو ظاہر اور چھپا کر خرچ کرتے ہیں اس کا انعام اللہ کے پاس ہے ان کو کسی قسم کا ڈر نہ ہو گا اور نہ وہ پچھتائیں گے	۲۷۴	۳۸	البقر	۳
نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا				
جو کوئی نیکی کرے گا اس کو اس کی نیکی کا معاوضہ دس گنا ملے گا لیکن جو برائی کریگا اس کو اسی قدر	۱۶۰	۲۰	الانعام	۸

				سزا ملے گی۔
				خیرات
۲۷	حدید	۱	۷	ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اپنی دولت میں سے خیرات کرو۔ چونکہ تم میں سے جو ایمان لائے اور خیرات کرتے ہیں ان کے واسطے بڑا انعام ہے۔
				مسلمان کو چھوڑ کر کافر سے دوستی نہ کرو
۳	آل عمران	۳		مسلمان کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو خدا کی طرف سے اس کو کوئی مدد نہیں ہے۔ سوائے اس حالت کے جبکہ تم ان کے شر سے اپنی حفاظت کے واسطے مدد چاہو گے۔
				مسلمانو۔ آپس میں ملے رہو پہلے جدا جدا تھے اب بھائی بھائی ہو گئے
۴	آل عمران	۱۱	۱۰۳	اے مسلمانو مضبوط پکڑو اللہ کی رسی سب مل کر۔ اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تمہارے اوپر ہے جبکہ تم ایک دوسرے کے

دشمن تھے پھر اسی نے محبت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے مگر اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔				
غیر مسلم کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہارے دشمن ہیں				
اے ایمان والو تم رازدار کسی غیر مسلم کو نہ بناؤ۔ وہ تم کو خراب کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے وہ تمہاری تباہی چاہتے ہیں۔ وہ اپنی دشمنی کا اظہار اپنے منہ سے کر چکے ہیں لیکن جو دشمنی کی آگ ان کے دلوں میں ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ یقیناً ہم نے تم سے نشانیاں بیان کر دیں اگر تم میں عقل ہے۔	۱۱۸	۱۲	آل عمران	۴
کافروں سے دوستی عزت کی خاطر منع				
کیا جو لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس سے عزت ڈھونڈتے ہیں۔ یقیناً تمام عزت تو اللہ ہی دینے والا ہے۔	۱۳۹	۲۰	النساء	۵

کافروں کو دوست نہ بناؤ

۵	النساء	۲۱	۱۴۴	اے ایمان والو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف کھلا ہوا ثبوت خدا کو دو۔

یہودیوں اور عیسائیوں پر اعتبار نہ کرو اور ان کو محافظ نہ بناؤ

۶	المائدہ	۸	۵۴	اے ایمان والو تم یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست اور محافظ نہ بناؤ۔ وہ درحقیقت خود اپنے اپنے دوست اور محافظ ہیں۔ اور جو کوئی تم ہی سے ان سے دوستی کرے گا وہ ان کا ہو جاویگا یقیناً اللہ ان کو ہدایت نہیں کرتا جو ناانصاف ہیں۔

کافروں سے پیٹھ موڑ کر نہ بھاگو

۹	الانفال	۲	۱۵	اے ایمان والو جب تم کافروں کے مقابل لڑائی پر ہو تو ان سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو

عورتوں بچوں کی امداد کے لئے لڑو

۵	النساء	۱۰	۷۵	اور کیا عذر ہے تم کو کہ ان کمزور عورتوں اور بچوں کی خاطر اللہ کی راہ میں نہ لڑو جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار

				نکال ہم کو اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور کر ہمارے لیئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی اور بھیج کوئی مددگار۔
				تبلیغ کرنے والا گروہ
۴	آل عمران	۱۱	۱۰۴	تم (مسلمانوں) میں ایک گروہ ایسا اٹھنا چاہیئے جو بھلائی کے کاموں کی دعوت دیں۔ جو کام اچھے ہیں ان کے کرنے کا حکم دیں اور ان کاموں کے کرنے کی ممانعت کریں جو برے ہیں۔ یہی ہیں جن کو فلاح ملیگی
				آپس میں اختلاف کرنے والے نہ بنو
۴	آل عمران	۱۱	۱۰۵	ان جیسے نہ بنو جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور منقسم ہیں اور باوجود نشانیاں آنے کے آپس میں جھگڑتے ہیں۔ ان کے واسطے عذاب عظیم ہے
				مسلمان دنیا کی بہترین امت
۴	آل عمران	۱۲	۱۱۰	تم دنیا کے آدمیوں کے واسطے بہترین امت ہو اچھے کام کرنے کی ہدایت کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اور خدا پر ایمان لانا سکھاتے ہو کاش کہ اہل کتاب بھی ایمان لاتے۔ یہ ان کے

				واسطے اچھا ہوتا ان میں بعض ایسے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں لیکن زیادہ تر فاسق ہیں۔
				شہید
۲	البقر	۱۹	۱۵۴	ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے یہ مت کہو کہ وہ مر گئے۔ نہیں وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں اگرچہ تم ان کو دیکھتے نہیں ہو۔
				جو تم سے لڑیں تم ان سے لڑو
۲	البقر	۲۴	۱۹۰	جو لوگ (کافر) تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو لیکن لڑنے میں حدود سے تجاوز نہ کرو چونکہ اللہ ان سے محبت نہیں کرتا جو زیادتی کرنے والے ہیں۔
				دغا باز سے معاہدہ توڑ دو
۱۰	الانفال	۷	۵۸	اگر تم کو یہ معلوم ہو کہ کوئی قوم تمہارے ساتھ دغا بازی کرے گی تو تم اس معاہدہ کو جو تم نے ان سے کیا ہے خارج کر دو چونکہ خدائے تعالےٰ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔
				بیس مسلمان دو سو کافروں کو اور سو مسلمان ہزار کافروں کو

				کافی ہیں
۱۰	الانفعال	۹	۶۵	اے پیغمبر، مسلمانوں کو لڑنے کے لیے تیار کرو۔ اگر تم میں سے بیس صبر اور استقلال پر رہوں گے تو وہ دو سو کو ہرا دیں گے اور اگر ایسے سو ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں کو ہرا دیں گے۔ چونکہ یہ لوگ بے عقل ہیں۔
				صرف ایک عورت سے نکاح
۴	النساء	۱	۳	تم اپنی پسند کی عورتوں میں سے ایک سے یا دو سے یا تین سے یا چار سے شادی کر لو لیکن اگر تم کو دل میں یہ شبہ ہو کہ تم سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ نہ کر سکو گے تو صرف ایک بیوی پر بس کرو یا وہ لونڈی جو تمہاری ملکیت ہو وہ بھی رکھو۔ اگر تم ایک سے زیادہ بیویاں رکھو گے تو یہ زیادہ ممکن ہے کہ تم ناانصافی کرو۔ **نوٹ** :- ایک سا برتاؤ بیویوں میں اگر ایک سے زیادہ ہوں تو یہی نہیں ہے کہ تم ان کو روٹی کپڑا، جیب خرچ، مکان ایک سے دو بلکہ یہ بھی

				ضروری ہے کہ محبت بھی ایک سی کرو اور حقوق زن و شوئی کو بھی برابر برابر ادا کرو۔ اس میں بھی کسی کے ساتھ کمی اور دوسری کے ساتھ زیادتی نہ ہونے پائے۔ اگر ذرا بھی دل میں شک ہو کہ ایسا نہ کر سکو گے، تو دوسری بیوی جائز نہیں ہے۔
				نیک کام کیا کیا ہیں
۲	البقرہ	۲۲	۱۷۷	یہ نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کو کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ ایمان لاؤ:۔ (۱) اللہ پر (۲) قیامت کے دن پر (۳) خدا کے فرشتوں پر (۴) اس کی کتاب پر یعنی قرآن پر۔ (۵) اس کے رسولوں پر، اور (۶) خرچ کرو اپنی دولت میں سے اس کی محبت کے واسطے:۔ (ا) اپنے رشتہ داروں پر (ب) یتیموں پر (ج) ضرورت مندوں پر۔

(۴) راہ گیروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کو آزادی دلانے پر۔ اور نیکی ہے (۷) نماز مستقل طور پر پڑھنے میں (۸) زکوٰۃ دینے میں (۹) ان معاہدوں کو پورا کرنے میں جو تم نے کئے ہیں۔ (۱۰) اور تکلیف۔ درد۔ مصیبت میں اور تمام ان اوقات میں جب ہیجان اور تردد کا سامنا ہو، پائے استقلال اور صبر کو قائم رکھنے میں۔ یہی لوگ ہیں جو سچے اور خدا سے ڈرنے والے ہیں۔				
ربٰوا حرام تجارت (ایمانداری کی) جائز جو لوگ ربٰو کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر مثل اوس شخص کے کہ جس کو شیطان لپٹ کر خبطی بنادے چونکہ وہ کہتے ہیں کہ بیع (تجارت) مثل ربٰو کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع (تجارت) کو جائز قرار دیا ہے اور ربٰو کو حرام (یعنی منع)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت پہنچنے کے بعد باز آگیا اس کو اللہ معاف کرے گا۔ پچھلی باتوں سے۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے لیکن اس کے بعد پھر بھی جو کرے گا وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیگا۔	۲۷۵	۳۸	البقرہ	۳

				اللہ تعالیٰ نے ربٰوا کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔
۴	آل عمران	۱۴	۱۳۰	اے ایمان والو مت کھاؤ ربٰوا کو دگنا اور دگنے کا دگنا کیا ہوا اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے
۶	النساء	۲۲	۱۶۱	یہودیوں نے باوجود اس کے کہ ان کو منع کیا گیا تھا۔ پھر بھی ربٰوا لیا۔ اور وہ لوگوں کا مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے۔ ہم نے ان میں سے ان کے واسطے جو کفر کرتے ہیں بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

نوٹ:۔ لفظ ربٰو کے معنی قرار دینے میں علما میں آپس میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت عمر خطابؓ کو بھی تین باتوں میں مشکل معلوم ہوئی اور انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں ان تین باتوں کی تشریح وہ نہ کرا سکے اس لیے مشکل کا سامنا ہوا۔ (۱) ربٰوا (۲) کلالہ۔ (۳) خلافت۔ بعض علماء نے رسول اللہؐ کے زمانے کی اقتصادی حالت کو پیش نظر رکھ کر ربٰوا کا ترجمہ "سود" کر دیا ہے۔ جو اس موجودہ زمانہ کی اقتصادی حالت اور دنیا کی تجارت اور بنک کے اصولوں کے لحاظ سے اور پرائیویٹ طور پر قرضہ انسانی روزمرہ کی زندگی کی ضروریات کے واسطے دینے میں جدا جدا معنے رکھتا ہے۔ انگریزی میں لفظ یوژیوری (USURY) کا مطلب بنک کے اور تجارتی سود سے بالکل جدا ہے۔ بعض علما کا خیال ہے کہ سورۃ البقر کی آیت ۲۷۵ میں تو صرف ربٰوا کی برائی کی گئی ہے لیکن اصل حکم خداوندی سورۃ آل عمران کی آیت ۱۳۰ میں درج ہے۔ یہ دونوں آیتیں اوپر درج ہیں۔

اس رائے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس سود کو منع کیا ہے جو اصل کے برابر ہو جائے یا اس کا بھی دگنا ہو یعنی اصل کو دگنا، تگنا، چوگنا نہ کرو۔ ہندو قانون میں دامدوپت کا اصول تھا کہ زر اصل سے زیادہ سود نہیں لیا جاتا تھا۔ البقر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں لوگ باگ تجارت میں اور ربٰوا میں فرق نہیں سمجھتے تھے اور دونوں طریقہ سے فائیدہ حاصل کرنے کو ایک سا ہی سمجھتے تھے۔ قرآن پاک نے اس میں تفریق کر دی اور ایک جائز اور دوسرے کو ناجائز کر دیا۔ اب صرف ربٰوا کے معنی سمجھنے میں اختلاف رائے ہے۔ ظاہرا اصول اسلام یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے سے ناجائز فائدہ حاصل نہ کرے خواہ وہ کسی شخص کی مصیبت کی وجہ سے ہو یا دھوکہ دیکر ہو۔ یا دباؤ ڈال کر ہو۔ علی العموم زیادہ سود ان ہی تین حالتوں میں لیا جاتا ہے۔ اب بھی کاشتکار سے فصل بونے کے وقت مہاجن ڈیوڑھے اور بعض وقت دگنے کی شرط لکھاتا ہے اور فصل پر وصول کرتا ہے۔ یہ ظاہرا طور پر ظالمانہ حرکت ہے۔ بعض مہاجن تھوڑا سا قرضہ دے کر عجیب عجیب شرائط لکھاتے ہیں۔ اور اس تھوڑے سے قرضہ کو اس ناجائز طرح سے ہزاروں گنا کر لیتے ہیں اور سب مال و جائداد نیلام کرا لیتے ہیں۔ علیگڈھ کے ضلع میں ایک مسلمان نے تقریباً چار سو روپیہ قرض لیا تھا اور ان ظالمانہ اور دغابازی کی شرائط کی وجہ سے جو دباؤ میں اور دھوکہ سے مہاجن نے لکھائی تھیں ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ کی ڈگری الہ آباد ہائیکورٹ سے اس مسلمان پر ہوئی۔ ایک پردہ نشین مسلمان عورت کو جو دہلی میں بڑی جائداد کی مالک تھی لاہور کے ایک بڑے دولت مند شخص نے تقریباً بیس ہزار جو وقتاً فوقتاً دیا تھا اس کا

تمسک لکھا لیا اور شرط دو روپیہ سینکڑہ ماہوار سود در سود کی تھی اور یہ بھی شرط تھی کہ اگر تمام سب روپیہ اصل معہ سود ادا نہ ہو اور تھوڑا تھوڑا دیا جائے تو یہ تھوڑا تھوڑا روپیہ مہاجن کے پاس بطور امانت جمع ہوگا لیکن سود کل رقم پر چلے گا اور جب کل اصل معہ سود پورا ہوگا۔ اس وقت یہ امانت مجرا دی جائے گی۔ عورت نے ایک ماہ میں پندرہ ہزار دے دیا۔ لیکن سود بیس ہزار پر دو روپیہ سیکڑہ سود در سود چلتا رہا۔ اور کئی لاکھ ہو گیا۔ صرف پانچ ہزار باقی رہ جانے کی بدولت اس کی ساری جائیداد گئی۔

چونکہ اس قسم کے بہت مقدمات راقم نے ۱۹۲۱ء میں جمع کئے تھے اور ایک مسودہ قانون سود کی بابت مرکزی اسمبلی دہلی میں پیش کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ معلوم ہے کہ یہ مضمون بہت وسیع ہے۔ اور اس کے واسطے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔ تاہم ناجائز فائدہ خواہ وہ سود کے ذریعہ ہو یا تجارت کے ذریعہ دونوں ناپاک ہیں۔ کھانے کی اشیا میں دوسری چیز ملا دینا۔ مثلاً گھی۔ دودھ۔ آٹا۔ شکر میں دوسری چیز ملانا اور اس کو اصلی چیز بنا کر فروخت کرنا نہ صرف معمولی طرح ناجائز ہے بلکہ دغا بازی ہے اور یہ سود خوری سے ہزار درجہ بدتر ہے۔ یہ وہ تجارت نہیں ہے جو جائز کی گئی ہے بلکہ یہ مذہبی گناہ اور شرعاً و قانوناً جرم ہے۔ بلیک مارکیٹ کرنا اور ضروری اشیا کو چھپا لینا تاکہ بازار میں ان کی کمی محسوس کر کے قیمت بڑھا کر فروخت کیا جائے نہایت بڑا اخلاقی جرم ہے اور اسلامی اصول کے لحاظ سے ناجائز اسی طرح ہے جیسا کہ کوئی شخص ضرورت مند کو دبا کر اس سے زیادہ سود و بیاج لیتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو کہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے

مسلمان کے واسطے وہ تجارت جائز ہے جس میں تاجر ایک مناسب حد تک منافع لے جس میں اس کے روپیہ پر منافع اور حق المحنت شامل ہو۔ اس قسم کی تجارت میں موجودہ زمانہ میں تھوک فروشی میں چھ روپے سیکڑہ اور خوردہ فروشی میں ساڑھے بارہ فی صدی سے لے کر بیس فی صدی تک جائز سمجھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ نفع کی خواہش ایمانداری تجارت نہیں ہے اس لئے وہ اس حد میں نہیں آتی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ کوئی وہ کام جس میں ایک شخص دوسرے کی مشکل یا پریشانی کی وجہ سے کسی قسم کا دباؤ ڈال کر وہ نفع حاصل کرے جو معمولی حالت میں حاصل نہیں کر سکے ایمان کے خلاف ہے اور اسلامی اصول اور اسلامی روحانیت کے خلاف اور ناجائز ہے۔

اسلام کے معنے ہیں اللہ تعالےٰ کے حکم کی تابعداری کرنا اور اس کو تسلیم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ہر بندہ سے محبت ہے اور وہ اس پر ناجائز دباؤ پسند نہیں کرتا اور نہ کسی بندہ کو اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسرے پر ناجائز دباؤ ڈالے یا اس کو ٹھگے۔ اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں لیکن جو ظلم کرتا ہے اس کو وہ ناپسند کرتا ہے اور ظلم کی سزا دے گا۔ اور مظلوم کو معاوضہ دے گا۔ جس طرح ایک باپ جس کے کئی بیٹے ہوں وہ یہ گوارا نہیں کرتا کہ ایک بیٹا دوسرے سے کوئی دغابازی برتے یا اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرے اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی ایک بندہ کو دوسرے کے ساتھ دغابازی کرنا پسند نہیں کرتا۔ تجارت میں یہ بہت بڑی

دغابازی ہے کہ مال پر ناجائز فایدہ حاصل کیا جائے خواہ وہ بلیک مارکیٹ کر کے یا چیزوں میں آمیزش کر کے حاصل کیا جائے۔ اسلام میں ہر کام ایمانداری کا ہونا چاہیئے جس کام میں خواہ وہ کسی طرح کا کیوں نہ ہو ایمان داری نہ برتی جائے وہ اسلامی اصول کے خلاف اور ناجائز ہے۔ آدمی طرح طرح کے دھوکے تو ایک دوسرے کو دیتے ہیں لیکن بعض لوگ جو ظاہر اطور پر شرعی حجت تو پوری کر دیتے ہیں لیکن خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور تجارت میں طرح طرح کی جدت اور طبع آزمائی کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کو وہ دھوکا نہیں دے سکتے۔ اس کو دل کے اندر کا بھید معلوم ہے اس سے کوئی بات خواہ وہ ظاہر ہو یا دل میں چھپی ہو پوشیدہ نہیں ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایمانداری کی زندگی بسر کرے۔ جو صرف نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے ہی سے نہیں ہوتی بلکہ نماز میں جو پڑھتا ہے اس کے سمجھنے سے اور روزہ رکھ کر تمام بری عادتوں سے بچنے سے ہوتی ہے جس میں خاص بات یہ ہے کہ حق العباد ادا کرو اور کسی کو دغا یا دھوکہ نہ دو کسی کا مال ناجائز طور پر حاصل نہ کرو جس کی تفصیل اوپر دی گئی ہے اگر کوئی شخص کسی فرضی طریقہ سے۔ اپنی چیز کی قیمت بڑھائے اور یہ دکھائے کہ اس پر وہ نفع لیتا ہے۔ تو اس طرح وہ انسان کو دھوکہ دے سکتا ہے اور شیطان کے بہکائے میں خود آتا ہے لیکن وہ اللہ کو اپنی اس کارروائی سے دھوکہ نہیں دے سکتا اور وہ اس سے زیادہ گنہگار ہے جتنا کہ بہت زیادہ سود در سود لینے والا ہوتا ہے۔

اور جس قدر احکام کا ترجمہ دیا گیا اُن کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن پاک میں ہر قسم کی ہدایات موجود ہیں۔ اگر انسان ان کو پڑھ کر ان پر عمل کرے تو اخلاق کا بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو بہترین اُمت کہا ہے وہ اس لئے کہ وہ ان اخلاقی اصولوں پر پابند ہوں اور دنیا کے لیئے نظیر بنیں لیکن جو ظاہرا رسُومات پوری کرتے ہیں اور ان اخلاقی امور پر عمل نہیں کرتے یا نماز کو سمجھ کر نہیں پڑھتے وہ بالکل اس تانبے کے برتن کی مانند ہیں جس پر چاندی یا سونے کا پانی چڑھا ہو اور لوگ تانبے کی چیز کو سونے یا چاندی کی سمجھیں۔ اسلامی تعلیم کا مقصد اسلامی روحانیت کو سکھانا ہے۔ اور مسلمانوں کو دنیا کی بہترین امت جیسا کہ خدا نے کہا ہے بنانا ہے۔ یہ کام اس آیت ۱۰۴ رکوع ۱۱۔ سورہ آل عمران کے تحت کیا گیا ہے جس کا حکم اللہ پاک نے دیا ہے کہ اچھے کام سکھاؤ اور برے کاموں سے روکو۔

محمد یامین خان

اسلامی تعلیم

جلد پنجم

نکاح۔ مہر و طلاق و عدت کی بابت جملہ آیاتِ قرآنی
کا آسان ترجمہ معہ تشریح و تمہید

از تصنیف :- نواب سر محمد یامین خان صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ بیرسٹرایٹ لا
سابق ممبر و ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی غیر منقسمہ
ہندوستان۔ سابق ممبر کورٹ واگزیکٹو کونسل مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ و ممبر کورٹ دہلی یونیورسٹی

مصنف :- گاڈ۔ سول۔ اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام
و کرانسٹ اینڈ میری ان دی قرآن ۔ وغیرہ

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع

ملک محمد عارف

مطبوعہ

دین محمدی پریس لاہور

بار: اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

سب تعریفیں اللہ پاک کے واسطے ہیں جس نے انسان کو عقل و تمیز دیکر سوسائٹی میں باامن رہنا سکھایا اور اس کے واسطے اپنی ہدایتیں بھیجیں۔ مرد اور عورت کے تعلقات کو مستحکم اور مضبوط بنایا اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کے قاعدے انسان کی رہبری کے واسطے بنائے۔ مرد کے عورت پر اور عورت کے مرد پر وہ حقوق قائم کر دئے جن کی وجہ سے سوسائٹی پاک و صاف رہے۔ عورت کو اس کے جائز حقوق جو مرد نے اپنی زیادتی کی وجہ سے ختم کر دیئے تھے دلائے۔

نعت

اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام رحمتیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کرے جنہوں نے اللہ کے پیغام کو سمجھا کر مردوں کو انصاف سکھایا اور عورتوں کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر اعلےٰ درجہ کا مرتبہ دیا اور ان کو وہ حقوق مردوں پر دئے جو مردوں کو عورتوں پر تھے۔ دنیا بھر کی عورتیں ہمیشہ اس احسان کرنے والے کا احسان یاد کریں گی جس کے طفیل

سے مرد اور عورت دونوں کے خیالات میں تبدیلی واقع ہوئی اور عورت کو مرد کی برابری حاصل ہوئی۔ مردوں پر بھی ان خیالات میں تبدیلی ہونے سے احسان ہے چونکہ عورتیں ان ہی کی تو بیٹیاں اور بہنیں ہیں۔ ان کو خوشی ہونا چاہیئے کہ ان کی بہنیں اور بیٹیاں ذلت سے نکل کر عزت کے درجہ پر رسولؐ کی تعلیم کی وجہ سے پہنچیں۔ اس محسن پر جس قدر بھی سلام بھیجا جائے وہ کم ہے۔ ہمارا ہر رگ و ریشہ نبی صلعم پر درود بھیجتا ہے۔

خادم قوم محمد یامین خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو اماں حوا کو بھی پیدا کیا اور دونوں کو ایک ساتھ جنت سے نکالا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح ہر جاندار کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ بغیر نر اور مادہ کے نسل کی بڑھوار نہیں ہو سکتی۔ مرد اور عورت دنیا میں جب ایک ساتھ مل کر رہے تو اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کی وجہ سے جو اس نے ان کے جسم میں پیدا کی تھی انسانی نسل بڑھنے لگی۔ انسان اس وقت تک مکمل نہیں ہے جب تک کہ مرد اور عورت دونوں موجود نہ ہوں اور نسل انسانی کو قائم رکھیں۔

چونکہ مرد جسمانی حیثیت سے طاقتور ہے اور عورت علاوہ کمزور ہونے کے اکثر زمانہ میں جب وہ حاملہ ہو اور زچہ ہو اور بھی زیادہ کمزور ہو جاتی ہے اس لئے مرد اپنی طاقت کی وجہ سے عورت کا محافظ بنا اور ان اوقات میں جبکہ وہ خود کسی قابل نہیں ہوتی اس کی پرورش کا ذمہ دار ہوا۔ ان وجوہات سے مرد نہ صرف عورت پر حاوی ہو گیا بلکہ اس کو اپنا تابعدار سمجھنے لگا۔ اور اس پر اپنی حکومت کرنے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے نسل بڑھانے کے واسطے مرد اور عورت دونوں میں دو قسم کے

جذبات پیدا کئے ہیں اول تو جنسی خواہشات، دوسرے محبت۔ بغیر ان دونوں جذبات کے نسل کا بڑھنا یا سوسائٹی کا قائم رہنا مشکل ہے۔

جب مرد نے عورت سے اور عورت نے مرد سے اس محبت کی بنا پر جو ان کے دلوں میں پیدا ہوئی جنسی خواہشات کو پورا کیا اور اس کے نتیجہ میں بچہ کی پیداوار ہوئی تو لازم ہوا کہ اس بچہ کی پرورش وہ دونوں مل کر کریں جن کا یہ بچہ ہے۔

میاں بیوی کے رشتہ کی ابتدا آدم کے بعد

یہی بنیاد مرد اور عورت میں میاں اور بیوی کا رشتہ قائم ہونے کی ہوئی۔ اگر میاں اور بیوی کا رشتہ قائم نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ مرد بچہ کی پرورش میں کوئی حصہ نہ لیتا اور سارا بوجھ پرورش کا عورت پر ہوتا جیسا کہ گائے بھینسوں میں ہوتا ہے ان جانوروں میں چونکہ جوڑا جوڑا نہیں رہتا لہذا کوئی نر نہیں جانتا کہ اس کا بچہ کون ہے صرف مادہ اپنے بچہ کو پہچانتی ہے اور اس کی پرورش کرتی ہے۔ برخلاف اس کے بہت سے پرند ایسے ہیں جو ایک نر اور ایک مادہ مل کر ایک گھونسلے میں رہتے ہیں اور جو بچے اس گھونسلے میں پیدا ہوتے ہیں ان کی پرورش دونوں نر و مادہ مل کر کرتے ہیں اور بچے دونوں سے مانوس ہوتے ہیں بعض جانور ایک قبیلہ کی حیثیت سے رہتے ہیں اور اس میں جس قدر نر ایک خاص عمر کے ہو جاتے ہیں ان سے تمام ماداؤں کے جو اس ریوڑ میں ہوں بچے پیدا ہوتے ہیں جس طرح ہرن، بکری، جنگلی گائے، جنگلی کتے وغیرہ وغیرہ

جب انسان نے ترقی کرلی اور بہت مرد اور عورت ایک جگہ مل کر رہنے لگے تو ان میں علاوہ نفسانی و جنسی خواہشات کے محبت نے بھی اپنا اثر دکھایا اور ایک مرد اور ایک عورت آپس میں محبت کی وجہ سے یکجائی زندگی گزارنے لگے اور مرد اپنے آپ کو اس عورت کا مالک سمجھنے لگا اور دوسرے مرد سے اس کو جنسی تعلقات پیدا کرنے میں مانع ہوا۔ مرد نے ایک عورت پر قابو حاصل کرنے پر دوسری عورت کی طرف بھی رجوع کی اور اس پر بھی قابو پالیا۔ جو مرد زیادہ قوی ہوتا وہ دوسروں کی عورتوں کو چھین لیتا اور کمزور مرد منہ دیکھتا رہ جاتا۔ اسی طرح عورت بھی مرد کے خلاف کچھ نہ کرسکتی تھی جب اس کا مرد دوسری اور عورت کے لئے آتا تھا۔ محض طاقت اور ظلم کی وجہ سے طاقتور مرد جس قدر عورتوں کو چاہتا اپنے قابو میں رکھتا تھا۔

باوجود معاشرتی ترقی کے عورت کی ذلت

باوجود اس کے کہ بعض ممالک میں مردوں نے بہت ترقی کی تھی اور علوم و فنون میں ترقی یافتہ ہو گئے تھے لیکن عورت کو ایک ادنٰے درجہ کا انسان سمجھتے رہے۔ جہاں ہم عشق و محبت کی کہانیاں سنتے ہیں وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مرد نے اپنی معشوقہ کو کبھی آزادی دینے کا خیال تک بھی نہیں کیا اگرچہ وہ دنیا کی تمام نعمتیں حاصل کر کے اس پر قربان کرنے کو تیار تھا اور اپنی جان اس کی خاطر دینے کو مستعد تھا۔ مگر اس کو مرد کی برابری دینے کا خیال تک بھی اس کے دماغ میں نہ آتا تھا۔ وہ خوبصورت عورت

کو اسی شوق سے حاصل کرنا چاہتا تھا جیسے کہ ایک بیش قیمت ہیرے یا موتی کو حاصل کرتا تھا۔

اسلام سے قبل عورت کی ذلیل حالت

جو حالت کہ اسلام سے قبل عورت کی تھی اور ترقی یافتہ ممالک میں اور مذاہب میں تھی اس پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہو جائے گا کہ عورت کو مرد نے مثل ایک چوپائے کے تصور کر رکھا تھا اور عورت کو نہایت حقیر سمجھتا تھا۔ اور جن افعال کو خود کرتا تھا ان کے کرنے میں عورت کو قصور وار سمجھتا تھا۔

۱۔ **عرب** میں عورت کو اپنی بے حیائی پر فخر ہوتا تھا اور وہ مرد کے عیش کا ایک آلہ سمجھا جاتی تھی اس لئے غیرت دار مرد اپنی بیٹی کو مار ڈالتے تھے اور جس مرد کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تھی وہ نہایت رنجیدہ ہوتا تھا اور غلام عورتیں کثرت سے دیگر ممالک سے آتی تھیں، مرد جس قدر چاہتا اس قدر عورتیں اپنے پاس رکھتا تھا جن کو وہ اپنے عیش و نشاط میں استعمال کرتا تھا۔ باپ کی بیویاں اس کے مرنے کے بعد بیٹا اپنے نکاح میں لے آتا تھا۔

۲۔ **مصر** میں عورتوں کو کوئی حقوق حاصل نہیں تھے اور وہ نہایت بے عزتی سے دیکھی جاتی تھیں اس کی وجہ سے بھائی اپنی بہنوں کو اپنی زوجہ بنا لیتے تھے اور یہ رشتہ سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا۔

۳۔ **یونان** میں مرد کو اختیار تھا کہ وہ اپنی بیویوں کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دے یا بذریعہ وصیت کسی کو دیدے اور جو اس طرح نہیں دی جاتی تھیں وہ ورثہ میں بیٹے کو مل جاتی تھیں اور وہ اس کی بیویاں ہو جاتی تھیں۔

۴۔ **روم** میں باوجود ملک کے ترقی یافتہ اور آزاد خیال ہونے کے عورت کو کوئی حقوق حاصل نہ تھے اور مرد جس قدر چاہتا تھا اس قدر بیویاں اور زرخرید کنیزیں اپنے حرم میں رکھتا تھا۔ غلام عورت اس کی ملکیت اسی طرح سے تھی جیسے کہ گائے بھینس ہوتی ہے اور اس کو کوئی حقوق بیاہ شادی اور وراثت کے حاصل نہ تھے نہ وہ کسی چیز کی مالک ہو سکتی تھی۔

۵۔ **ایران** میں مرد لاتعداد عورتیں بطور بیویوں کے اور کنیزوں کے جو خریدی جاتی تھیں اور مثل جانوروں کے فروخت ہوتی تھیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک مذہب مزدک نے جاری کیا تھا جس میں یہ سکھایا گیا تھا کہ کوئی عورت اور کوئی زمین کسی کی نہیں ہو سکتی بلکہ تمام عورتیں تمام مردوں کی ہیں، جو جن سے چاہے ان سے اپنی نفسانی خواہشات پوری کرے۔ یہی طریقہ روس میں بالشویک نے شروع میں اختیار کیا تھا۔

۶۔ **ہندوستان** میں عورت چوپائے سے بھی بدتر تھی۔ مرد جس قدر چاہے اس قدر عورتیں رکھے کوئی قید تعداد کی نہ تھی کسی چیز کی وہ مستقل مالک نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ مستقل ورثہ پانے کی مستحق تھی۔ اپنے باپ کے ورثہ میں بھائیوں

یا مشترکہ خاندان والوں کے مقابلہ میں اس کو کوئی حق اس وقت بھی حاصل نہیں بیوہ عورت خواہ وہ بچپن میں ہی بیوہ ہو جائے اور اپنے مرد کی شکل بھی نہ دیکھی ہو وہ دوسرا بیاہ نہیں کر سکتی۔ بعض مقامات پر اس کا سر مونڈھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی خوبصورتی جاتی رہے اور کوئی شخص صبح کو اس کا منہ نہیں دیکھتا اس کو منحوس سمجھتا ہے۔ رات کو کھانا اس لئے نہیں دیا جاتا۔ کہ اس میں نفسانی خواہشات نہ پیدا ہوں۔ لڑکیوں کو مندر کی نذر کر دیا جاتا تھا جہاں وہ ناچتی تھیں اور رنڈی کا پیشہ کرتی تھیں۔ ان کو دیوداسی کہا جاتا ہے۔ لڑکی سادھو نہیں ہو سکتی تھی۔ عورت کو طلاق لینے کا کوئی حق نہ تھا چاہے مرد کیسا ہی برتاؤ کرے۔ عورت اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ مہاتما بودھ نے عورت کی کوئی مدد سوائے اس کے نہیں کی اس کو بھی تارک الدنیا ہو کر فقیری لینے کا حق دیدیا لیکن پھر بھی وہ مرد سادھو کے سامنے کھڑی رہتی تھی خواہ وہ اس سادھو سے عمر میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور خواہ اس کو فقیری لئے مرد سے بہت زیادہ زمانہ گذر گیا ہو۔ مہاتما بودھ نے اپنے چیلہ آنندا سے کہا کہ "آنندا بچہ کی طاقت رونا ہے اور عورت کی طاقت غصہ کرنا۔ آنندا عورتیں غصہ ور ہوتی ہیں۔ حاسد ہوتی ہیں۔ رشک کرنے والی ہوتی ہیں۔ احمق ہوتی ہیں" ہندو عورتوں کو جوئے میں ہارا جاتا تھا اور آٹھ آٹھ بھائیوں میں صرف ایک عورت ہوتی تھی جیسا کہ مہابھارت میں دروپدی کو لکھا ہے

اب بھی جاٹوں میں کئی کئی بھائیوں میں ایک ہی بیوی ہوتی ہے۔ اور شملہ کے قریب کی بعض پہاڑیوں میں عورتیں فروخت ہوتی ہیں اور غیر مرد کو اختیار ہے کہ شوہر کو روپیہ دیدے اور اس کی بیوی کو لے لے۔

۷۔ عیسائی لوگوں میں ایک فرقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال کر رکھی ہے اور وہ شادی نہیں کرتے۔ عورت کو نہ صرف گنہگار سمجھتے ہیں بلکہ گناہ کی ترغیب دینے والی بھی سمجھتے ہیں۔ بچہ کی پیدائش کو گناہ کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور پیدائشی طور پہ بچہ کو گنہگار سمجھتے ہیں اور اس وقت تک وہ گنہگار رہتا ہے جب تک کہ اس کو بپتسمہ نہ دیا جائے۔ پادری ٹرٹیلین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ عورت شیطان کا پھاٹک ہے۔ اس مہر کو توڑنے والی ہے جو خدا نے لگادی ہے۔ منع کردہ پھل کر کھانے والی ہے۔ خداوندی حکم کو توڑنے والی ہے۔ اللہ کے ہم شکل انسان یعنی مرد کو تباہ کرنے والی ہے۔

رسولؐ نے آن کر خیالات بدل دیئے ان کا عورت پر احسان

جبکہ تمام دنیا میں عورت مثل جانور کے تھی اور کوئی حقوق نہیں رکھتی تھی رسول اللہؐ نے مسلمان عورتوں کو وہ حقوق دیئے جو آج بھی ان سے پونے چودہ سو سال بعد دنیا بھر میں کسی عورت کو حاصل نہیں۔ رسول اللہؐ نے یہ ذہن نشین کرادیا کہ عورت بھی اُن ہی ماں باپ سے اسی طرح پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مرد ہوتا ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی

مرضی ہوتی ہے کہ وہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں لڑکا بنادے یا لڑکی اور چونکہ بغیر مرد اور عورت دونوں کے نسل انسانی قائم نہیں رہ سکتی اس لیئے ایک دوسرے کا جزو ہے اور جس طرح ماں سے محبت کی جاتی ہے اسی طرح بیٹی سے بھی محبت کرنی چاہیئے۔ جتنی بھی عورتیں ہیں وہ مردوں کی یا تو مائیں یا بہنیں یا بیٹیاں ہیں۔ پھر ان کے ساتھ بُرا برتاؤ صرف بیوی بنا کر کیوں کیا جائے۔ جبکہ ایک عورت اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر ایک مرد کے گھر اس کی زوجہ بن کر آتی ہے اور اس کے گھر بار کی نگران ہوتی ہے اس کے بچوں کی ماں ہوتی ہے اور ان کی پرورش کرتی ہے۔ اور مرد کی زندگی کو خوشگوار بناتی ہے تو اس کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرنا چاہیئے جیسا کہ شریک حیات کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ چونکہ عورت بھی مثل مرد کے انسان ہے اس کو بھی حقوق ہونے چاہئیں اور اس کی حالت مثل چوپاؤں کے جو دنیا بھر میں مردوں نے بوجہ اپنی طاقت کے بنا رکھی ہے وہ درست نہیں ہے اس میں تبدیلی ہونی چاہیئے لیکن ساتھ ہی مردوں کو واجبی حقوق اپنی بیویوں پر دینے چاہئیں

اسلام میں عورتوں کو حقوق ساری دنیا کی عورتوں سے زیادہ

اسلام میں میاں کو بیویوں پر حقوق ہیں اور بیویوں کو حقوق مردوں پر ہیں۔ وہ ضرور نہیں بھولنی چاہئیں جن کی وجہ سے کہ مرد ایک عورت کو اپنی بیوی بنا کر اس کے تمام اخراجات کا کفیل ہوتا ہے اور عورت اپنے ماں باپ کے گھر کو چھوڑ کر

خاوند کے گھر آتی ہے۔ پہلی ضرورت تو جنسی خواہشات کو پورا کرنا ہے جو کہ قدرت نے مرد اور عورت دونوں کے جسم میں پیدا کی ہے اور دوسری ضرورت اولاد کی ہے اگر انسان کے جسم میں جنسی خواہش نہ ہوتی تو بہت سے مرد اور عورتیں اولاد سے درگذر کرتے۔

بچہ کی پرورش کا بوجھ مرد پر

اولاد چونکہ مرد کی تصور کی جاتی ہے لہٰذا اس کی پرورش کی ذمہ داری بھی مرد پر عائد ہوئی اس لئے اسلام میں کل خرچ مرد کے ذمہ ڈالے گئے ہیں حتیٰ کہ عورت کے کل اخراجات کا اولاد کی پرورش کے زمانہ میں خواہ اس کو طلاق ہو گئی ہو مرد کو ذمہ دار بنایا گیا ہے اور عورت خود اپنے بچہ کو دودھ پلائے لیکن اس کا معاوضہ بھی مرد کے ذمہ ہے چونکہ اولاد مرد کی تصور کی جاتی ہے۔

مہر و تحفہ

اس کے علاوہ عورت کا مہر قائم کیا گیا ہے جو مرد پر واجب ہوتا ہے تاکہ بوجہ طلاق یا بیوگی کے اس کا گذر اوقات ہو سکے اس کے علاوہ جو کچھ مرد بطور تحفہ کے بیوی کو دیدے وہ واپس نہیں لے سکتا۔ اگر عورت بیوہ ہو جائے تو اس کو خاوند کے مال میں سے ورثہ ملتا ہے۔ اسی ذمرہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عورت اگر

ماں یا بیٹی یا بہن ہے تو اس کو بھی مرد کی پسماندہ جائداد وغیرہ میں سے ورثہ ملتا ہے اسلام سے پہلے کوئی عورت وارث نہیں ہوتی تھی۔

بیواؤں کے لئے وصیت کی ہدایت

قرآن پاک میں بیواؤں کے حق میں ایک سال تک مکان میں رہنے اور ان کے اخراجات کی بابت وصیت کرنے کا بھی حکم ہے۔ اگرچہ وصیت بحق وارث جائز نہیں ہے لیکن اس معاملہ میں حکماً جائز کی گئی ہے۔ چونکہ ایسی بہت سی حالتیں ہو سکتی ہیں۔ جبکہ بیوی کا گذر آٹھویں حصہ کی آمدنی پہ نہ ہو سکے اور رہائشی مکان اس قدر مختصر ہو کہ اس کے آٹھویں حصہ میں رہنا ناممکن ہو اس لئے اللہ تعالٰے نے ہدایت فرمائی ہے کہ ایسی حالتوں میں تم اپنی بیواؤں کے حق میں وصیت کرو بعض علما کا اپنا ذاتی خیال ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی لیکن ہم اس قسم کی بات کو ہرگز منظور نہیں کر سکتے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت دوسری آیت کی وجہ سے منسوخ ہوئی۔ قرآن پاک کا دعوٰی ہے کہ اس کی کوئی آیت دوسری آیت کے متضاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ استثنٰے ہے جس کو انگریزی قانون میں EXCEPTION کہا جاتا ہے۔

کوئی انسان کیسا ہی بڑے سے بڑا عقلمند ہو حکمت خداوندی میں غلطی نہیں نکال سکتا۔ اگر یہ آیت منسوخ ہو گئی ہوتی تو رسول اللہؐ اس کو قرآن پاک سے نکلوا دیتے چونکہ سورۃ البقر اور سورۃ النساء دونوں مدینہ منورہ میں تھوڑے آگے پیچھے

نازل ہوئیں اور رسول اللہ ؐ کو قرآن پاک پورا حفظ تھا۔ حضرت عمر خطابؓ کو اپنی خلافت کے زمانہ میں صرف تین معاملات میں دقت ہوئی جن کی وضاحت رسول اللہ ؐ سے نہ کراسکے تھے بقیہ سب آیتوں کو اچھی طرح جانتے تھے وہ تین معاملات یہ ہیں۔ اول خلافت کا مسئلہ۔ دوئم کلالہ کی تشریح۔ تیسری ربوا کی تشریح۔ ایسی حالت میں ہم ان علما دین سے اتفاق نہ کرنے پر مجبور ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کے حق میں ایک سال کی وصیت کی بابت جو آیت ہے وہ منسوخ ہو گئی ہے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن پاک کا ایک نقطہ یا زیر یا زبر بھی قیامت تک منسوخ نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ کہ یہ آیت ورثہ نہیں دلاتی بلکہ ایک سال تک ورثہ پر بار ڈالتی ہے۔

میاں اور بیوی کا رشتہ محبت کا ہے تین ماہ کی طلاق کے بعد مہلت

اس کے بعد رسول اللہ ؐ نے یہ بھی دنیا کو بتا دیا کہ عورت کو اس کی خوشی سے ہی اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے یعنی میاں اور بیوی کا رشتہ محبت اور خوشی کا ہے۔ اگر محبت اور آپس میں اتفاق نہیں رہا تو کٹنے بلی کی زندگی بسر کرنے سے یہ بہتر ہے کہ دونوں علیحدہ ہو جائیں اور طلاق ہو جائے تاکہ مرد اور عورت کی زندگی ہی تلخ نہ ہو بلکہ بچوں پر بھی اس کا برا اثر نہ پڑے۔ اگرچہ طلاق کی اجازت میاں اور بیوی دونوں کو مشکل سے نجات دلانے کے واسطے دی گئی ہے۔ لیکن طلاق کی نوبت صرف اس وقت آنی چاہیئے جبکہ دونوں کا گذر آپس میں ناممکن ہو جائے۔ قرآن پاک میں اس لیئے

مرد اور عورت کو تین ماہ کی مہلت پہلی طلاق کے بعد دی گئی ہے کہ وہ آپس میں پھر ایک ہو جائیں اور جو اختلاف ہو اس کو خواہ خود رفع کر لیں یا اور لوگ بیچ میں پڑ کر فیصلہ کرا دیں۔ آدمی کے طلاق کہہ دینے سے یا طلاق دینے سے طلاق جب تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ عورت کو تین دفعہ ایام ماہواری نہ گذر لیں اور مرد ہر ایسے موقع کے بعد اپنی طلاق کی تجدید نہ کر لے۔ اگر ان تین ماہ کے اندر مرد عورت سے ہم صحبت ہو جائے تو وہ طلاق ختم سمجھی جاتی ہے اس لیئے طلاق مکمل ہونے تک عورت کو ہدایت ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مکان نہ چھوڑے اور مرد کو ہدایت ہے کہ وہ اس کے تمام اخراجات کا حسب معمول کفیل رہے تا کہ اس عدت کے زمانہ میں ممکن ہے کہ پھر میل جول کی صورت پیدا ہو جائے بعض لوگوں کا یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اگر مرد تین دفعہ ایک ہی وقت میں طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہہ دے تو وہ طلاق مکمل ہو گئی۔ یہ خیال بالائے قرآن پاک کی آیات کے بالکل خلاف ہے کسی کو خواہ وہ کیسا ہی بڑا محدث یا امام یا مجدد کیوں نہ ہو قرآن پاک کی آیتوں کے خلاف رائے دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ جملہ آیات کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ سمجھ جائے گا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالے میاں بیویوں کو آپس میں صلح کا موقع دینا چاہتا ہے اور کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس طرح قانون کی تکمیل کے واسطے ایک ضابطہ کا قانون ہوتا ہے جیسا ضابطہ فوجداری یا ضابطہ دیوانی ہے جو جرائم کی پاداش یا حقوق دلوانے کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں تشریح ہوتی ہے کہ کس طرح کارروائی پولیس

یا مجسٹریٹ یا سول جج کو کرنی چاہیئے۔ بغیر اس طرح کارروائی کئے مقدمہ کی کل کارروائی خارج سمجھی جاتی ہے۔ یا بے دخلی کی نالش دائر کرنے سے پہلے ایک ماہ کا نوٹس دینا ضروری ہے اور بغیر اس کے نالش کالعدم سمجھی جاتی ہے اسی طرح بغیر اس ضابطہ کو استعمال کئے جو خدا تعالےٰ نے مقرر کیا ہے طلاق مکمل نہیں ہو سکتی اور اس حالت میں مرد اور عورت پھر خوش خوش میاں اور بیوی کا رشتہ بغیر نکاح دوبارہ کئے قائم رکھ سکتے ہیں۔

عورت کو طلاق لینے کا حق

جہاں مرد کو حق طلاق دینے کا ہے وہاں عورت کو بھی طلاق لینے کا حق حاصل ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں جو آگے دی گئی ہیں یہ صاف لفظ ہیں کہ عورتوں کو بھی مردوں پر وہی حقوق ہیں جو مردوں کو عورتوں پر ہیں اگرچہ مرد کا حق کسی قدر فائق ہے۔ اسکی وجہ سے امام مالکؒ نے عورت کو طلاق لینے کی اجازت دی ہے۔ گذشتہ سال ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں قانون خلع مسلم لیگ کی پوری حمایت سے پاس ہوا جس میں عورت کو خاص خاص حالتوں میں طلاق لینے کا پورا حق دیا گیا ہے۔ وہ قانون پاکستان میں بھی رائج ہے۔

رومن کیتھولک عیسائیوں میں طلاق ناجائز

یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرقہ میں طلاق ناجائز

ہے اور مرد کسی صورت میں بھی طلاق نہیں دے سکتا خواہ اس کی بیوی کسی اخلاقی جرم کی مرتکب کیوں نہ ہو اور عصمت فروشی کرتی ہو اور موجودہ قانون کے ذریعہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے شادی کرنے کے بعد مرد اور عورت کو صرف موت اس رشتہ سے علیحدہ کر سکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد اور عورت جب لڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں تو عورت کا نان نفقہ عدالت سے مقرر ہو جاتا ہے۔ مرد مجبوراً دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات پیدا کرتا ہے اور عورت دوسرے مردوں سے لیکن ایک کو دوسرے سے رہائی کی کوئی شکل اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے نہیں ہوتی۔ دونوں آئندہ اولاد سے محروم ہو جاتے ہیں۔ چونکہ دونوں ناجائز تعلقات کی وجہ سے وہ ترکیبیں استعمال کرتے ہیں جس سے بچہ نہ پیدا ہو۔ اسلام میں یہ بڑا اخلاقی جرم ہے چونکہ اسلام کی رو سے یہ صاف ظاہر ہے کہ خدا نے انسان کو جنسی خواہشات نسل انسانی کو بڑھانے کے واسطے دی ہیں نہ کہ ان کا ناجائز استعمال کرنے کے واسطے۔

ہندوؤں میں طلاق ناجائز

ہندوؤں میں بھی طلاق نہیں ہے۔ وہاں بھی مرد بہت سی بیویاں کر کے پہلی بیوی سے بے تعلق ہو سکتا ہے اور بہت جگہ ایسا ہوتا بھی ہے لیکن عورت کو سوائے روٹی کپڑا مانگنے کے اور کوئی حق نہیں ہے۔ چاہے کتنی ہی سختی اور ظلم اس بیہودہ مرد

سے اپنا پیچھا چھڑا کر آزادی نہیں پا سکتی۔ اس کے لیئے صرف ایک ذریعہ ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

عورتوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام نے ان کو بے عزتی سے نکال کر عزت کا درجہ دیا ہے اور مسلمان مردوں کو بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ عورت کے کیا کیا حقوق ہیں اگرچہ بہت سے مردوں نے ہندوؤں کی صحبت کی وجہ سے بہت خیالات ان کے اختیار کر لیئے ہیں۔ قرآن پاک کو جزدان میں بند کر کے تبرک کی طرح رکھ دیتے ہیں اور جس غرض سے خدا نے اپنا کلام بھیجا ہے اور اس میں احکامات درج کیئے ہیں ان کو بالکل نظر انداز کرتے ہیں اس لیئے ان جملہ آیات کا ترجمہ اس جلد میں دیا گیا ہے جو نکاح۔ مہر، نان نفقہ طلاق اور بچوں کی پرورش سے متعلق ہیں تاکہ ہر مسلمان ان کو پڑھ کر خود سمجھ لے کہ اس بارہ میں احکام الٰہی کیا ہیں اور دوسروں کا دست نگر نہ رہے۔

عورتوں کو اپنی کمزوری کا احساس ہونا چاہیئے

عورتوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ شادی کی اغراض یعنی جنسی خواہشات کا پورا ہونا اور اولاد ہونا ان دونوں میں سے اگر ایک سے بھی عورت قاصر ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ خوشی سے اپنے خاوند کی دوسری شادی کرا دے اگر اس کا مرد ایسا چاہتا ہے ورنہ اس کا نتیجہ خراب ہے اگر بیوی جنسی تعلقات سے مجبور ہے اور مرد کی دوسری شادی بھی نہیں چاہتی تو وہ زنا کی ترغیب دیتی ہے جو کہ اسلام میں ایک گناہ کبیرہ

ہے اور جس کی سزا سو کوڑے مرد کے واسطے اور سو کوڑے عورت کے واسطے مقرر ہیں اور زنا کی بابت جس قدر آیات ہیں ان کی تفصیل جلد چہارم میں دی جا چکی ہے لہٰذا مسلمان عورت کو یہ ہرگز نہیں چاہیئے کہ وہ اپنے خاوند کو اپنے کسی لالچ سے یا فعل سے مجبور کرے کہ وہ زنا کا مرتکب ہو یا زنا کا خیال بھی دل میں لائے۔ ممکن ہے کہ دوسری بیوی سے کہیں زیادہ یہ بڑی بلا ثابت ہو۔ عورتوں کو نکاح میں ایسی شرائط لگانا بھی کسی طرح مصلحت کے موافق نہیں چونکہ پاکستان میں وہ عورت اچھی نظر سے نہیں دیکھی جاتی جس نے اپنے خاوند سے طلاق حاصل کی ہو۔

ایک سے زیادہ بیویاں کن حالتوں میں ہونی چاہئیں

اس کے ساتھ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اللہ تعالےٰ نے اگرچہ دو تین یا چار تک بیویوں کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ شرط جو قائم کی وہ بہت سخت ہے یعنی سب کے ساتھ برابری کا برتاؤ لازم ہے۔ برابری صرف روٹی کپڑا جیب خرچ اور رہائش میں نہیں ہوتی بلکہ زن و شوئی کے فرائض میں بھی برابری کرنی چاہیئے۔ اکثر مرد دو بیویوں میں سے ہر ایک کو آسائش تو برابر پہنچاتے ہیں لیکن ان کے جنسی حقوق کو برابری سے پورا نہیں کرتے۔ یہ اس شرط کی خلاف ورزی ہے۔ ہماری رائے میں مرد صرف دو صورتوں میں دوسری شادی کر سکتا ہے جو ادیبہ تجربہ ہو رہیں ہیں یعنی عورت میں جنسی خواہشات کو پورا کرنے کی قابلیت نہ ہو یا بچہ پیدا کرنے سے وہ مجبور ہو۔ اور ان دونوں حالتوں

میں عورت سے منظوری لینی چاہیئے۔ اگر وہ انکار کرے تو مرد کو مجبوراً طلاق دیکر اپنے آپ کو آزاد کرانا ہوگا پھر وہ دوسری بیوی کر سکے گا اس مرحلہ کو طے کرنے کی ذمہ داری عورت پر ہوگی خاص کر اس حالت میں جبکہ مرد اس بات پر تیار ہو کہ وہ اپنی بیوی کو بدستور زوجیت میں رکھے اور اس کے تمام اخراجات کا بدستور ذمہ دار ہے اور اگر وہ مریضہ ہے تو اس کے علاج میں کوتاہی نہ کرے ان دو حالتوں کے علاوہ کسی اور حالت میں مرد دو میں برابری کا برتاؤ نہیں کر سکتا اور جہاں برابری نہ ہو وہاں خدا کا حکم ہے کہ ایک ہی بیوی پر قناعت کرو نفسانی خواہشات کے واسطے اور ہوس کی وجہ سے دوسری بیوی کرنا قرآن پاک کی آیات کے خلاف معلوم ہوتا ہے ہم نے ہر سورت آیت سپارہ کا حوالہ اس لئے دیدیا ہے کہ جو چاہے کلام مجید کھول کر کوئی سا ترجمہ پڑھ لے ہم نے اپنے نزدیک ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ مطلب و مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو اپنی دانست میں کوئی آیت بھی جس کا تعلق ان امور سے ہے نہیں چھوڑی ہے۔ اکثر معاملات ہمارے علم میں ایسے آئے ہیں جہاں مرد اور عورت دونوں نے غلطی سے طلاق مکمل سمجھ لی تھی اور یہ سمجھتے تھے کہ جب تک عورت دوسرے مرد سے نکاح کر کے اس سے طلاق حاصل نہ کر لے اور اس کے بعد اس شوہر سے دوبارہ نکاح نہ کرلے وہ اس کی زوجیت سے خارج ہوگئی۔ حالانکہ ایسی صورت بہت بعد میں آتی ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیات کو پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا۔

خادم قوم

محمد یامین خان

۱۵ر جنوری ۱۹۵۵ء مطابق ۲۰ر جمادی الاول ۱۳۷۴ھ

ترجمہ آیات قرآن پاک بابت نکاح، مہر، تحفہ، طلاق، عدت، بچوں کی پرورش

سپارہ	سورت	رکوع	آیت	مشرک عورت اور غیر مسلم مرد سے مسلمان مرد اور مسلم عورت کا نکاح ناجائز
۲	البقر	۲۷	۲۲۱	اے مومنو مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ مسلمان لونڈی مشرک آزاد عورت سے بہت بہتر ہے چاہے وہ مشرک عورت تم کو کیسی ہی اچھی کیوں نہ معلوم ہوتی ہو۔ اور مسلمان عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں اس وقت تک نہ دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان غلام بہتر ہے کافر آزاد مرد سے گو وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ کیونکہ یہ کافر عورت اور مرد دوزخ میں جانے کی تحریک دیتے ہیں اور اللہ اپنے احکامات سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اللہ تعالے اسی واسطے اپنے احکامات آدمیوں

کو بتاتا ہے کہ وہ ان پر عمل کریں اور نصیحت حاصل کریں۔				
باپ دادا کی بیویوں سے نکاح ناجائز				
ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ (دادا یا نانا) نے نکاح کیا تھا۔ بے شک ایسا کرنا بڑی بے حیائی اور نفرت کی بات ہے۔	۲۲	۳	النساء	۴
کن کن عورتوں سے شادی ناجائز				
تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں۔ تمہاری بیٹیاں۔ تمہاری بہنیں۔ تمہاری پھوپیاں۔ تمہاری خالائیں۔ تمہاری بھتیجیاں۔ تمہاری بھانجیاں۔ اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے۔ تمہاری دودھ شریک بہنیں۔ تمہاری بیویوں کی مائیں۔ تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم ہم صحبت ہو چکے ہو اور یہ تمہاری پرورش میں ہیں (یعنی تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو ان کے پہلے خاوندوں سے پیدا ہیں اور بوجہ تمہارے نکاح کے وہ مثل تمہاری بیٹیوں کے ہو گئی ہیں) لیکن ان بیویوں کی بیٹیوں سے	۲۳ تا ۲۵	۴	النساء	۴

نکاح کر لینے میں گناہ نہیں جن بیویوں سے تم نے
مباشرت نہ کی ہو (یعنی مباشرت سے پہلے ہی یا
تو وہ بیوی انتقال کر گئی ہو یا اس کو طلاق دیدی
گئی ہو اور اب زوجیت میں داخل نہ ہو) اور
ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری نسل سے ہوں۔ اور
دو بہنوں سے ایک ہی وقت نکاح حرام کیا گیا
(بہنوں میں سگی بہنیں اور ایک باپ لیکن دو ماؤں
سے بہنیں۔ اور دو باپ لیکن ایک ہی ماں سے
بہنیں اور دودھ شریک بہنیں بھی شامل ہیں) اور
وہ عورتیں جو شوہر والی ہیں حرام ہیں اللہ تعالیٰ
نے ان احکامات کو تم پر فرض کر دیا ہے۔ ان کے
علاوہ اور عورتیں تمہارے لیئے جائز کی گئیں یعنی یہ
کہ تم اپنے مال میں سے مہر دے کر جائز بیویاں بناؤ
نہ ان کو مستی نکالنے کی غرض سے استعمال کرو۔
اور جو شخص تم میں سے اس کی استطاعت
نہ رکھتا ہو کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کرے
تو وہ اپنی مسلمان لونڈی سے نکاح کر لے۔

۴	النساء	۱	۳	**ایک سے زیادہ نکاح کی شرط** اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو چاہے دو عورتوں سے، چاہے تین سے چاہے چار عورتوں سے لیکن اگر تم کو (ذرا بھی) اس بات کا احتمال یا اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ نہ کرسکو گے تو ایسی حالت میں ایک ہی بیوی پر بس کرو. یا جو لونڈی تمہاری ملکیت ہو اسی پر اکتفا کرو. اس سے تم ناانصافی کرنے سے بچ جاؤ گے۔
۵	النساء	۱۹	۱۲۷	اے پیغمبر لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتوے مانگتے ہیں. کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے (ساتھ نکاح کرنے کے) معاملہ میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پہلے دیا گیا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے

ساتھ نکاح کرد۔ اور نیز بے چارے بیکس بچوں کے بارے میں (اور حکم دیتا ہے) کہ یتیموں کے معاملہ میں انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی تم کرو گے وہ اللہ خوب جانتا ہے۔				
اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی کے لئے اس میں گناہ نہیں کہ آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لیں اور سمجھوتہ کرنا اچھی بات ہے اگرچہ طبیعتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہی ہیں۔ اور اگر تم نیکوکاری اور پرہیزگاری کرو گے تو اللہ سب کاموں سے واقف ہے۔	۱۲۸	۱۹	النساء	۵
اور چاہے تمہاری کتنی ہی خواہش کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی تم عورتوں میں برابری و انصاف نہ کر سکو گے ایسا بھی نہ کرنا چاہیئے کہ ایک ہی طرف کو ڈھل جاؤ اور دوسری کو ایسی حالت میں چھوڑ دو کہ گویا وہ ادھر میں لٹک رہی ہے۔ اور اگر آپس میں موافقت کر لو اور پرہیزگاری کرو تو خدا بخشنے والا	۱۲۹	۱۹	النساء	۵

مہربان ہے۔			
اگر میاں بیوی میں موافقت نہ ہو سکے اور ایک دوسرے سے جدا ہی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی لا انتہا دولت میں سے ان کو دولت دے گا۔ وہ بڑی کشائش و حکمت والا ہے۔ نوٹ :۔ سورۃ النساء کی آیت ۳ کی تشریح آیات ۱۲۷ لغایت ۱۲۹ میں کی گئی ہے۔ اکثر مسلمانوں میں غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی کہ یتیم لڑکیوں سے شادی نہیں کرنی چاہیئے اس کو آیت ۱۲۷ میں صاف کر دیا گیا ہے۔ آیت ۳ میں جو الفاظ ہیں کہ اگر تم ایک ہی بیوی یا لونڈی پر اکتفا کرو گے تو نا انصافی کرنے سے بچو گے یعنی ایک سے زیادہ بیویاں کرو گے تو یہ زیادہ اغلب ہے کہ ایک کے ساتھ نا انصافی کرو گے اس کو آیت ۱۲۹ میں صاف کر دیا گیا ہے کہ یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے کہ تم برابری اور انصاف کر سکو۔ ایک سا برتاؤ کرنا نہایت دشوار ہے بلکہ اللہ تعالیٰ	۱۳۰	۱۹	النساء	۵

فرماتا ہے کہ ناممکن ہے۔ ایک سا برتاؤ کرنے سے
یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ کپڑا۔ مکان۔ کھانا۔ جیب خرچ۔
سواری وغیرہ ہی ایک سا ہو بلکہ حقوق زن شوئی
بھی برابر برابر ہونے چاہئیں اگر کسی بات میں
بھی فرق آگیا تو شرط ختم ہو گئی ایسی حالت میں
صرف ایک بیوی ہونی چاہیئے لیکن اسلام میں ایک
سے زیادہ بیویوں کو جو جائز رکھا گیا ہے وہ فطرت
انسانی کے ہر پہلو پر نظر کرتے ہوئے رکھا گیا ہے
اسلامی سوسائٹی میں زنا کو بہت سختی سے روکا گیا
ہے اور اس کو گناہ عظیم قرار دے کر زنا کرنے والے
مرد اور عورت دونوں کے سو سو کوڑے کی سزا
قرار دی گئی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی سزا ہے
جو شکل سوشیل بائیکاٹ کے ہے اس طرح سے
اسلامی سوسائٹی کو زنا سے پاک رکھا گیا ہے۔ اس
نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے ان حالات کو
نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو اکثر انسانی زندگی میں
پیش آجاتے ہیں۔ چونکہ مرد اور عورت شادی دو

ضرورتوں کو پورا کرنے کے واسطے کرتے ہیں اول تو
جنسی خواہشات کو جو خدا نے جسم میں پیدا کی
ہیں پورا کرنے کے واسطے۔ دوئم اولاد کی غرض
سے لیکن بعض وقت عورت اپنی دائمی علالت کی
وجہ سے حقوق زن وشوئی پورا کرنے سے مجبور ہوتی
ہے بعض حالت میں عورت بانجھ ہوتی ہے اور بچہ
جننے کے قابل نہیں ہوتی۔ اب اگر مرد جوان اور
طاقتور ہے اور جنسی خواہشات کو نہیں روک سکتا
یا اولاد کا خواہشمند ہے تاکہ اس کی نسل چلے تو وہ
ان حالات میں کیا کرے۔ اسلام میں ان ضرورتوں کا
جائزہ لیا گیا ہے اور ان صورتوں میں دوسری
شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اگر مرد
اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزادی حاصل کرنا نہیں
چاہتا اور اپنی بیوی کے اخراجات کا کفیل رہنا
چاہتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے اور بیوی بھی
اس سے محبت کرتی ہے اور بجائے طلاق لینے کے
یہ منظور کرتی ہے کہ اس کا شوہر اپنی ضرورت پوری

				کرنے کی غرض سے دوسری شادی کرلے تو اس میں کوئی اخلاقی برائی نہیں۔ چونکہ اسلامی سوسائٹی کو پاک صاف رکھنا سب سے پہلا مقصد ہے اور ساتھ ساتھ انسانی جذبات کو بھی نہیں بھلایا جاسکتا۔ لیکن اگر پہلی بیوی ان حالتوں میں یہ چاہے کہ طلاق لے لے۔ تو اس کی خوشی۔ مگر ان دو حالتوں کے علاوہ کسی اور صورت میں دوسری بیوی کرنا جبکہ پہلی بیوی ہر طرح کی قابلیت رکھتی ہے تو مناسب نہیں معلوم ہوتا)
				پارسا مسلمان عورتیں اور اہل کتاب عورتیں جائز
٦	المائدہ	١	٦	اور تمہارے لیئے شادی کے واسطے پارسا مسلمان عورتیں، اور اہل کتاب عورتوں میں سے وہ جو پارسا ہوں اور ان پیغمبروں کی امت ہوں جن پر کتاب تم سے پہلے اتری ہے باقاعدہ شادی کے لیئے جائز ہیں کہ مہر دیکر بیوی بناؤ نہ کہ اعلانیہ بدکاری یا خفیہ آشنائی کے واسطے۔

مسلمان عورتیں غیر مسلم کے لئے ناجائز				
مسلمان عورتیں غیر مسلم مرد کے لیئے جائز بیویاں نہیں مسلمان عورتوں کی شادی غیر مسلم سے نہ کرو کیونکہ وہ ان کے جائز شوہر نہیں ہیں۔ اگر غیر مسلم عورت کا شوہر غیر مسلم ہے اور وہ عورت مسلمان ہو جائے تو اس غیر مسلم شوہر کو وہ مہر ادا کر دو جو اس نے بیوی کو دیا تھا۔ جب تم یہ مہر واپس کر دو، تو اس عورت سے جو مسلمان ہوگئی ہے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔	۱۰	۲	الممتحنہ	۲۸
مہر ادا کرو				
اپنی بیویوں کو ان کا مقررہ مہر خوشی سے ادا کرو لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے (یعنی بغیر کسی دباؤ یا دھوکہ کے) اس میں سے کچھ معاف کر دیں تو اس کو تم خوش ہو کر کھاؤ۔	۴	۱	النساء	۴
عورتوں پر دباؤ نہ ڈالو				
اے ایمان والو تمہارے لیئے یہ حلال نہیں ہے	۱۹	۳	〃	〃

				کہ تم عورتوں کے زبردستی مالک بن جاؤ اور ان کو اس غرض سے گھر میں مقید کرو کہ ان پر دباؤ ڈال کر اس مہر میں سے واپس لے لو جو تم نے ان کو دیا ہے۔ صرف ان عورتوں کو مقید کر سکتے ہو جو ظاہرا بدچلن ہوں لیکن اس صورت کے علاوہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک سے رہو ممکن ہے کہ وہ تم کو پسند نہ ہوں لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ تم کو اگرچہ کوئی چیز ناپسند ہو مگر اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لیئے بھلائی رکھتا ہو
				جو کچھ بیوی کو دیدو وہ واپس نہ لو
۳	النساء	۴	۲۰	اگر تم یہ طے کر لو کہ بجائے ایک بیوی کے دوسری کر دگے تو چاہے تم نے اپنا کل مال و متاع اس (پہلی) بیوی کو مہر میں یا بطور تحفہ دیدیا ہو وہ واپس نہ لو۔ کیا تم تہمت یا بہتان لگا کر واپس لو گے جو صریحاً گناہ ہے۔
۴	النساء	۴	۲۱	اور کیسے تم ان سے واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ان کے ساتھ بے حجابانہ ہم صحبت ہو چکے ہو

				اور وہ تم سے عہد لے چکی ہیں۔
				مہر میں تبدیلی دونوں کی رضامندی سے
۵	النساء	۴	۲۴	عورتوں کو ان کا وہ جو مقرر ہوا ہے دو لیکن اگر مہر مقرر ہونے کے بعد دونوں خوشی سے اس میں تبدیلی کریں تو کوئی الزام نہیں (یعنی خوشی سے عورت مہر میں کمی کر دے یا مرد خوشی سے اضافہ کر دے)
				جن کا مہر مقرر نہ ہوا ہو انکو بطور تحفہ دو
۲	البقر	۳۱	۲۳۶	ان بیویوں کو طلاق دینے میں گناہ نہیں ہے جن کا نہ تو مہر مقرر ہوا ہو اور نہ تم نے ان کو ہاتھ لگایا ہو۔ لیکن تم کو چاہیئے کہ ان کو تم اپنی حیثیت کے موافق غریب اپنی حیثیت کے موافق دے۔ جو لوگ نیکی کرنا چاہتے ہیں ان سے معقول رقم کے تحفہ کی توقع کی جاتی ہے۔
				عورت کو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دینے میں مہر کا نصف حصہ واجب
۲	البقر	۳۱	۲۳۷	اگر بیویوں کا مہر مقرر ہو گیا ہے اور ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو تو جس قدر مہر مقرر ہوا ہے

				اس کا نصف واجب ہوتا ہے لیکن عورت کو اختیار ہے کہ اس کو بھی معاف کر دے۔ اسی طرح مرد کو جس کے ہاتھ میں نکاح کو قائم رکھنا یا توڑنا ہے اختیار ہے کہ وہ رعایتاً سارا مہر دیدے۔ اور رعایتاً سارا مہر دینا پرہیزگاری کے قریب ہے آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالٰے تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے
				جو لوگ قسم کھالیں کہ بیوی کے پاس نہ جائیں گے ان کو چار ماہ کی مہلت
۲	البقرہ	۲۸	۲۲۶	جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جائیں گے (یعنی ہم صحبت نہ ہوں گے) ان کے واسطے چار ماہ کی مہلت ہے تاکہ اس عرصہ میں اپنی قسم توڑ کر پھر عورت سے ہم صحبت ہونے لگیں پس اللہ بخشنے والا اور رحیم ہے (یعنی قسم توڑنا اگرچہ منع ہے لیکن اس بارہ میں جو قسم توڑی جاویگی اس کو اللہ تعالٰے معاف کر دے گا چونکہ ایسی قسم نہایت غلیظ کام کے واسطے ہے جو

				اصول اسلام کے خلاف ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ خود اس قسم کو توڑنے کی ہدایت کرتا ہے)
٢	البقرہ	٢٨	٢٢٧	لیکن اگر اُن کا مُستحکم ارادہ طلاق ہی دینے کا ہے تو اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔
				طلاق کے بعد عدت کی میعاد
٢	البقرہ	٢٨	٢٢٨	جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ تین مرتبہ ایام ماہواری گزر جانے تک دوسرا نکاح نہ کریں اور ان عورتوں کو اگر خدا اور قیامت کے دن پر یقین ہے (یعنی وہ مسلمان ہیں) اور ان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اس کو چھپائیں جو خدا نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے (یعنی اگر حاملہ ہیں یا نہیں اس کا اظہار کر دیں) اس درمیان میں اگر ان کے شوہر صلح کر کے اپنی زوجیت میں رکھنا چاہیں تو ان کو اس کا حق ہے (یعنی بغیر دوبارہ نکاح کئے. بلکہ اس حالت میں نکاح فسخ نہیں سمجھا جاوے گا) اور عورتوں کو بھی انصافاً وہی حقوق مردوں پر ہیں جو مردوں کو دستور کے موافق عورتوں پر ہیں اگرچہ

مرد کو عورت پر کسی قدر فضیلت ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ **طلاق کے بعد مصالحت صرف دو دفعہ** اسی طرح کی طلاق صرف دو دفعہ جائز ہے (یعنی طلاق دے کر عدت کے زمانہ میں مصالحت کا موقع) اس کے بعد چاہے تو عورت کو خوشی خوشی زوجیت میں رکھو یا خوش اسلوبی کے ساتھ جدا کردو۔ اور مردوں کے واسطے یہ جائز نہیں کہ وہ مہر کو یا ان چیزوں کو جو میاں بیوی کی زندگی گزارنے میں عورت کو دی ہوں وہ طلاق دیتے وقت واپس لیں لیکن جس وقت دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدا کی مقرر کردہ حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے اور عورت اپنی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے کچھ مرد کو دیدے تو اس میں دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ضابطہ ہے اس کے باہر تم مت جاؤ۔ جو شخص اس ضابطہ کے باہر جائیگا	٢٢٩	٢٩	البقرہ	٢

وہ ظالموں میں سے ہے (یعنی گنہگار ہے)

نوٹ :- مرد کے واسطے یہ نہایت شرم
کی بات ہے کہ وہ عورت سے مہر کا حصہ واپس
مانگے یا ان چیزوں کو جو بطور تحفہ دی ہوں واپس
مانگے لیکن اگر عورت یہ دیکھتی ہے کہ مرد لالچ کی وجہ
سے اس کو طلاق نہیں دیتا اور اچھی طرح بھی نہیں
رکھتا اور طلاق صرف اس وقت دینے کو تیار ہے
جب عورت اس کو مہر چھوڑ دے اور بری پر چڑھی
ہوئی چیزیں واپس کر دے تو عورت کے لئے
گناہ نہیں کہ وہ اپنا پیچھا چھڑانے کو یہ چیزیں یا ان کا
جزو دیدے اور مرد کے لیئے بھی گناہ نہیں کہ وہ
ایسی حالت میں لے لے لیکن پھر بھی مرد کے واسطے
اس معاملہ میں زیادتی کرنا شرم کی بات ہے۔

دوئم یہ کہ جو ضابطہ طلاق دینے کا اور مصالحت
کرنے کا اور پھر طلاق مکمل ہو جانے کا خدا نے مقرر
کر دیا ہے اس کے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے،
اگر وہ شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، خدا کے

				مقرر کردہ ضابطہ کے خلاف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا کو قادر مطلق نہ ماننا۔ **تین مہینہ تک تین طلاق کے بعد عورت نکاح سے خارج اور اس شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔**
״	״	״	٢٣٠	پھر اگر کوئی شخص دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد یعنی جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے کہ دو مرتبہ عدت کے درمیان صلح کرلی ہو یا عدت ختم ہونے تک کوئی صلح نہ کی ہو اور دو مرتبہ ایام ماہواری ختم ہونے کے بعد طلاق دی ہو تیسری مرتبہ عورت کو طلاق دیدے تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے شادی نہ کرلے اور وہ دوسرا شخص بھی اسی ضابطہ کے مطابق طلاق نہ دیدے اور وہ طلاق مکمل نہ ہو جائے اس کے بعد گناہ نہیں ہے کہ یہ دونوں (یعنی پہلا شوہر اور یہ عورت جس کو دوسرا خاوند مکمل طلاق دیدے) پھر نکاح کرلیں اگر ان کو یہ امید

				ہو کہ خدائے تعالیٰ کے مقرر کردہ ضابطہ پر قائم رہیں گے اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطے جو مقرر کئے ہیں ان کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔ **طلاق کے بعد تین مہینہ ختم ہونے سے پہلے مصالحت یا تین ماہ بعد مکمل طلاق۔**
۲	البقرہ	۲۹	۲۳۱	جب تم عورتوں کو دو دفعہ طلاق دے چکو (یعنی دو دفعہ دو ماہ کے ایام ماہواری کی ختم کے ہر موقع پر) اور وہ اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو ان کو حسن سلوک کے ساتھ نکاح میں لینے دو (یعنی ان سے ہم صحبت ہونے لگو اور محبت کی زندگی بسر کرو) یا خوش اسلوبی سے قاعدہ کے موافق (یعنی تیسری ایام ماہواری ختم ہونے پر) طلاق تیسری مرتبہ دے کر ان کو رہائی دیدو لیکن ان کو اس وجہ سے اپنے آپ سے پابند نہ رکھو کہ ان پر ظلم کرو یا دبا ڈالو۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا (یعنی اگر تمہاری نیت

محبت کی زندگی بسر کرنے کی نہیں ہے اور ساتھ ہی تم طلاق مکمل بھی تیسرے مہینہ پر نہیں کرتے اور اس طرح معاملہ کو الجھن میں ڈال کر عورت پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہو تو یہ فعل گناہ کا ہے) اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ بناؤ اور ان کو بے وقعت نہ سمجھو اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو یاد کرو اور خاصکر اس نعمت کو کہ اس نے تمہاری ہدایت کے واسطے حکمت بھری کتاب نازل کی ہے جس سے تم نے نصیحت حاصل کی ہے (یعنی قرآن پاک) اور اللہ سے ڈرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتا ہے				
مکمل طلاق کے بعد عورت کو دوسرے شخص سے نکاح کرنے سے نہ روکو اگر تم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دیدے اور وہ عورت اپنی عدت پوری کر لے (یعنی اس طرح سے جیسے کہ اوپر کی آیات میں آیا ہے) تو اس عورت کو کسی	۲۳۲	۳۰	البقرہ	۲

				دوسرے شخص سے جس سے وہ رضامند ہو نکاح کرنے سے نہ روکو۔ اس حکم سے ان لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لیئے پاکی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
۲۸	الطلاق	۱	۱	**طلاق ایام ماہواری کے درمیان نہ دیں بلکہ بعد کو دیں اور عدت اس وقت سے شروع ہو گی۔** اے نبی۔ لوگوں سے کہدو کہ جب وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو عدت کے شروع میں دیں۔ (یعنی حیض کے زمانہ میں نہ دیں بلکہ حیض ختم ہو جانے کے بعد دیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے غلطی سے طلاق حیض کے زمانہ میں دیدی تھی اس پر رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ واپس لو) اور عدت کی میعاد کو ٹھیک طرح گنیں (یعنی طلاق دینے کے بعد تین ایام ماہواری عورت کو گذرنے چاہئیں جو زمانہ

				عدّت ہے اور جس زمانہ میں دوبارہ صلح کرنے کی اجازت ہے) اور اپنے رب اللہ سے ڈرتے رہیں۔ ان عورتوں کو عدت کی میعاد ختم ہونے تک گھر سے نہ نکالیں (یعنی طلاق کے بعد بھی عدت کے زمانہ میں حسب دستور نان نفقہ دیتے رہیں) اور عورتوں کو بھی چاہیئے کہ وہ خاوند کے گھر سے عدّت کے زمانہ میں نہ نکلیں۔ اگر کوئی عورت کھلی بے حیائی کرے تو اور بات ہے **عدت پوری ہونے سے پہلے صلح یا عدت کے بعد طلاق مکمل کرو اور گواہ کرو**
۲۸	طلاق	۱	۲	پس جب عورتیں (یعنی جن کو دو ماہ تک طلاق دی جا چکی ہے) اپنی عدت کی میعاد پوری کرنے پر آئیں تو یا تو ان کو حسن سلوک کے ساتھ نکاح میں رہنے دو یا خوش اسلوبی سے قاعدہ کے موافق طلاق مکمل کر کے ان کو علیحدہ کر دو۔ اور اپنے آپس کے دو ایماندار آدمیوں کو گواہ کر لو ان گواہوں

کو وقتِ ضرورت سچی ایمانداری کی گواہی دینی ہوگی۔ یہ نصیحت اُن لوگوں کو کی جاتی ہے جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے واسطے مشکل سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے۔				
اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے کافی ہے (یعنی اللہ کی مدد کافی ہے) اللہ اپنا کام جس طرح کبھی ہو پورا کر کے رہتا ہے اس نے ہر کام کا اندازہ مقرر کیا ہے۔	۳	۱	طلاق	۲۸
جن عورتوں کو ایام ماہواری نہ ہوں ان کی عدت تین ماہ				
وہ عورتیں جن کے ماہواری ایام بند ہو چکے ہیں ان کی عدت میں اگر شبہ ہو تو ان کے واسطے تین ماہ کی عدت ہے اسی طرح ان عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔ جن کو ایام ماہواری نہیں ہوئے (یعنی بوجہ	۴	۱	طلاق	۲۸

				کم عمری کے یا بوجہ بیماری کے) اور ان عورتوں کی عدت جو حاملہ ہیں اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے حمل سے فارغ ہو جائیں (بچہ خواہ پورے دنوں کا ہو یا اسقاط ہو جائے لیکن ظاہر اس کے بعد کی وہ میعاد بھی شامل ہے جو میعاد زچگی کی ہے جس میں وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی علے العموم یہ چالیس دن سمجھے جاتے ہیں) جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے واسطے اللہ آسانی کی راہ نکال دیتا ہے۔
۲۸	طلاق	۱	۵	یہ اللہ تعالے کا حکم ہے جو اس نے تمہارے لئے نازل کیا ہے اور جو کوئی اللہ سے اس معاملہ میں اور دوسرے معاملوں میں ڈرے گا۔ اللہ تعالے اس کے گناہ معاف کر دے گا اور اس کو بڑا انعام دیگا۔
				عدت کے زمانہ میں عورت کو اسی طرح رکھو جیسے خود رہو۔
۲۸	طلاق	۱	۶	عدت کے زمانہ میں مطلقہ عورتوں کو اسی حیثیت سے

				اپنے پاس رکھو جیسے تم خود رہتے ہو اور ان پر تنگی کر کے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اگر وہ عاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرو جب تک وہ حمل سے فارغ ہوں۔ اگر وہ تمہارے بچہ کو دودھ پلائیں تو اس کا معاوضہ دو۔ اس کا آپس میں مل کر خوبی کے ساتھ فیصلہ کر لو کہ انصافاً کیا مناسب معاوضہ ہوگا۔ اگر تم کو اس میں مشکل پیش آئے تو باپ خرچ دے کر دوسری جس عورت سے چاہے دودھ پلوائے۔
۲۸	طلاق	۱	۷	**بچہ کی پرورش پر باپ کی حیثیت کے موافق خرچ۔** بچہ کی پرورش پر امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے موافق اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی پر اس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جتنا کہ وہ اٹھا سکے۔ تھوڑے دن کی تکلیف کے بعد اللہ پھر راحت یعنی فراخی بخشے گا۔

				عورت طلاق کے بعد بچہ کو دو سال تک دودھ پلائے اگر باپ خرچ برداشت کرے
۲	البقرہ	۳۰	۲۳۳	اور مائیں اپنے بچے کو دو سال تک دودھ پلائیں گی تاکہ دودھ پلانے کی میعاد پوری ہو جائے اگر اس بات پر باپ رضامند ہو لیکن اس کو ماں کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہونا ہوگا۔ جو کہ قاعدہ اور انصاف کے موافق ہوگا (یعنی باپ کی حیثیت کے مطابق جس کا معیار وہ ہوگا جس طرح کہ وہ اس عورت کو اس وقت رکھتا تھا جب تک طلاق نہیں ہوئی تھی) اللہ تعالےٰ کسی پر اس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کو برداشت کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔ کسی ماں کو بچہ کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچائی جائے نہ باپ کو بچہ کی وجہ سے تکلیف پہنچائے۔ اگر بچہ کا باپ مر جائے تو بچہ کے ولی کے ذمہ بھی یہی فرض ہے جو اس کے باپ پر ہے۔ پھر اگر دونوں باہمی رضامندی

سے دانت نکلنے پر دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر باپ اپنے بچہ کو (یعنی طلاق کی صورت میں) انّا کا دودھ پلوانا چاہے تو اس میں بھی کوئی برائی نہیں بشرطیکہ دودھ پلائی کو قاعدہ اور انصاف کے ساتھ وہ ادا کردے جو اس سے وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ وہ تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔				
بیوہ کی عدت				
اگر تم میں سے کوئی مر جائے اور بیوہ چھوڑے تو بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اس عدت کے زمانہ میں وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی لیکن جب میعاد پوری ہو جائے تو وہ قاعدہ اور انصاف کے موافق نکاح کر سکتی ہے (یعنی اگر حاملہ ہے تو بچہ ہونے تک نکاح نہیں کر سکتی چاہے بچہ اس عدت کے بعد ہو) اور اللہ کو اور سب باتوں کا علم ہے جو تم کرتے ہو۔	۲۳۴	۳۰	البقرہ	۲

مضمون	آیت	رکوع	سورۃ	پارہ
بیوہ کو عدّت کے زمانہ میں نکاح کا پیغام نہ دو				
اگر تم کسی بیوہ سے نکاح کرنے کی دل میں خواہش کرو یا اس کا اظہار اشارتاً کرو تو اس میں کوئی بُرائی نہیں۔ چونکہ اللہ کو تمہارے دل کا بھید معلوم ہے لیکن بیواؤں سے جب تک ان کی عدّت ختم نہ ہو جائے کوئی خُفیہ معاہدہ نکاح کا نہ کرو۔ نہ ان کو پیغام دو۔ البتہ عدّت پوری ہونے کے بعد قاعدہ اور انصاف کے ساتھ اُن سے نکاح کر سکتے ہو۔ اس کا خیال رکھو کہ اللہ کو سب معلوم ہے جو تمہارے دل میں ہے اس سے ڈرو۔ ساتھ میں یہ بھی جانو کہ وہ بخشنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔	۲۳۵	۳۰	البقرہ	۲
بیوی کے لئے ایک سال کی رہائش اور گذارہ کی وصیت کرو				
تم میں سے جو مریں اور ان کے بیویاں ہوں تو ان کو چاہیئے کہ مرنے سے پہلے اس بات کی وصیت	۲۴۰	۳۱	البقرہ	۲

				کریں کہ ان کی بیویوں کو ایک سال تک مکان سے نہ نکالا جائے اور ایک سال تک گذارہ دیا جاوے لیکن اگر وہ خوشی سے (یعنی ورثا کے بغیر دق کئے) مکان چھوڑ دیں اور اپنے حق میں بہتر کام قاعدہ کے موافق (یعنی نکاح) کرلیں تو وارثوں پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالےٰ بلند مرتبہ و اختیار والا عقلمند ہے۔
				عورت کو طلاق کے بعد عدّت کے زمانہ میں نان نفقہ مرد کی حیثیت کے مطابق
۲	البقرہ	۳۱	۲۴۱ و ۲۴۲	جن عورتوں کو طلاق دی جائے ان کا نان نفقہ انصاف اور حیثیت کے موافق ہونا چاہیئے۔ (یعنی عدت کے زمانہ میں مرد کو چاہیئے کہ وہ عورت کو اسی طرح سے رکھے جیسا کہ طلاق سے پہلے رکھتا تھا اور اگر مرد اس سے قبل مرجائے کہ عورت کی عدت پوری ہو تو اس کے ورثا پر یہ واجب ہے کہ وہ عدت تک اس عورت کو

				اسی طرح سے رکھیں جیسے کہ خاوند رکھتا تھا، یہان پر فرض ہے جو ایماندار ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔
				بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں ہو جاتی مگر کفارہ دینا ہو گا۔
۲۸	المجادلہ	۱	۲	تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کہہ دیتے ہیں اور اس طرح سے ان سے زن و شوئی کے تعلقات ختم کر دیتے ہیں تو وہ بیویاں اس کہہ دینے سے مائیں نہیں ہو جاتیں۔ مائیں تو وہی ہوتی ہیں جو کسی کو جنتی ہیں۔ چونکہ ایسے لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اس لیئے گناہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ یقیناً بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔
۲۸	المجادلہ	۱	۳	جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں یا بہن بتا کر ان سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور اپنی کہی ہوئی غلط بات کی تلافی کرنا چاہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے پیشتر اس کے کہ دونوں میاں بیوی

				آپس میں اختلاط کریں۔ اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔
۲۸	المجادلہ	۱	۴	اگر کسی شخص کو غلام یا لونڈی آزاد کرنے کے واسطے میسر نہ ہو تو وہ بیوی سے ہم صحبت ہونے سے پیشتر دو ماہ مسلسل روزے رکھے جس سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم اس لیئے سنایا گیا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ حدیں اللہ کی باندھی ہوئی ہیں اور کافروں پر بڑا عذاب ہوگا۔
				عورت کو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دینے میں عدت نہیں ہوتی
۲۲	الاحزاب	۶	۴۹	اے ایمان والو جب تم مومن عورت سے شادی کرو اور اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی اس کو طلاق دیدو تو اس حالت میں تم کو عدت کے زمانہ کے گننے کی ضرورت نہیں پس ان کو اچھی طرح تحفہ دے کر حسن سلوک سے آزاد کر دو (یعنی جب مرد نے عورت

				کو ہاتھ نہیں لگایا تو اس کی توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ حاملہ ہے اور نہ آپس میں میاں بیوی کے تعلقات پیدا ہوئے اور مرد نے چھوٹتے ہی طلاق دیدی تو ایسی صورت میں دونوں کے لئے یہ بہتر ہے کہ علیحدہ ہو جائیں۔ اگرچہ طلاق کے بعد تین ماہ کی مہلت مصالحت کی ہے لیکن اس حالت میں ضرورت نہیں۔ نہ عورت کو انتظار کی ضرورت وہ فوراً نکاح کر سکتی ہے لیکن طلاق مکمل تین دفعہ کہہ کر کرنی چاہیئے)

از تصنیف :- نواب سر محمد یامین خان صاحب۔ سی۔ آئی۔ ای۔ بیرسٹر ایٹ۔ لا
سابق ممبر و ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی غیر منقسمہ
ہندوستان۔ سابق ممبر کورٹ و اگزیکیٹو کونسل مسلم یونیورسٹی
علیگڈھ و ممبر کورٹ دہلی یونیورسٹی

مصنف :- گاڈ سول اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام و کرائسٹ
اینڈ میری ان دی قرآن وغیرہ

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

طابع

ملک محمد عارف

مطبوعہ

دین محمدی پریس لاہور

بار اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

جس طرح تمام ممالک میں رواجی قانون وراثت تھا اسی طرح عرب میں بھی رواجی قانون تھا جس کی بنیاد صرف یہ تھی کہ ایک عرصہ سے اس پر عمل درآمد ہوتا رہا تھا۔ اہل ہنود میں بھی رواجی قانون تھا جس کی بنیاد دھرم شاستر پر تھی اور منو جی کا بنایا ہوا قانون تھا جس میں عورت کا حصہ وراثت میں قطعی نہ تھا وہ صرف یا تو استری دھن کی یعنی اُس چیز کی جو ہاتھ سے اُس کو دیدی جائے مالک تھی اور اگر مرنے والے کے کوئی پسری اولاد نہ ہو یا وہ خاندان مشترکہ کا ممبر نہ ہو تو اُن کی بیوہ اور اُس کے بعد لڑکی صرف حین حیاتی مالک ہوتی تھیں لیکن بیع و رہن کا ان کو اختیار نہ ہوتا تھا۔ اگر خاندان مشترکہ ہو یا مرنے والے کے اولاد پسری ہو تو عورت کا حق صرف نان نفقہ پانے کا تھا لیکن ہر ایک مرد خواہ وہ کسی پشت میں ہو حیثیت مشترک خاندان کے وارث ہوتا تھا اور چونکہ ہندوؤں میں پیدائش اس وقت سے شمار ہے جس وقت کہ نطفہ قرار پائے لہذا مشترکہ جائیداد میں مرد بچہ اسی وقت سے شریک ہوتا تھا۔ اگر کسی شخص کے چار لڑکے ہوں تو یہ چاروں اپنے باپ کے ساتھ برابر برابر

کے شریک ہوتے ہیں یعنی ہر ایک کا حصہ کل ملکیت میں ایک پانچواں ہے۔ اگر کوئی لڑکا اپنے باپ کی زندگی میں مر جائے اور اپنی اولاد میں ایک یا زیادہ لڑکے چھوڑے تو اس مرنے والے کے حصے کے یعنی پانچویں حصے کے اس کے لڑکے مالک ہو جائیں گے اور محجوب الارث کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ جائداد میں باپ ایک پانچویں حصہ کا مالک ہوا اور ہر بیٹا معہ اپنی اولادِ ذکور کے پانچویں حصہ کا مالک ہوا اور بحیثیت خاندان مشترک کے وہ اپنے حصہ کا مالک ہے اور اس کو اختیار ہے کہ جائداد تقسیم کرا کر اپنا حصہ علیحدہ کرا لے۔

اسلام میں کئی ترمیمات اس قانون میں ہوئیں۔

اول۔ اہم انقلابی ترمیم یہ ہے کہ عورت مثل مرد کے پوری مالک اپنے حصہ کی ہوئی جو قرآن پاک نے ماں۔ بیٹی۔ بہن۔ دادی وغیرہ کا مقرر کر دیا ہے اس کو بیع۔ رہن۔ ہبہ وغیرہ کرنے کا پورا اختیار ہے۔

دوم۔ یہ ترمیم ہے کہ ہر مرد کو یا عورت کو جو ورثہ ملتا ہے اس کا وہ پورا مالک ہوتا ہے اس کی زندگی میں اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں۔ وہ اپنی زندگی میں چاہے سب چیز فروخت کر دے یا ہبہ کر دے اولاد کو چون و چرا کا حق نہیں۔ اس لئے مشترکہ خاندان جو اہل ہنود میں حق رکھتا ہے وہ اسلام میں نہیں۔ صرف مشترک جائداد

> جیسے دکان ہے اس میں شریک کو یہ حق ہے کہ اس کی اجازت کے
> بغیر دوسرا شریک اپنا حصہ فروخت نہ کرے اور اگر ایسا کر دے
> تو اس کو حق شفعہ حاصل ہے۔

لیکن اہل ہنود میں کوئی لڑکا یا اس کے مرنے کی حالت میں اس کی اولاد وراثت سے خارج نہیں ہوتے مگر قانون شرع بنانے والوں نے اس لڑکے کی اولاد کو جو اپنے باپ کے سامنے مرجائے اس حالت میں ناحق کر دیا جبکہ اس کے باپ کے اور لڑکا موجود ہے۔ یہ اس اصول پر ہوا کہ باپ اپنی چیز کا پورا مالک ہے اور اس کے بعد اس کے قریب تر وارث کو کل ملنا چاہیئے جو کہ لڑکا ہے مگر یہ بات اس کی بنیاد کچھ احادیث کی غلط فہمی سے پیدا ہوئی ورنہ قرآن پاک میں اس کا تذکرہ نہیں۔ اسلام میں وراثت کی بنیاد نسل ہے یعنی جو لوگ مورث کے خون سے پیدا ہوئے یا مورث جن کے خون سے پیدا ہوا اور ان کی اولاد۔ بہرحال اس مختصر کتاب میں قرآن پاک کی ان آیات کو یکجا کرنے لکھا ہے جو وراثت اور وصیت کی بابت ہیں تاکہ ہر مسلمان کو جو اردو دان ہو کلام پاک کے احکامات ایک نظر میں معلوم ہو جاویں۔ ان احکامات کی تشریح بھی کر دی گئی ہے اور چند احادیث ضروری بھی دے دی گئی ہیں جن کی بنیاد پر قانون وراثت شرع محمدی میں بنا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ مختصر تو قریب دو ماہ میں ختم ہو گیا

تھا اور بوجہ علالت راقم ختم ہونے سے رہ گیا تھا آج بروز منگل مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۵۵ء مطابق ۱۸ر شعبان ۱۳۷۴ھ بمقام یامین مینشنس۔ بلاک ۴ ناظم آباد کراچی اختتام کو پہنچا۔

راقم

محمد یامین خان۔ سابق ساکن میرٹھ۔ کوٹھی جنت نشان

ہندوستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

اللہ تعالےٰ نے اپنے رحم وکرم سے انسان کی ہدایت کے واسطے انصاف کا قانون بنا کر رسول اللہؐ کی معرفت قرآن پاک میں درج کیا۔ یہ پہلا قانون دنیا میں ہے جس میں کہ عورت کو مثل مرد کے وارث مانا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ جو کہ مرد اور عورت دونوں کا پیدا کرنے والا ہے اُس نے مرد کو صاف کھول کر بتا دیا کہ عورت بھی اسی طرح انصافاً وارث ہے جیسے کہ مرد ہم اپنے اس پیدا کرنے والے کی جس نے پیدائش کی بنا پر ورثہ دلایا جس قدر بھی تعریف کریں کم ہے۔

نعت و درود

رسول اللہؐ کا تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام دنیا کو احسانمند ہونا چاہیئے کہ انھوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ احکام خداوندی کو پیش کر کے تمام دنیا کے خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا اور کمزور طبقہ کو بھی اُس کا حق زبردست طبقہ سے دلا دیا۔ اللہ تعالےٰ رسول اللہؐ پر، اُن کے اہل وعیال پر، اور اُن کے اصحابہ پر، اور ان کی امت پر تمام نعمتیں نازل کرے اور اس برگزیدہ رسول کے طفیل میں تمام گنہگاروں کے گناہ معاف کرے۔ آمین

محمد یامین خان

عورت کو دنیا بھر میں سب سے پہلے قرآن پاک نے وراثت میں حقدار قرار دیا ہے

سپارہ	سورۃ	رکوع	آیت	
۴	النساء	۱	۷	اس ترکہ میں سے جو ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں مردوں کا حصہ ہے اور عورتوں کا بھی حصہ اوس ترکہ میں سے ہے جو ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں۔ چاہے یہ ترکہ تھوڑا ہو یا بہت۔ یہ حصے مقرر ہیں۔
〃	〃	〃	۸	جب (مرنے والے کے ترکہ کو) بانٹنے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو ان کو بھی اس ترکہ میں سے کھانے کو دو اور اُن سے نرمی سے بات کرو اور مہربانی سے اُن سے پیش آؤ۔ نوٹ :- دنیا بھر میں سب سے اول عورت کو حق وراثت آیت نمبر ۷ کے ذریعے ملا۔ اس سے قبل صرف عرب میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں عورت وارث نہیں ہوتی تھی۔ اس کو صرف وہ ملتا تھا جو اس کو ماں باپ یا رشتہ دار اپنے ہاتھ سے

دیدیتے تھے۔ ہندوستان میں اس کو استری دھن کہا جاتا تھا۔ اسی طرح عرب میں بھی عورت کو بطور ورثہ کے کچھ نہیں ملتا تھا۔ وہاں تو قبیلہ قبیلہ کے رواج جدا تھے۔ بعض قبیلوں میں صرف بڑا لڑکا ہی کل ورثہ پاتا تھا۔ لڑکی۔ بیوی۔ ماں بہن۔ باپ۔ بھائی کچھ نہ پاتے تھے۔ رواجی قانون جاری تھا جس کو طاقتور آدمی اپنی خواہش کے موافق بنا دیتا تھا۔ مدینہ منورہ میں جب اسلامی سوسائٹی قائم ہوگئی تو مسلمانوں کے واسطے وراثت کے مروجہ قانون میں تبدیلی کی گئی۔ چنانچہ سورۃ النساء میں جو وراثت کا قانون ہے وہ دراصل مروجہ قانون میں تبدیلیاں صرف بیان کی گئی ہیں۔ اور اصول بتائے گئے ہیں۔ ان اصولوں سے مروجہ قانون میں جیسی کبھی کسی خاص معاملہ کی صورت پیش آئے وراثت قائم کی جاتی ہے۔ آیت نمبر ۷ نے یہ اہم انقلابی اصول قرار دیا کہ عورت بھی مثل مرد کے وارث ہے۔ اب عورتوں میں کس کس کو کس قدر			

حصہ ملے اور مرد کو کس کس قدر ملے یہ اگلی آیتوں میں ہے۔

نوٹ ۲ :- آیت نمبر ۸ نے ایک اخلاقی اصول اسلامی سوسائٹی کے واسطے بنایا ہے کہ اگر مرنے والے کے ورثہ کی تقسیم کے وقت قرابت دار یتیم اور مساکین آ جاویں ان سے نرمی کا برتاؤ کرو یعنی اگرچہ یہ لوگ وارث نہیں ہیں لیکن ورثہ تقسیم کرنے سے پیشتر کل ورثہ میں سے پہلے اُن کو کھانے کو دو۔ اور بقیہ کو تقسیم کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو جملہ ورثاء دیں۔ اگر کسی شخص نے اپنی تمام عمر کی کمائی سے کچھ بچا کر چھوڑا تو یہ چھوڑا ہوا مال ورثاء کو تو ملے ہی گا۔ مگر ورثاء کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ورثہ اُن کو محض اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے ملا ہے ورنہ تو ہر شخص کا کام ہے کہ اپنی روزی کے واسطے خود مشقت کرے۔ یہ خدا کی طرف سے بطور مہربانی کے ملتا ہے کہ کوئی مورث اپنی کمائی کو سارا خرچ نہ کرے اور اُس میں سے بچا کر اپنے وارثوں کے

				واسطے چھوڑ جاوے اور یہ وارث اس سے مستفید ہوں۔ اس لئے ان وارثوں کو چاہیئے کہ اس ورثہ میں سے ان لوگوں کو بھی جن کا اوپر ذکر ہے کھانے کو دیں۔ اس آیت کی وجہ سے مسلمانوں میں فاتحہ کا اور سویم اور چہلم کے کھانے کا دستور ہو گیا ہے اور ان موقعوں پر مرنے والے کے وارث، یتیموں، مسکینوں اور قرابت داروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کپڑے دیتے ہیں۔ اگرچہ بہت سی رسومات جو درحقیقت مرنے والے کے وارثوں پر بہت بوجھ ہوتی ہیں مگر بلا ضرورت جبراً و قہراً بھگتنی پڑتی ہیں اُن کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے لیکن اُن کی ابتدا اس آیت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اگر اس آیت کی حدود میں رہا جائے اور مرنے والے کے مال میں سے ورثاء کچھ حصہ ضرورت مندوں کو دیں تو یہ عین اسلامی اصول کے موافق ہوگا مگر رسم مقرر کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے۔ چونکہ رسم میں غریب آدمی

				امیر کی حرص میں بوجھ سے دبنا ہے۔ **قرآن پاک میں وصیت کا حکم** نوٹ۔ چونکہ وراثت کی آیتوں میں بار بار وصیت کا ذکر ہے اس لئے ان آیتوں کو جو وصیت کی بابت ہیں پہلے دینا ضروری ہے چونکہ ان کو سمجھنے کے بعد تقسیم وراثت اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے **ماں باپ کے اور رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرنے کا حکم**
۲	البقرہ	۲۲	۱۸۰	تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آجائے اور وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے موافق وصیت کر جائے۔ خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔
״	״	״	۱۸۱	جو شخص وصیت کو سننے کے بعد بدل ڈالے گا تو اس کو بدلنے کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں۔ اور بے شک خدا سنتا اور جانتا ہے۔

مرنے سے پہلے بیواؤں کے حق میں وصیت کا حکم تم میں سے جو مریں اور ان کے بیویاں ہوں اُن کو چاہیئے کہ مرنے سے پہلے اپنی بیویوں کے واسطے وصیت کریں کہ ان کو گذر اوقات کے لئے ایک سال تک خرچ دیا جائے اور ایک سال تک مکان میں رہائش کریں لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے مکان چھوڑ دیں (یعنی دیگر ورثاء کے بغیر دق کئے) اور اپنے حق میں بہتری کا کام کریں (یعنی نکاح کریں) جو قاعدہ اور انصاف کے موافق ہو تو تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ بلند مرتبہ و اختیار والا و حکمت والا ہے۔ نوٹ:- جلد پنجم میں جو نکاح و مہر و طلاق وغیرہ کے بارہ میں ہے اُس میں یہ صاف کر دیا گیا ہے کہ یہ آیات بوجہ آیات وراثت کے منسوخ نہیں ہوئیں جیسا کہ بعض علماء خاصکر مصنف منسوخ القرآن کا خیال ہے۔ ہماری	۲۴۰	۳۰	البقرہ	۲

رائے میں یہ آیات اپنی جگہ قائم ہیں اور ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جب ان پر پابندی کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ بیوہ یا ماں باپ اور غیر وارث رشتہ داروں کے حق میں وصیّت نہایت ضروری ہے۔ اور ورثہ اس وصیّت کو پورا کرنے کے بعد تقسیم ہوتا ہے **سورۃ النساء کا رکوع ۲ جس میں تمام تقسیم وراثت درج ہے** (۱) اللہ تمہاری اولاد کے بارہ میں تم کو ہدایت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصّہ کے برابر ہے۔ (۲) اور اگر مرنے والے کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں (یعنی دو یا) دو سے زیادہ تو کل ترکہ میں اُن کا دو تہائی۔ (۳) اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اُس کا حصّہ نصف ہے (۴) اور مرنے والے کے ماں باپ ہیں، سے	۱۱	۲	النساء	۴

				ہر ایک کا ترکہ میں چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ مرنے والے کے اولاد ہو۔ (۵) اور اگر مرنے والے کے اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہے (۶) اور اگر مرنے والے کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا ہے (اور یہ تقسیم ترکہ) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو اور قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو مرنے والے کے ذمہ ہو) عمل میں آئے گی تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں اور پوتوں میں فائدہ کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔
۴	النساء	۲	۱۲	(۷) اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ مریں، اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اُس میں سے نصف تمہارا ہے۔ (۸) اور اگر عورت کے اولاد ہو تو ترکہ میں خاوند

کا حصہ چوتھائی ہے (لیکن یہ تقسیم اس وصیت کی تعمیل کے بعد ہوگی جو انھوں نے کی ہو اور اُس قرض کی ادائیگی جو اُن کے ذمہ ہو۔

(۹) اور جو مال تم (مرد) چھوڑ مرو۔ اگر مرد کے اولاد نہ ہو تو اُس کی زوجہ کا حصہ ایک چوتھائی (زوجہ میں زوجگان بھی شامل ہیں)

(۱۰) اگر اولاد ہو تو عورتوں کا حصہ آٹھواں ہے لیکن یہ حصے تمہاری وصیت کی تعمیل کے بعد جو تم نے کی ہو اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد اگر کوئی قرضہ ہو تقسیم کئے جاویں گے۔

(۱۱) اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جو کَلٰلَۃ ہو (یعنی جس کے نہ تو باپ دادا ہو نہ بیٹا پوتا ہو مگر) اس کے ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو اُن میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (ظاہرا یہ آیت اُن بہن بھائیوں کی بابت ہے جو ایک ماں اور دو

				باپ سے ہوں۔ چونکہ سگے بہن بھائی کی بابت (رکوع ۲۳۔ آیت ۱۷۶ میں تذکرہ ہے) یہ حصے بھی بعد ادائے وصیت اور قرض بشرطیکہ ان سے مرنے والے نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کئے جاویں گے) یہ اللہ کا فرمان ہے۔ اور اللہ نہایت علم والا اور حلیم ہے۔
//	//	۲	۱۳ و ۱۴	یہ تمام احکام اللہ کی حدیں ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرے گا اللہ اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ اُن میں ہمیشہ رہیگا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدوں سے نکل جائیگا اُس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔
				کلالہ کے ورثہ کی تقسیم
۴	النساء	۲۴	۱۷۶	(۱۲) اے پیغمبر تم سے فتوے (قانونی مطلب) دریافت کرتے ہیں۔ کہدو اللہ تعالے کلالہ کے بارہ

ہیں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرجائے (جو کللہ ہو یعنی جس کے نہ تو ماں باپ دادا دادی ہوں نہ اولاد ہو) اور اس کے صرف ایک بہن ہو تو اس بہن کو ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اور اگر مرنے والی ایسی عورت ہو (یعنی کلالہ) اور اس کے صرف بھائی ہو تو اس مرنے والی بہن کا کل ورثہ اس بھائی کو ملے گا۔ اگر دو بہنیں ہیں تو اُن کو دو تہائی ملے گا اور اگر ایسے مرنے والے کے وارث چند بھائی اور بہنیں یعنی مرد اور عورتیں ملے جلے ہوں تو مرد کا حصّہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اللہ تعالےٰ تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

قرآن پاک کی صرف یہ آیتیں وراثت اور وصیت کی بابت ہیں لیکن ہر ایک صورت حال کی جو اوپر ۱۲ حصوں میں ہے تشریح کی ضرورت ہے بغیر پوری تشریح کے سمجھنا مشکل ہے۔

پیشتر اس کے کہ اس کی تشریح لکھی جاوے

چند حدیثیں بھی دینی ضروری ہیں جن کی وجہ سے اماموں نے قانون شرع وراثت بنایا۔ اگرچہ دو باتیں ان حدیثوں کی بابت معلوم ہونی نہایت دشوار ہیں۔ اول تو یہ کہ آیا رسول اللہ ؐ نے جو کچھ فرمایا وہ آیات قرآنی کے نزول سے قبل تھا یا بعد کو دوسری یہ کہ آیا رسول اللہ ؐ نے محض دوستانہ مشورہ دیا تھا یا درحقیقت آیات قرآن کی تشریح تھی۔ جیسا کہ سعد بن وقاص کی وصیت کی بابت حدیث سے ہے

حدیثیں جن کا ورثہ سے تعلق ہے

۱۔ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ ابن ماجہ۔ بخاری۔ مسلم وغیرہ۔

۲۔ ایک شخص ایک بہن اور ایک بیٹی چھوڑے تو دونوں کا ورثہ میں آدھا آدھا بخاری ۶۱۸۰۔

۳۔ ایک شخص کی وارث بیٹی۔ پوتی اور بہن ہوں تو نصف بیٹی کا چھٹا حصہ پوتی کا اور باقی بہن کا۔ بخاری ۶۱۸۸ - ابن ماجہ ۲۷۳۱

۴۔ رسول اللہ ؐ نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا۔ ابن ماجہ ۲۷۳۵۔

۵۔ حضرت عمر رضؓ نے دادا کو اسی قدر دلوایا جو آج کل رائج ہے۔ موطا ۱۱۲۶۸

۶۔ فرائض والوں کو دے کر جو بچے وہ قریب ترمرد کا ہے۔ بخاری ۶۱۹۲۔ مسلم ۷۱۴۷۔ ترمذی وغیرہ۔

۷ - حضرت عمرؓ کو تعجب تھا کہ بھتیجا وارث ہوتا ہے پھوپی کا اور پھوپی وارث نہیں ہوتی۔ موطا ۱۴۷۵

۸ - حضرت عمرؓ نے کلالہ کی بابت دریافت کیا فرمایا سورۃ النساء کی آخری آیت دیکھ لو۔ موطا ۱۴۷۳/۱۔

۹ - کوئی شخص مشترکہ چیز کو بغیر شریک کی اطلاع کے فروخت نہیں کر سکتا۔ مسلم وغیرہ

حدیثیں جن کا وصیت سے تعلق ہے

۱ - سعد بن وقاص بیمار ہوئے رسول اللہؐ عیادت کو تشریف لے گئے انھوں نے کہا کہ میں اپنا مال وصیت کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ایک تہائی وصیت کرو یہ بھی بڑا حصہ ہے۔ بخاری ۶۰۹/۴۔ مسلم ۲۲۱۶۔ ابن ماجہ ۲۷۱۹۔ موطا ۱۴۶۱/۱ وغیرہ۔

۲ - سعد بن وقاص بیمار ہوئے رسول اللہؐ سے کل مال وصیت کرنے کو کہا فرمایا تہائی کرو وہ بھی بڑا حصہ۔ بخاری ۴/۷۵۸۔ ترمذی ۲۱۷۹

۳ - ابن عباسؓ نے کہا کہ لوگ چوتھائی کی وصیت کریں کیونکہ رسول اللہؐ نے تہائی کو بڑا حصہ کہا تھا۔ بخاری ۲۵۳۵۔

۴ - ابن عباسؓ نے کہا کہ میں تہائی سے کم وصیت کو پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تہائی بڑا حصہ ہے۔ ابن ماجہ ۲۷۲۱۔ مسلم ۲۲۲۰

چند حدیثوں کی وضاحت

ان حدیثوں پر تبصرہ کرنا ضروری ہے اور چونکہ معاملہ وصیت کا آسان ہے اس لئے پہلے اس پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

قرآن پاک کی آیتوں میں کوئی حد وصیت کی بابت نہیں ہے سوائے وصیت بحق بیوہ کے۔ جس میں حد مقرر ہے کہ ایک سال تک گذر اوقات اور مکان میں رہائش رجو ظاہرا اسی طرح ہونی چاہیئے جیسے کہ شوہر کی زندگی میں ہوتی تھی)

لیکن حضرت سعد بن وقاص سے رسول اللہؐ نے جب عیادت کو تشریف لے گئے یہ فرمایا کہ ایک تہائی بھی بڑا حصہ ہے اس کی وصیت کرو۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ رسول اللہؐ نے یہ حکم اس بنا پر دیا تھا کہ یہ اصل مقصد حکم خداوندی کا ہے یا یہ محض ایک دوستانہ مشورہ اپنے ایک صحابی کو تھا۔ چونکہ حدیث سے نہ تو معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن وقاص کی مالی حالت کیا تھی نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کیا اولاد تھی۔ کتنی بیویاں اور متعلقین تھے۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس کام کے واسطے وصیت کرنا چاہتے تھے۔ آیا یہ وصیت کار خیر کے لیئے تھی یا کسی رشتہ دار یا دوست کو فائدہ پہنچانے کے لیئے۔

حضرت ابن عباس یعنی عبداللہ ابن عباس نے جو رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی تھے معنی کو اور بھی محدود کیا کہ چونکہ رسول اللہؐ نے تہائی کو بڑا حصہ فرمایا تھا اس لیئے

اس سے کم کی وصیت ہونی چاہیئے۔ اس قسم کی رائے محض تاویل ہے اور حکم خدا میں حد
پیدا کرنا ہے۔ فقیہہ اصحاب نے ابن عباس کی رائے تو مانی نہیں لیکن وصیت میں ایک
تہائی کی حد قائم کر دی اور اسی کے مطابق قانون بنا دیا گیا جو کہ شرع کہلاتا ہے ایک
اصول اور قائم کر دیا گیا کہ کہیں مرنے والا کسی اثر کے دباؤ میں اپنے ایک وارث
کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان نہ پہنچاوے اس لئے وصیت بحق وارث ناجائز قرار
دی گئی۔ وصیت پر عمل مرنے کے بعد ہوتا ہے جب کہ مرنے والا چیز کا مالک نہیں
ہوتا۔ انسان کے مرتے ہی اُس کی تمام چیزوں کے مالک اُس کے ورثاء ہو جاتے
ہیں لہذا جس چیز کو مرنے والا اپنی زندگی میں اپنی ملکیت سے جدا نہیں کرنا چاہتا اُس
کو نہیں چاہیئے کہ جب اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا مالک ہو جائیں تو بذریعہ
وصیت ان سے مال لے کر دوسروں کو دیا جاوے۔ اس اصول کو ماننے کے بعد حضرت
سعد بن وقاص سے جو رسول اللہؐ نے فرمایا تھا اس کو حد قرار دیدیا گیا اور بحق وارث
چونکہ وصیت جائز قرار نہیں دی گئی اس لئے ان دو آیتوں پر جو وصیت حکم خداوندی ہے
کہ بحق ماں باپ اور بحق بیوہ وصیت کی جاوے رائے زنی کر دی گئی حالانکہ ان آیتوں
میں اللہ تعالےٰ وصیت کرنے کا خود حکم دیتا ہے جس میں ترمیم و تنسیخ کرنے کا کسی کو
اختیار نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ کی زندگی بالکل قرآن
کے مطابق تھی پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ جو حکم خدائے تعالےٰ رسول اللہ کی
معرفت دنیا کو دے اس میں کوئی ترمیم رسول اللہ اپنے قول یا فعل سے کریں بعد

بن وقاص والی حدیث بھی بالکل ایک الفاظ میں ہر کتاب میں نہیں ہے۔ بہر حال موجودہ مروّجہ قانون خواہ وہ صحیح قرآن کے مطابق ہے یا غلط فہمی پر مبنی ہے یہ ہے کہ وصیت ایک تہائی سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ سید امیر علی صاحب کی کتاب میں اس کی پوری تشریح موجود۔ وکلاء صاحبان کے واسطے امیر علی کی کتاب اور دوسری کتابیں مفید ہیں جن میں جملہ فتوے جو علماء اور قاضیانِ بغداد نے دئیے اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہ کا حوالہ ہے۔ یہ مختصر کتاب تو عوام کے فائدے کے واسطے لکھی گئی ہے اس سے علماء کا وہ طبقہ بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو مختصر علم رکھتا اور تمام فتوے نہیں پڑھ سکتا۔

وراثت کی ۱۲ صورتوں کی تشریح

اب ہم کو وراثت کی اُن (۱۲) حالتوں پر غور کرنا ہے جن میں سے (۱۱) حالتیں سورۃ النساء کے رکوع ۲ میں ہیں اور (۱۲) ویں حالت سورۃ النساء کی آخری آیت میں یعنی رکوع ۲۳۔ آیت ۱۷۶ میں ہے۔

رکوع ۲ سورۃ النساء کی تشریح

(۱) یہ بالکل صاف حالت ہے کہ اولاد میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے یعنی لڑکے کو لڑکی سے دو گنا ملتا ہے لیکن یہ بات صاف نہیں ہے کہ

لڑکے میں پوتا بھی شامل ہے یا نہیں اور لڑکیوں میں پوتیاں اور نواسیاں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر کسی شخص کے دو لڑکے تھے اور دو لڑکیاں تھیں اور ان میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس کی حیات میں مر گئے اور لڑکے نے ایک لڑکا چھوڑا اور لڑکی نے ایک لڑکا یا ایک لڑکی چھوڑی۔ اس آیت سے یہ صاف نہیں ہوتا کہ اس مورث کے انتقال کے بعد ورثہ اُس لڑکے اور لڑکی کی اولاد کو بھی ملے گا یا نہیں جو مورث کی حیات میں فوت ہو گئے تھے۔ چونکہ قرآن پاک نے یہ اصول بنایا کہ ہر مرنے والے کا ورثہ اس کی اولاد کو ملے یعنی جو لوگ اُس کے خون سے پیدا ہوئے وہ اس کے وارث ہیں یعنی مرنے کے بعد اس کی نسل سے جو ہوں اُن پر منتقل ہوتی ہے۔ اس اصول سے مرنے والے کے لڑکے کا لڑکا اوسی قدر حقدار ہے جس قدر کہ زندہ بچا ہوا لڑکا۔

لیکن اس حدیث کے جو نمبر ۶ پر ورثہ کے تحت درج ہے کہ ذوالفروض کو دیکر جو بچے وہ قریب تر مرد کا ہے یہ معنی سمجھے گئے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتہ کو نہیں ملتا۔

یہ معنی اُس حد تک تو درست ہیں جہاں اُس لڑکے کے لڑکے کا سوال ہے جو اپنے باپ یعنی مورث کی وفات کے وقت زندہ تھا جو مورث کے اور اس پوتے کے درمیان بیٹا موجود تھا لیکن جو لڑکا مر چکا تھا

اُس کے بیٹے اور مورث یعنی دادا کے درمیان کوئی کڑی موجود نہ تھی اس لیئے وہ بھی اُسی قدر قریب ہے جس قدر کہ بیٹا۔ خداوندی قانون جو کہ نہایت انصاف کا قانون ہے جس میں کہ عورت کو بھی وارث بنادیا حالانکہ عورت دنیا بھر میں کہیں وارث نہیں تھی، چونکہ وہ بھی نسل سے تھی اس لئے اُس کو ورثہ دلایا گیا۔ پھر یہ کس طرح خداوندی قانون ہو سکتا ہے کہ ایک پوتہ جو کہ کم عمر ہو وہ ورثہ سے اپنے دادا کے محروم کردیا جائے اور ساری چیز چچا کو جو جوان ہو مل جاوے۔ بعض علماء جو کہ درحقیقت مجدد کے درجہ کے تو ہیں نہیں لیکن صرف چند حدیثوں سے واقف ہیں اور قانون کو جو اُن کی بنیاد پر دمشق و بغداد وغیرہ میں خلفاء بنی امیہ و خلفاء بنی عباسیہ کے زمانہ میں بنا جس کو شریعت کہتے ہیں اُس سے واقف ہیں اُن سے جب اس معاملہ میں رائے طلب کی جاتی ہے تو علی العموم یہ جواب دیتے ہیں کہ مورث کو چاہیئے کہ وہ پوتے کے حق میں ایسی حالت میں وصیت کردے۔ یہ جواب نہایت ناکافی ہے۔ جب ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ ایسی بہت مثالیں ہیں جبکہ طاعون یا ہیضہ یا انفلوئنزا کی وباء میں جو ۱۹۱۸ء میں پھیلی تھی باپ کے مرنے سے کچھ دیر پہلے بیٹا مرا اور باپ کو بیٹے کی موت کی اطلاع ملنے سے قبل باپ مرگیا اور بیٹے نے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیوہ چھوڑی جن کو اُس باپ کے دوسرے بیٹے نے ناحق کردیا اور لکھوکھا روپیہ کی جائداد

سے یہ یتیم بچے ناحق ہو گئے اس لئے یہ قانون اصل میں خداوندی قانون
نہیں ہے چونکہ اس کی بابت کلام پاک میں کہیں ذکر نہیں اور حدیث کو سمجھنے
میں اُن لوگوں سے معلوم ہوتا ہے غلطی کی جنھوں نے یہ غیر منصفانہ قانون بنایا۔
اس کا جواب صرف یہ ملتا ہے کہ یہ سنی جملہ علماء سنت والجماعت نے اور اہل
شیعہ نے سمجھے اس لیئے اجماع کی رائے ماننی چاہیئے۔ یہ ایک قسم کا غلامانہ
نظریہ ہے اور اُس شخص کے واسطے جو اصلیت اور حق کا جویاں ہو بالکل
ناکافی اور غیر تشفی بخش جواب ہے۔ مولانا محمد اسلم جیراجپوری نے جو جامعہ ملیہ دہلی
میں پروفیسر ہیں اور پہلے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور بعد ازاں جامعہ ملیہ علیگڑھ
میں اسلامیات پڑھاتے تھے۔ ایک کتاب محجوب الارث پر لکھی تھی جس کو اس
راقم نے عرصہ تقریباً سینتیس ۳۷ سال کا ہوا پڑھا تھا۔ وہ نہایت مدلل کتاب
تھی لیکن ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے زمانہ میں قرول باغ دہلی کے کتب خانہ
میں غیر مسلموں نے آگ لگا کر تمام بیش بہا کتابوں کو خاکستر کر دیا اُس میں
اس کتاب کی جلدیں بھی ختم ہوگئیں۔ اس میں اُس حدیث کا حوالہ تھا جس میں
اولاد کو مثل زنجیر کی کڑیوں کے بتایا گیا ہے۔ اگر ایک کڑی ٹوٹ جائے
تو اگلی کڑی اُس میں جڑ جاتی ہے اور وہ ہی قریب تر ہوتی ہے اسی طرح جو
بیٹا مر جائے اُس کا لڑکا اپنے دادا کے قریب تر ہو جاتا ہے چونکہ اس کا باپ
جو درمیان میں حائل تھا وہ مر گیا۔ پاکستان چونکہ اسلامی سلطنت ہے اس لیئے

تمام اُن قانون سازوں کو جو درحقیقت قانون کی ماہیت اور اصولوں کو سمجھنے والے ہیں جمع ہو کر قانون میں ترمیم کرنی ہو گی۔

(۲) اس دوسری شکل میں یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد میں دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں اور کوئی لڑکا نہ ہو تو اُن کو دو تہائی ملے گا لیکن بعض حالت ایسی ہوتی ہے کہ دو تہائی سے کم ملتا ہے۔ مثلاً مرنے والے کے ماں باپ اور بیوی بھی زندہ ہیں تو ماں و باپ کو ملا کر ایک تہائی ملے گا اور بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ لہٰذا بیٹیوں کو دو تہائی میں سے اسی قدر کم ملے گا جس قدر کہ بیوی کو ملا یعنی ۲۴ سہام میں سے باپ کو ۴ سہام ماں کو ۴ سہام بیوی کو ۳ سہام لڑکیوں کو ۱۳ سہام ملیں گے۔ ہر لڑکی کو برابر برابر ملے گا۔

(۳) تیسرا حکم ہے کہ اگر مرنے والے کی اولاد میں صرف ایک لڑکی ہو تو اس کو نصف کل ترکہ کا ملے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ بقیہ نصف کس کو ملے گا۔ اگر علاوہ اس لڑکی کے ماں باپ اور بیوی بھی مرنے والے کے موجود ہیں تو منجملہ ۲۴ سہام کے ۴ سہام باپ کے اور ۴ سہام ماں کے اور ۳ سہام بیوی کے اور ۱۲ سہام لڑکی کے۔ یہ کل ۲۳ سہام ہوئے۔ ایک سہام جو بچا وہ کہاں جائے گا۔ اس کو عصبہ کہتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے قانون میں باپ عصبہ ہوا۔ اور اگر باپ زندہ نہ ہوتا اور کوئی چچا یا چچازاد بھائی زندہ ہوتا تو باپ کے ۴ سہام اور یہ بچا ہوا ایک سہام بھی اُس

کو مل جاتے۔ حتیٰ کہ اگر ماں اور بیوی بھی زندہ نہ ہوں تو اُن کا حصہ بھی اس چچا یا چچازاد بھائی کو مل جاوے گا اور لڑکی کو نصف ترکہ سے زیادہ نہیں ملیگا۔ چونکہ حدیث نمبر ۶ کے اوپر استدلال کیا گیا ہے کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد قریب تر مرد کو سب بچا ہوا دیدیا جاوے اہل شیعہ اس حدیث کو اس طرح نہیں مانتے وہ لفظ مرد غلط سمجھتے ہیں اس لئے عورت کو بھی عصبہ تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کی شریعت کے لحاظ سے لڑکی عصبہ ہو جاتی ہے اور چونکہ وہ قریب تر ہے لہذا سب ورثہ پاتی ہے یعنی جو اُس کو بحیثیت ذوالفروض ملتا ہے وہ اور جو بچا ہوا ہوتا ہے وہ بحیثیت عصبہ کے۔ بہت سی حدیثوں کو مختلف ملکوں میں مختلف طریقوں سے سمجھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہر ملک میں رواجی قانون موجود تھا اور اس کے اثرات میں حدیثوں کے معنی پہنائے گئے اور قرآن پاک کی آیتوں کا مطلب بھی اُس مروجہ قانون کے نظریہ میں سمجھا گیا اور یہی وجہ اختلاف کی ہو گئی۔ عرب اور عراق میں لوگ باگ اسلام سے قبل قبیلوں میں تقسیم تھے اور علاوہ نسلی اولاد کے قبیلہ والوں کا بھی حق تھا اور اس خیال کو اسلام لانے کے باوجود بھی وہ جدا نہیں کر سکتے تھے جس طرح باوجود مسلمان ہونے کے پنجابی مسلمان رواجی قانون کو مانتے ہیں جس میں عورت کو زمین میں حصہ نہیں دیا جاتا۔ بارہ چودہ سال قبل تک مکان وغیر منقولہ جائداد میں بھی حصہ

نہیں دیا جاتا تھا۔ مرکزی اسمبلی مشترکہ ہندوستان نے پنجاب کی مسلمان عورتوں کو قرآن کے موافق حصہ دلایا لیکن اس کا اختیار صرف سکنی جائداد پر تھا اور زرعی جائداد پر اختیار پنجاب کی اسمبلی کو تھا جس نے عورت کو شریعت کے مطابق حصہ دینے کا قانون پاس نہیں کیا۔ وہاں مسلمان مرد اپنے رواجی قانون جو درِ اصل ہندو قانون ہے اڑے رہے اسی طرح بمبئی کے خوجے اپنے رواجی قانون پر اڑے رہے کہ ان کے کارخانوں میں اور کاروبار میں داماد مداخلت نہ کریں۔ لڑکیوں کو نقد دے دیا جاوے حتیٰ کہ مسٹر محمد علی جناح جو کہ بمبئی سے ممبر منتخب تھے اور قوم کے خوجہ تھے اور اس وقت انڈیپنڈنٹ پارٹی کے اسمبلی میں لیڈر تھے جس میں مسلمان، ہندو پارسی سب شریک تھے انھوں نے بھی خوجوں کا ساتھ دیا اور اپنی پارٹی کے مسلمان ممبروں کی مخالفت کی اور بعد ازاں یہ تصفیہ کیا کہ خوجوں اور بوہروں میں سے ہر شخص کو اجازت ہو کہ وہ اگر پسند کرے تو شرعی قانون وراثت منظور کر لے۔ اور جو شخص ایک دفعہ ایسا کر لے گا اس پر اور اس کی اولاد پر آیندہ ہمیشہ کے لیئے شرعی قانون عائد ہو گا۔ چونکہ خوجے زیادہ تر آغا خانی ہیں اور کچھ اثنا عشری شیعہ ہو گئے ہیں اس لیئے ان کا قانون بھی جدا ہے۔ بوہرے زیادہ تر ملّا سیف الدین کے پیرو ہیں اور کچھ اہلِ سنت والجماعت ہیں اس لئے ان کے قانون بھی جدا ہیں بعض لوگ بعض حدیثوں اور اماموں کو مانتے ہیں۔ دوسرے

لوگ دوسری حدیثوں اور دوسرے اماموں کو مانتے ہیں اسی طرح اُس قانون کو جو کلام
پاک میں ہے مختلف طریقہ پر سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت اسلام میں دو اصول بنائے
گئے۔ اول یہ کہ عورت بھی وارث ہے۔ دوسرا یہ کہ ورثہ ان لوگوں کو ملنا چاہیئے
جو مورث کے خون سے پیدا ہوئے یا جن کے خون سے مرنے والا پیدا ہے
اس میں اولاد ذکور واناث سب شامل ہیں یعنی بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ بیٹی۔ پوتی وغیرہ
اور اوپر کی نسل یعنی ماں۔ باپ۔ دادا۔ دادی وغیرہ

اب اسی زمرہ میں حدیث نمبر ۳ کو دیکھا جاوے جس میں لکھا ہے کہ اگر مرنے والے
کے صرف تین وارث ہوں۔ ایک لڑکی ایک پوتی اور ایک بہن ہو تو بیٹی کو آدھا
پوتی کو چھٹا اور بقیہ بہن کو ملے گا۔ یعنی ۲۴ سہام میں لڑکی کے ۱۲ سہام۔ پوتی کے
چار سہام اور بہن کے آٹھ سہام۔ اس تقسیم کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ پوتی
کو جو کہ مرنے والے کی نسل سے ہے صرف چھٹا حصہ ملے اور بہن کو جو مرنے والے
کے باپ کی اولاد ہے نہ کہ اس کی اپنی اس کو ایک تہائی ملے۔

اسی طرح حدیث نمبر ۲ میں اگر کوئی شخص صرف ایک لڑکی اور ایک بہن
چھوڑے تو ان دونوں کو آدھا آدھا ملے گا اس کو شیعہ شریعت نہیں مانتی
مگر سنت والجماعت مانتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے
باپ دادا یا بیٹا پوتا فائدہ کے لحاظ سے زیادہ قریب ہیں یعنی اوپر کی نسل یا
نیچے کی نسل۔ مرنے والے کی بیٹی سے زیادہ قریب باپ کی بیٹی کو کیوں قرار

دیا گیا اور اس کو عصبہ ملا۔ یہ سب قانون انسانی بنایا ہوا ہے جس میں ترمیم ہو سکتی ہے لیکن اس قانون میں جو خدا نے بنا دیا کوئی انسان ترمیم نہیں کر سکتا۔

حضرت عمر خطاب رضؓ کو یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوئی کہ بھتیجا تو پھوپی کا وارث ہو اور پھوپی اس کی وارث نہ ہو اس کے معنی ہیں کہ ان کی رائے میں پھوپی بھی وارث ہونی چاہیئے۔

(۴) صورت حال ع۴ بالکل صاف ہے اور کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔

(۵) صورتِ حال پانچ میں مرنے والے کے صرف دو وارث دکھائے گئے ہیں ایک ماں اور دوسرا باپ اور ماں کا حصہ تہائی لکھا گیا۔ اگرچہ باپ کا حصہ نہیں کھولا گیا لیکن ظاہر ہے کہ باپ کو بقیہ دو تہائی ملے گا۔

(۶) صورت حال ع۶ میں جو کہ فوراً صورت حال ع۵ کے بعد ہے اس کے معنی ہیں کہ مرنے والے کے ایک ماں۔ ایک باپ اور ایک یا زیادہ بھائی ہیں ایسی حالت میں ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ باپ کو کیا ملنا چاہیئے اور بھائی کو کیا اس کی تفصیل نہیں ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ صرف رواجی قانون میں ترمیم ہے۔ اب اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں کہ ماں کو چھٹا۔ باپ کو ایک تہائی اور بھائی کو نصف جو صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے کہ باپ کو تو ایک تہائی اور باپ کے بیٹے کو نصف۔ لہٰذا دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ باپ کو تو دو تہائی بدستور جیسا کہ صورت حال ع۵ میں ہے مگر ماں کو صرف

چھٹا اور بقیہ چھٹا بھائی کو لیکن موجودہ قانون بوجہ حدیث ۶ کے یہ ہے کہ ماں کو چھٹا حصہ اور باپ کو ذوی الفروض کی حیثیت سے حصہ مل کر بقیہ بحیثیت عصبہ کے مل جاتا ہے۔ اس مسئلہ پر بہت بحث و مباحثہ ہو چکا ہے اسکے بعد قانون بنا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے دو شاگرد امام یوسف و امام محمد کی اور بہت سے قانون دانوں کی رائے جو کچھ تھیں وہ سب انگریزی کتابوں میں جو قانون شرع وراثت پر ہیں ملیں گی۔ جسٹس سید امیر علی و جسٹس بدرالدین طیب جی کی کتابیں اور ملا کی کتاب مفصل ہیں۔ قانون پیشہ اصحاب ان سے فائدہ اٹھائیں۔ ان لوگوں کو فتوے دینا نہیں چاہیئے جو پوری طرح سے قانون سے واقف نہ ہوں۔ اور جنھوں نے مسلمان قاضیوں کے فیصلے اور فتاویٰ عالمگیری اور ہائی کورٹوں کے نہ پڑھے ہوں۔ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ فتوے دینے والا ایک بڑی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے۔ اور فتوے غلط ہونے کی صورت میں قانون دان طبقہ کی نگاہ میں اپنی وقعت کم کر دیتا ہے اس لئے فتوے دینے سے گریز کرنا چاہیئے اور سائل کو کسی قابل قانون دان کے پاس بھیجدینا چاہیئے کہ اس سے مشورہ حاصل کیا جاوے۔

جو صورتیں ۷، ۸، ۹ و ۱۰ پر رکوع ۲ سورۃ النساء میں ہیں وہ صاف ہیں اُن کی تشریح کی ضرورت نہیں۔

صورت حال ۱۱ کلالہ کا ورثہ ہے اس کی تشریح نہیں ہے کہ کلالہ کس کو کہتے

ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو اس کے پورے معنے معلوم ہونے میں دقت ہوئی اور انھوں نے فرمایا کہ پیشتر میں اس لفظ کو رسول اللہؐ سے ٹھیک طرح سمجھ سکتا وہ وفات کر گئے۔

حدیث ع۵ سے کوئی بات صاف نہیں ہے۔ البتہ ورثہ کی بابت یہ صاف ہو گیا کہ صورت حال ع۱۱ سے مراد سگے بہن بھائی نہیں ہیں بلکہ وہ بہن بھائی ہیں جو ایک ماں اور دو باپ سے ہوں لیکن ان سب کو ایک تہائی ملنے کے بعد بقیہ دو تہائی کس کو ملے گا یہ صاف نہیں ہے ایسی حالت میں عصبہ کون ہوگا اور کس کو ملنا چاہیئے چونکہ ان بہن بھائیوں کا حصہ کلام پاک میں کھول دیا گیا یہ ذوی الفروض ہو گئے اس کے بعد حدیث ع۶ کے لحاظ سے بقیہ یک جدی مرد کو ملے گا لیکن اہل شیعہ کے یہاں عورت کو بھی عصبہ ہے۔

صورت حال ع۱۲ سگے بہن بھائی سے مطلب ہے لیکن اس میں بہن کو اگر صرف وہ اکیلی ہے تو نصف ورثہ کا ملے گا۔ بقیہ نصف عصبہ ہو جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کی شرع حدیث ع۶ سے بنائی گئی ہے اور اہل شیعہ اسی طرح سے عمل کرتے ہیں جیسے ایک بیٹی کے بارہ میں کرتے ہیں۔

کلالہ کے معنے جو سمجھے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ شخص خواہ مرد ہو یا عورت جس کے نہ تو اوپر کی نسل میں یعنی باپ۔ ماں۔ دادا۔ دادی وغیرہ ہوں نہ نیچے کو کوئی اولاد ہو لیکن یہ صاف نہیں کہ اوپر کی نسل میں نانا۔ نانی۔ پرنانا۔ پرنانی بھی شامل ہیں یا نہیں۔ اور نیچے

کی نسل میں نواسہ۔ نواسی۔ اور ان کی اولاد ذکور و اناث شامل ہیں یا نہیں۔ نہ یہ صاف ہے کہ اگر بہن نہ ہو اور بہن کی اولاد ہو تو اس اولاد کو ملتا ہے یا نہیں۔ موجودہ قانون کے لحاظ سے جو حدیث ع۶ کی بناء پر بنا ہے سگی بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملتا اور سات پشت جدا مرد کو سب مل جاتا ہے حالانکہ مرنے والے کا کوئی تعلق اس شخص سے نہیں ہوتا اور نہ ایک نے دوسرے کو کبھی دیکھا ہوتا ہے۔ نہ آپس میں کوئی محبت ہوتی ہے بلکہ اکثر تعلقات خراب ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو رشتہ دار ماننے پر بھی تیار نہیں ہوتا۔ چونکہ عرب میں لوگ الگ قبیلوں میں منقسم تھے اور باوجود رسول اللہؐ کے اس تقسیم کو ختم کر کے سب مسلمانوں کو ایک قوم اور بھائی بھائی بنانے کے کچھ عرصہ بعد پھر عرب لوگ قبیلوں میں رہنے لگے اور اخوت اسلامی سے زیادہ اخوت قبیلہ زور پکڑ گئی اس لئے دور کے مرد کو جو کہ درحقیقت اسی قبیلہ کا ہوتا تھا بہن کے بچوں پر فوقیت دی گئی جو ممکن ہے دوسرے قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں اس طرح انسان کے فطری جذبات کو نہ سمجھا گیا۔ اسلام درحقیقت قانونِ فطرت ہے۔ خدائے تعالیٰ نے جو فطرت کا بنانے والا ہے رسول اللہؐ کی معرفت تمام فطری جذبات اور انصاف کو دنیا کو سکھایا لیکن کچھ عرصہ بعد جب مسلمانوں میں آپس میں جنگ و جدال حضرت عثمان غنیؓ کے آخری سال سے شروع ہو گیا تو پھر پرانی باتیں مسلمانوں میں واپس آ گئیں اور پھر قبیلہ پرستی شروع ہو گئی۔ اس لئے جو قانون بنایا گیا وہ ان جذبات کے تحت ہوا جو اس وقت مسلمانوں میں پیدا ہو گئے تھے نہ کہ ان جذبات کے تحت جو

رسول اللہ صلعم نے پیدا کر کے سب مسلمانوں کو ایک اخوت بنا دیا تھا۔ پاکستان اور ہندوستان میں وہی قانون رائج ہے جو بغداد میں بنا۔ حالانکہ فطری جذبات کے لحاظ سے یہاں کے آدمی جدا ہیں اس لیئے یہاں کے بعض مسلمان اپنے ہندو قانون پر جس کو وہ رواجی قانون قرار دیتے ہیں قائم ہیں اور بعض مسلمانوں پر جو اصل اصول اسلام پر رہنا چاہتے ہیں ان پر وہ قانون جو بغداد میں بنا تھا اور یہاں کے لوگوں کے خیال کے مطابق اصول فطرت پر نہیں ہے عائد کیا جاتا ہے۔ کتنے کلالہ خاصکر عورت ایسی ہوں گی جو اپنی سگی بہن کی اولاد سے زیادہ اپنے اس رشتہ دار مرد کو عزیز رکھتی ہوں گی جو پانچ چھ پشت دور ہو اور جو محرم بھی نہیں۔ حالانکہ بہن کا بیٹا محرم ہے اس سے نہ پردہ جائز، نہ شادی ہو سکے اور وہ شخص جس کا رشتہ چھ پشت اوپر جا کر ملتا ہے قریب قریب اجنبی اور نامحرم ہے لیکن جو قانون بغداد میں بنایا گیا اور جو یہاں رائج ہے اس کے لحاظ سے اس کلالہ عورت کا ورثہ بھانجے کو نہیں ملتا۔ بلکہ اس دور کے رشتہ دار کو جو چھ سات پشت اوپر جدا ہے مل جاتا ہے۔ قرآن پاک حکم خداوندی ہے اس میں کوئی ترمیم تنسیخ نہیں ہو سکتی لیکن بعض ہندوستانی علماء اس میں تنسیخ کرنے کو تیار ہیں لیکن اس قانون کی لکیر پر فقیر ہیں جو آدمیوں نے بنایا ہے۔ ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کریں اور قرآن پاک کو ان اعلےٰ اصولوں کے تحت سمجھنے کی کوشش کریں جو رسول اللہ صلعم نے کھول کھول کر فرمائے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع میں جو اصول جملہ

مسلمانوں کے سامنے کھول دیئے گئے جس میں فرمایا ہے کہ اگر قرآن پاک پر قائم رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ ہم قرآن کو چھوڑ کر جو نہایت مستند کتاب ہے اور قیامت تک قائم رہے گی روایتوں پر عمل کرتے ہیں جو مختلف اوقات مختلف مواقع کی بابت لوگوں نے ایک دوسرے سے بیان کی تھیں۔ اگر کوئی حدیث یا روایت یا فقہ قرآن کی آیت یا اوس اصول کے خلاف ہے جو قرآن میں مجموعی طور پر درج ہے تو وہ نہیں مانی جا سکتی۔ جو حدیث آیت قرآنی کی تائید میں ہے یا قرآن کی کسی ایسی آیت کی تشریح کرتی ہے جس کی بابت خود قرآن میں درج ہے وہ ماننے کے قابل ہے مثلاً قرآن پاک میں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے کا حکم ہے لیکن نماز کس طرح پڑھی جائے اور کس قدر فرض ہے یہ سنت اور حدیث سے معلوم ہو گا۔ اسی طرح زکوٰۃ ہے اور حج کے بعض ارکان جن کے معلوم ہونے کا عام عربوں کو قرآن پاک میں تذکرہ ہے۔ پاکستان میں تمام فرقوں کے اعلےٰ پیمانہ کے علماء کو اور قانون پیشہ اصحاب کو جو قانون سازی کی قابلیت رکھتے ہوں اور ہائیکورٹ کے ان ججوں کو جو قانون شرع میں ماہر ہوں یکجا جمع کر کے ایک قانون ایسا بنانا چاہیئے جو سب پر عائد ہو، نہ کہ مسلمانوں کے فرقہ فرقہ کا قانون وراثت جدا ہو۔ وہ مذہب جو کہ دنیا کے واسطے نمونہ ہے اس کو خود مسلمانوں نے دنیا میں مضحکہ بنا دیا اور جدا جدا مٹنے دے دیئے۔

شرع میں وراثت کی تین قسمیں

شرع کے مطابق تین قسم کے وارث ہیں۔ اول ذوی الفروض یعنی وہ لوگ جن کا حصہ قرآن پاک میں مقرر ہے۔ دوم عصبہ یہ وہ ہیں جن کو وہ بچا ہوا حصہ ملتا ہے۔ جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد ملے ذوی الفروض میں سے بھی علاوہ شوہر اور بیوی کے عصبہ ہو سکتے ہیں۔ سوم وہ لوگ ہیں جو ذوی الارحام کہلاتے ہیں۔ ان کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ یہ لوگ حدیثوں کے اوپر جو فقہ قائم کی گئی ہے اُس سے وارث ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو ذوی الفروض کو بچا ہوا ترکہ بحصہ رسد مل جاتا ہے یعنی ذوی الارحام سے پہلے عصبہ کی عدم موجودگی ذوی الفروض کو ماسوائے شوہر اور بیوی کے ملتا ہے۔ شوہر اور بیوی کو عصبہ اس وقت ملتا ہے جب ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو۔

چھ اس قسم کے وارث ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی با سبب ہوں تو ان کو مرنے والے کے ورثہ میں ضرور ملے گا یہ ناحق نہیں ہو سکتے۔ (۱) بیٹا (۲) بیٹی (۳) باپ (۴) ماں (۵) شوہر (۶) بیوی۔

ان کے علاوہ جو ورثہ پانے والے ہیں ان میں سے بعض کسی حالت میں

وارث ہوتے ہیں کسی حالت میں نہیں۔ مثلاً باپ کی موجودگی میں دادا حقدار نہیں بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں۔

ذوی الفروض میں علاوہ ان چھ کے جن کا اوپر ذکر ہوا یہ بھی خاص خاص حالتوں میں ہیں۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی۔ حقیقی بھائی بہن۔ سوتیلے بھائی بہن۔ (یعنی ایک باپ اور دوسری ماں سے) وہ بہن بھائی جو ایک ماں مگر دو باپ سے ہوں۔ دادا۔ دادی۔ یا ان سے اوپر پشت۔

عصبہ کی تفصیل

عصبہ یعنی بچا ہوا حصہ پانے والے یہ ہیں جن کی تفصیل نیچے درج ہے۔ یہ اسی سلسلہ سے حصہ پاتے ہیں جس کا نام اول ہے یہ اپنے بعد والوں پر فوقیت رکھتا ہے اور کل بچا ہوا اس کو ملتا ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں نمبر ۲ والا سب پاتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں نمبر ۳ والا اور علیٰ ہذا۔

(۱) بیٹا۔ بیٹی۔

(۲) پوتا۔ پوتی۔

یعنی مرنے والے کی اولاد

(۳) باپ۔

(۴) دادا۔ یعنی مرنے والا جن کی اولاد تھا۔

(۵) حقیقی بھائی و بہن ۔

(۶) علاتی بھائی و بہن (یعنی سوتیلے)

(۷) حقیقی بھتیجا

مرنے والے کے باپ کی اولاد

(۸) حقیقی چچا

یعنی مرنے والے کے دادا کی اولاد

اس کے علاوہ تفصیل قانون کی کتابوں میں درج ہے جس کے دینے کی یہاں ضرورت نہیں ۔

اس مختصر کتاب کا اصل منشاء تو قرآن پاک کی آیات سمجھانا ہے لیکن ساتھ میں مختصراً یہ بھی بتا دیا گیا کہ حدیثوں اور فقہ نے کیا کیا اضافہ کیا۔ اور اہل سنت والجماعت اور اہل شیعہ نے کس کس جگہ معنے جدا سمجھے۔ اب اس کی ضرورت ہے کہ اسلامی قانون سارے پاکستان کے واسطے ایک ہو اور سب فرقوں کے آدمی جمع ہو کر ایک قانون وراثت بنائیں۔ جب قرآن ایک، رسول ایک تو یہ جدا جدا قانون کے کیا معنے ۔ ایک فرقہ دوسرے کو غلط کہتا ہے لیکن مباحث کرنے وقت اپنی ضد پر رہتا ہے اسی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ اسلام میں فرقہ بندی اور تنزل ہے۔ ملک کے آدمیوں کو چاہئیے کہ وہ سب مل کر فرقہ بندی کو ختم کریں۔

وصیت کی گواہی کا ضابطہ

سپارہ ۷	سورۃ المائدہ	رکوع ۱۴	آیت ۱۰۹

اے مسلمانو! جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو گواہی کا طریقہ یہ ہے کہ وصیت کرتے وقت تم دو انصاف پسند (یعنی قابل اعتبار) مسلمانوں کو گواہ بناؤ لیکن اگر تم سفر میں ہو اور اس وقت موت کی مصیبت کا سامنا ہو اور مسلمان گواہ نہ ملیں تو دوسرے مذہب کے دو ایماندار آدمیوں کو گواہ بنا لو۔ اگر تم کو گواہ پر شبہہ ہو تو ان کو نماز کے بعد کھڑا کر کے قسم خدا کی لو کہ نہ تو وہ گواہی کا کوئی معاوضہ لیں گے اور نہ کوئی بات اللہ واسطے شہادت میں چھپائیں گے خواہ فائدہ پانے والا اُن کا عزیز ہی کیوں نہ ہو اور اگر کوئی بات چھپائیں تو وہ گنہگار ہوں گے۔

جلد ششم ختم

۱۸ شعبان ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۵۵ء

اسلامی تعلیم

اسلام کیا ہے

جلد ہفتم

مصنفہ۔ نواب سر محمد یامین خان۔ سی۔ آئی۔ ای۔ بی اے۔ بیرسٹرایٹ لا۔
سابق ممبر و ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی لیجلیٹو اسمبلی غیر منقسم ہند۔
ممبر کورٹ و اگزیکیٹو کونسل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

مصنف۔ گاڈ، سول اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام۔
کرائسٹ اینڈ میری ان قرآن
اورنگ زیب اینڈ شیواجی وغیرہ

ناشران:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز۔ اشاعت منزل بل روڈ لاہور
طابع:۔ ملک محمد عارف
مطبوعہ:۔ دین محمدی پریس لاہور
طبع اوّل

حمد

تمام تعریف اللہ رب العالمین کے واسطے ہے جس نے انسان کو جو اتنی بڑی کائنات میں ایک ادنیٰ اور چھوٹی سی مخلوق ہے اس قدر عقل عطا فرمائی کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور اس کے احکام کو سمجھے اور علم دے کر ان رازوں میں سے کچھ راز انسان کو بتا دیئے جو کائنات کی ساخت میں پنہاں ہیں۔

درود

اور درود و سلام ہو رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہمہ صفات پر جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم عطا کیا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی قدرت اور اس کے احکام کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ اُن ہی کا طفیل ہے کہ دنیا میں علم کی روشنی پھیلی۔

یہ بندۂ ناچیز محمد یامین خاں ولد حاجی حافظ محمد سلیمان خان صاحب جنت مکانی اللہ تعالیٰ کا تہ دل سے شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس مختصر کتاب جلد نمبر ۷۔ اسلامی تعلیم کو آج مورخہ ۶ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء بروز جمعہ یامین مینشنس ۔ ناظم آباد۔ کراچی میں ختم کرایا۔

اسلام کیا ہے

اسلام

اسلام میں پہلی ضروری بات یہ ہے کہ انسان کا پکا اعتقاد ہو کہ اللہ ایک ہے
قادر مطلق ہے یعنی ہر شے کا بنانے والا ہے اور اس کو فنا کرنے کا اختیار ہے اور اس
سے جو چاہے کام لے اس کا پورا پورا اختیار ہے۔ وہ ہر کام کو جاننے والا ہے اور اس
کا علم لامحدود ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہے کوئی جگہ ذرہ کے اندر بھی ایسی نہیں جہاں وہ نہیں
وہ ہر بات سنتا ہے۔ کوئی بات اس سے چھپی نہیں جو بات انسان کے دل میں ہے
اگرچہ منہ سے نہیں نکالی اس کا بھی علم اس کو ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔
وہ صمد ہے یعنی اس کو کسی کی امداد کی ضرورت نہیں۔ وہ حی القیوم ہے۔ یعنی زندہ اور
تمام کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔ زندہ سے مطلب ہر وقت مستعد ہے نہ اس کو نیند
آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔ وہ بدیع السموات والارض ہے۔
آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا مبدا ہے یعنی اسی نے سب کی پیدائش
کی ابتدا کی۔

اسلام کے معنے ہیں اللہ کی مرضی پر راضی و خوشی سے قانع ہونا جس کا بیان

اوپر ہوا ہے اس کے احکامات کی تعمیل کرنا اور ہر بات میں یہ معلوم کرنا کہ اللہ کی خوشی کیا ہے اور اس کے مطابق کام کرنا اور جو کام اس کے حکم سے ہوا اس کو خوشی کے ساتھ بغیر چوں وچرا کے منظور کرلینا۔

اللہ تعالےٰ کی مرضی معلوم کرنا۔ اس میں چند باتیں پیدا ہوتی ہیں جن کی تفصیل آگے لکھی جاوے گی۔

اللہ کی مرضی پر قانع رہو۔ وہ کس طرح۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی طرف سے کسی چیز کے حصول کی پوری کوشش کر لو اور کوئی کوتاہی نہ کرو لیکن اس پر بھی تم کو تمہارے حسب منشا کامیابی نہ ہو تو تم سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ کی مصلحت اس میں تھی کہ تم کو کامیابی نہ ہو۔ اگر کوئی بیمار ہے اور اس کی تیمارداری اور علاج میں پوری کوشش کی گئی اس پر بھی اس کو شفا حاصل نہیں ہوئی یا معالج خود غلطی کرتا ہے یا دوا میسر نہیں آئی تو یہ اللہ کی مرضی ہے کہ بیمار کو شفا نہ ہو۔ بعض وقت ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ مقصد میں کامیابی کی بجائے ناکامی ہوتی ہے حالانکہ کامیابی کی پوری توقع تھی مگر ایک دم ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ مقصد میں ناکامی دلاتے ہیں اسی طرح بعض وقت جبکہ قطعی ناکامی معلوم ہوتی ہے دفعتاً ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ ناکامی کی بجائے پوری کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اس قسم کی قوتیں کام کرتی ہیں جو نظر اور عقل سے باہر ہوتی ہیں ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا بیان کلام پاک کی سورۃ التوبہ کے چھٹے رکوع میں ہے جبکہ رسول اللہؐ صرف حضرت صدیق اکبرؓ کے ہمراہ غار میں پناہ

لئے ہوئے تھے اور کفار کہ تلاش میں سرگرداں تھے اور اس غار کے پاس سے ہو کر نکلے لیکن کسی غیبی قوت نے ان کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ آنحضرت وہاں نہیں ہو سکتے اس پر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ بہت ہیں اور ہم صرف دو ہیں اس وقت آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں ہم صرف دو نہیں ہیں ہمارے ساتھ اللہ بھی ہے اسی کی بابت قرآن پاک میں آیا ہے کہ پیغمبر خُدا کے ساتھ وہ قوتیں بھی تھیں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے یعنی غیبی امداد شامل تھی۔ راقم کے تجربہ بیرسٹری میں ایسی بے حد مثالیں ہیں کہ ان مقدمات میں دفعتاً کامیابی ہوئی جن میں قطعی کوئی امید کامیابی کی کچھ دیر قبل نہیں تھی۔ اسی طرح الیکشنوں میں رات بھر میں رنگ بدلتے دیکھا جس سے عقل حیران ہے ایک شخص کو امیر پیدا کرتا ہے اور دوسرے کو غریب۔ امیر کے لئے ایسے حادثے پیش آتے ہیں کہ وہ غریب ہو جاتا ہے اور غریب کو وہ مواقع ملتے ہیں کہ وہ امیر بن جاتا ہے۔ جو آج بادشاہ ہے وہ فقیر ہو جاتا ہے۔ جو گڈریہ ہے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ نادر شاہ جو گڈریہ تھا بادشاہ ہوا اور دہلی میں فاتحانہ داخل ہو کر قتلِ عام کرایا اور تختِ طاؤس اور کروڑوں کے جواہرات اور ظروف لوٹ کر لے گیا۔ بہادر شاہ ظفر آخری مغل شہنشاہ دہلی کو انگریزوں نے قید کر کے رنگون بھیجدیا جہاں وہ فقیروں سے بدتر زندگی بسر کر کے مرا۔ اس کو ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس کی وجہ سے دہلی کا لال قلعہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور ہمایوں کے مقبرے پر جا کر پناہ گزین ہوا۔ باوجود ہندوستانی فوجی سرداروں کے اصرار کے کہ ہمارے ساتھ رانچی تانہ چلئے وہاں

سے فوج لا کر انگریزوں سے لڑیں گے بادشاہ ان لوگوں کی باتوں میں آگیا جو انگریزوں پر اعتبار کرتے تھے اور قرآن پاک کی اس آیت کو بھول گئے تھے کہ "تم مسلمانو تم عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنا محافظ نہ بناؤ"۔ اور انگریزوں کے طرفدار تھے ہمدردان اور محبانِ وطن کی ساری کوششیں بیکار گئیں اور بادشاہ انگریزوں کی پناہ میں دہلی کو روانہ ہو گیا۔ فیروز شاہ کے کوٹلہ کے پھاٹک کے سامنے جس کو آج تک خونی دروازہ کہتے ہیں انگریز افسر ہڈسن Hudson نے جو بادشاہ کو تمام لالچ دے کر لایا تھا۔ اپنے ہاتھ سے شہزادوں کے پستول سے گولی ماردی اور ان کے سر کاٹ کر خوان میں رکھکر بادشاہ کے پاس بطور تحفہ اس وقت بھیجدیئے جب وہ قلعہ میں داخل ہو کر مقید ہو گئے بادشاہ پر بادشاہ ہی کے انگریز نوکروں نے بغاوت کا مقدمہ چلایا اور ہزادیکر جلا وطن کردیا۔ یہ تمام اسباب دفعتًا اس وقت پیدا ہو گئے جبکہ تقریبًا پچاس ہزار ہندوستانی فوج دہلی میں موجود تھی۔ اگرچہ تجربہ کار افسروں کی کمی تھی اور شہزادے کسی افسر کا کہا نہیں مانتے تھے لیکن ان کی حفاظت کے واسطے دہلی کی مضبوط فصیلیں، لال قلعہ، شیر شاہ کا قلعہ، فیروز شاہ کا قلعہ تھے اور انگریز لڑائی میں مر مرا کر صرف ساٹھ تین ہزار رہ گئے تھے اور ہمت ہار چکے تھے مگر ایک سازشی وزیر کی مخبری سے دفعتًا رنگ بدل گیا جس کو ظفر خود کہتا ہے۔

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہ دل کو اپنے قرار ہے

کروں غم ستم کا میں کیا بیاں میرا غم سے سینہ فگار ہے

پر رعایائے ہند تباہ ہوئی کہوں کیا جو ان پہ جفا ہوئی

جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ تو قابل دار ہے

اس طرح وہ بادشاہ جو ان شہنشاہوں کی اولاد سے تھا کہ جن کی نوبت کی صدا سے گونجتے تھے آسمان۔ وہ بطور ملزم کے معمولی فوجی افسروں کے سامنے جواب دہ ہوا اور سزا پاکر رنگون پہنچا دیا گیا۔

یو۔ پی۔ دہلی و بہار کے مسلمانوں نے پاکستان زور شور سے مانگا ان کو جلاوطن ہونا پڑا اپنے مکانات سے مار کر نکالے گئے چار دن دہلی میں کانگرسی حکمرانوں کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کا بیدردانہ طور پر قتل ہوا اور بوڑھوں اور عورتوں کو جو اپنے گھروں میں بیٹھے تھے فوجیوں نے کوٹھوں پر چڑھ کر وہاں سے گولیوں کا نشانہ بنایا۔ مہاتما گاندھی کے دہلی آنے سے کشت وخون میں کمی ہوئی۔ پاکستان آکر وہ مسلمان جو محلوں میں رہنے کے عادی تھے وہ جھونپڑیوں میں پڑے اور جو نان شبینہ کو محتاج تھے وہ امیرزادے بنے۔ جن کو اپنے پیشوں میں دو سو چار سو کی آمدنی بھی نہ ہوتی تھی وہ ہزارہا کمانے لگے۔ جن کو سرکاری ملازمت سوئم درجہ کی بھی مشکل سے ملی تھی وہ بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہوئے۔ جن کو تجارت میں ہزاروں کی کمائی تھی ان کو پاکستان میں بلیک مارکیٹ میں لاکھوں کی کمائی ہوکر وہ اب کروڑ پتی ہوگئے۔ یہ موقع اللہ کی طرف سے ان کو ملا اللہ کی مرضی پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ جس نے بہادر شاہ کو فقیر سزا یافتہ بنا دیا۔ جس نے امیروں کو بے گھر کر دیا۔ وہ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے ایمانداری کو طاق میں رکھ کر

شیطانی وسوسہ میں آکر ناجائز کمائی کی ہے ایک دن ایسی سزا دے سکتا ہے جس کے وہ مستحق ہیں۔ غرضکہ اللہ تعالےٰ کی مرضی معلوم ہونے کے بعد مسلمان کو چاہیے کہ اس کے سامنے سر جھکا دے اور جو جزا یا سزا ملے اس کو خوشی سے منظور کرے۔

کسی شخص پر بیٹھے بٹھائے چھت یا دیوار گر جاتی ہے کوئی موٹر سے ٹکرا جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔ چند آدمیوں پر کراچی میں ہوائی جہاز گر گیا اور وہ ختم ہو گئے۔ ابھی کچھ دن ہوئے ایک بھارتی ہوا باز فرانس کے ایک گاؤں پر ایروپلین سمیت گر گیا۔ جس سے وہ سب لوگ جو گاؤں میں تھے مر گئے۔ مسٹر حسن محمد سابق ڈپٹی سیکرٹری کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کا لڑکا جس کو ہوا میں اڑنے کا بہترین انعام ملا تھا وہ کراچی ایئرپورٹ پر دوستوں کو کافی پیتا چھوڑ کر تھوڑی دیر کے واسطے جٹ قسم کے جہاز میں اڑا اور اوپر پہونچکر ایروپلین یکدم پھٹ گیا اور دوست دیکھتے رہ گئے۔ جلی ہوئی لاش جو نیچے گری اس کو اٹھایا۔ یہ سب مثالیں اس کی ہیں کہ جب اور جس طرح موت لکھی ہے۔ آدمی اوبدا کر وہاں پہونچ جاتا ہے اور وہی کرنے لگتا ہے۔ یہ خداوندی احکامات ہوتے ہیں اور ان کے نتیجہ پر یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی حکم الہٰی ہے اور ہم کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔

اسلام قبول کرنیوالے کو کون کون کام کرنے چاہئیں اور کون کام نہیں کرنے چاہئیں

وہ قادر مطلق جو رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات نکالتا ہے۔ جو مردہ میں

میں سے زندہ اور زندہ میں سے مردہ پیدا کرتا ہے وہ سب کرشمے دکھاتا ہے۔ اس کی طاقت سے کبھی نا امید نہیں ہونا چاہیئے وہ خود کلام پاک میں فرماتا ہے کہ بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کو اپنے لئے مضر سمجھتے لیکن درحقیقت وہ تمہارے فائدے کے ہوتے ہیں۔ انسان جن کو فائدہ کا سمجھتا ہے درحقیقت نقصان وہ ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان کو اسلام سکھایا گیا ہے کہ وہ خدا کی مرضی پر خوش رہے۔

انسان کو اسلام قبول کرنے کے بعد یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کون کام ہیں جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہیں اور اس کو انہیں کرنا چاہیئے اور وہ کون کام ہیں جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں جنہیں اس کو نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام میں اللہ تعالےٰ ہی ہر شئے کا جو کچھ کائنات میں ہے پیدا کرنے والا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اس کا ہے۔ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ جب ایک شخص کے یہ ذہن نشین ہو جائے کہ وہ خود بھی اللہ کا ہے اور جتنے بھی آدمی اور چیزیں ہیں وہ سب بھی اسی اللہ کے ہیں تو وہ کسی کے ساتھ ناانصافی، بے ایمانی، دغابازی، دھوکہ دہی، حسد، بغض و عناد نہیں کریگا نہ کسی کی جان لے گا نہ کسی کو جسمانی۔ روحانی، مالی تکلیف پہونچائے گا۔ چونکہ یہ سب آدمی بھی تو اسی ہی خالق کی ملکیت ہیں جس کی ملکیت یہ خود ہے۔ اس کے دل میں ہر وقت یہ خیال ہو گا کہ مالک کس طرح پسند کریگا کہ اس کا ایک بندہ یعنی غلام دوسرے بندے کو ایذا پہونچائے بلکہ عبد یعنی غلام کا تو یہ کام ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کا

جویاں ہو کہ میرے آقا کی خوشنودی کس بات میں ہے ۔ اگر اس کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ
اس کے ہر کام کو دیکھتا ہے کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں اور اللہ کو وہ بھی معلوم ہے
جو اس کے دل میں ہے اور خدا کہتا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید
یعنی میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہوں تو پھر اس اعتقاد اور یقین کے
بعد کون عقل والا ایسا ہوتا ہے جو اپنے آقا۔ پیدا کرنے والے، پالنے والے، مارنیوالے
اور پھر دوبارہ زندہ کرنے والے کی مخلوق کو ایذا دینے والا یا ان کی حق تلفی کرنیوالا کام کرے۔
کسی کی عیب جوئی کرنا، بے عزتی کرنا۔ غیبت کرنا۔ مال چرانا یا مال مارنا۔ دھوکہ
سے کسی کا مال لینا۔ جس کا مطالبہ ہو وہ نہ دینا۔ غبن کرنا۔ کسی عورت کو چھیڑنا۔ فطرت
کے خلاف کوئی کام کرنا یا ان کاموں کو کرنا جو گناہ قرار دیئے گئے ہیں۔ نشہ کی چیز پینا،
دنگا فساد کرنا۔ کسی لالچ سے مذہب اسلام یا ملک کے خلاف کوئی کام کرنا۔ بیجا خوشامد
کرنا۔ حاکموں کو رشوت دینا۔ یا حاکم ہو کر رشوت لینا۔ انصاف کیخلاف فیصلہ دینا۔
غرور اور تکبر کرنا یہ سب اور اس قسم کے کام انسان کو ذلیل بناتے ہیں اور خدا کی مرضی
کے خلاف ہیں اور سوسائٹی کو خراب اور تتر بتر کرتے ہیں۔

پس جو شخص کہتا ہے کہ میں اسلام لایا یعنی یہ وعدہ کرتا ہے کہ اللہ کی مرضی کے
خلاف نہ کرے گا اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے کسی
کی حق تلفی ہوتی ہو یا جس کے کرنے سے سوسائٹی کی امن کی زندگی میں فرق آتا ہو لیکن
اگر یہ جانتے بوجھتے بھی ان میں سے کسی فعل کا مرتکب ہو تو معلوم ہو گا کہ اس شخص کا

اعتقاد اللہ تعالےٰ میں اور اس کی قوت میں پورا نہیں ہے اگر پورا اعتقاد ہوتا تو وہ جانتا کہ میرا آقا سب کچھ دیکھتا ہے اور اس کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے میں اس سے کوئی بات چھپا نہیں سکتا۔ اگر کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف کروں گا تو وہ سزا دے گا۔ معمولی آدمی تو پولیس والے سے ڈر کر یہ کام نہیں کرتا کہ وہ پکڑ کر مجسٹریٹ کے سامنے نہ پیش کر دے جس کے ہاتھ میں سزا دینا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس کی قوت ایسی ہے کہ وہی پیدا کرتا ہے وہی پالتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ اور وہی رزق بے حساب دیتا ہے تو اس سے نہ ڈرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس کا اعتقاد ہی دل میں نہیں بٹھایا گیا۔

سچی عبدیت

اگر سزا کے ڈر سے ہی بُرے کام سے بچے تو بھی خیر لیکن سچی عبدیت یعنی بندگی اس میں ہے کہ انسان ہر وقت اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کی خوشی کا جویاں ہو اور ہر وقت ان کاموں کو کرنا چاہیئے جو اس کی مرضی کے موافق ہوں اور ان سے پرہیز کرے جو اس کی خوشی کے خلاف ہوں یہ اعلیٰ درجہ مسلمان ہونے کا ہے۔

لیکن یہ دوسرا درجہ کہ اللہ کے غضب سے ڈر کر گناہ سے بچا رہے مسلمان کے واسطے کافی ہے چونکہ شیطان تو ہر وقت ورغلاتا ہے جس وقت شیطان بہکائے۔ اس وقت اللہ کا غضب یاد آ جائے اور بُرے کام سے اس ڈر سے بچے کافی ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کو جس وقت زلیخا نے بہکانا چاہا تو انہوں نے اس کو جھڑک دیا جس وقت شیطان نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو لالچ دے کر بہکانا چاہا انہوں نے اس کو جھڑک دیا۔

شیطان

شیطان انسان کے دل میں ناجائز خواہشات بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ چوں کہ انسان کے جسم کی ساخت مٹی سے ہے اور مٹی سے پیدا ہوئی چیزوں سے اسکا نشوونما ہوتا ہے اس لئے خود غرضی اس کے رگ و ریشہ میں داخل ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ہر بہتر سے بہتر چیز اس کی ہو اور اس خواہش کو ہر جائز اور ناجائز طریقہ سے پورا کرنا چاہتا ہے۔ یہی خواہش شیطان ہے سب سے بڑا آلہ شیطان کے پاس عورت کی خوبصورتی ہے اس کے ذریعہ وہ انسان کو اس وقت قابو میں لاتا ہے جب اور ہتھکنڈوں میں وہ ناکامیاب ہو جائے۔ لہٰذا مسلمان ہر ایسے موقع پر جب وسوسے اس کو ستائیں وہ پڑھتا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم یعنی ساری قوت اور طاقت اللہ کے ہاتھ میں ہے جو بڑے اونچے مرتبہ والا ہے۔ جس وقت یہ پڑھا اور شیطانی وسوسے رفو چکر ہوئے۔ جیسے ہی انسان کے دل میں اللہ کا خیال آیا اور وہ برائی سے بچا۔

اسلام میں ضروری بات

یہ اسلام نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو منہ سے مسلمان کہے اور گوشت کھائے اور کئی عورتیں کرنے کی خواہش رکھے اور نماز پڑھ کر روزہ رکھ کر بھی دغابازی چوربازاری۔ دھوکہ دہی۔ جوا۔ گھوڑدوڑ۔ رنڈی بازی کا مرتکب ہو۔

اسلام میں یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ہر وقت اپنے سامنے موجود سمجھے اور کوئی کام ایسا نہ کرے جس سے اس کی مخلوق کی حق تلفی ہوتی ہو یا کسی کے دل کو تکلیف پہونچے اگر مسلمان اسلام پر پابند ہوں اور اپنے ہر بچہ کے دل میں شروع سے یہ جاگزیں کر دیں کہ وہ ہر بُرے کام سے پرہیز کرے اور ہر شخص کے حقوق کی نگرانی مثل اپنے حقوق کے کرے اور سب آدمیوں سے محبت اور اخلاق کا برتاؤ کرے۔ تمام عورتوں کی آبرو اور عزت کی مثل اپنی ماں اور بہنوں کی عزت کے حفاظت کرے تو مسلمان تمام قوموں کے لئے نمونہ بن جائیں اور دنیا بھر میں اسلام پھیل جائے جب دنیا جانے گی کہ مسلمان ایسے اچھے لوگ ہیں تو وہ سمجھے گی کہ یہ اسلام کا طفیل ہے اور وہ یہی مسلمان ہوجاویں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے سورہ آل عمران کی ۱۱۰ ویں آیت میں۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ تم (یعنی مسلمان) دنیا میں سب سے بہتر

امت ہو۔ چونکہ اچھے کاموں کی ہدایت کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لائے ہو لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خود بھی بُرے کاموں سے بچے اور دوسروں کو بھی برے کاموں سے جن میں سے چند کی تفصیل اوپر بیان ہوئی بچنے کی ہدایت کرے۔ خاص کر اپنے بچوں کو شروع سے ہی تعلیم دے اور روکے۔ اکثر بچے اپنے باپ چچاؤں اور بڑے بھائیوں کی بری عادات سے برائیاں سیکھتے ہیں۔ اور ان میں اضافہ کرتے ہیں وہ بُرے کام کو برا سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ ان کو گھریلو زندگی میں بری باتوں سے روکنے کی کوشش ہی نہیں کی جاتی اور اپنی بری صحبت میں برائی کو برائی نہیں سمجھتے۔ یہ ایک بڑا ظلم ہے اس کی ذمہ داری ماں باپ پر ہوتی ہے۔ جب ایک لڑکا اپنے ساتھیوں کو گالیاں بکتے۔ فحش کام کرتے دیکھتا ہے تو وہ بھی وہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اس میں حکومت بھی ذمہ دار ہے اگر وہ کافی تعلیم گاہیں نہ کھولے اور اخلاقی تعلیم اپنے باشندوں کو نہ دے تو بُرے اخلاق کی وہ ذمہ دار ہے۔

بھلائی کیا ہے؟

سورۂ بقر کے ۲۲ ویں رکوع میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یہ نیکی اور بھلائی نہیں ہے کہ تم مشرق کو یا مغرب کی طرف کو منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ بلکہ نیکی یعنی بھلائی اس میں ہے کہ تم ایمان لاؤ خدا پر۔ قیامت کے دن پر۔ اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ اور بھلائی ہے اس میں کہ خدا کی محبت کی وجہ اپنے مال میں

سے وہ اپنے عزیزوں کو۔ یتیموں کو۔ ضرورت مند غریبوں کو۔ راہ گیروں کو۔ سوال کرنے والوں کو اور خرچ کرو غلام کو آزاد کرانے میں۔ اور نیکی ہے نماز پر قائم رہنے اور زکوٰۃ دینے میں اور ان معاہدوں کو جو تم نے کئے ہوں پورا کرنے میں۔ اور ان موقعوں پر صابر اور ثابت قدم رہنے میں جب دکھ تکلیف یا زوال حیثیت کا اندیشہ ہو اور تمام ہیجان کے موقعوں پر ہمت سے رہنے میں یہی لوگ ہیں جو صادق یعنی سچے ہیں اور خدا سے ڈرنے والے متقی پرہیزگار ہیں۔

سورۂ بقر کے ۱۴ ویں رکوع میں فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ یعنی مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں تم جس طرف کو منہ کرو اللہ سامنے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ہر بات سنتا اور ہر کام کو جانتا ہے۔

سورج۔ چاند۔ ستارے۔ دنیا عبادت کرتے ہیں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ سورج اپنے مقررہ وقت پر نکلتا ہے اور مقررہ وقت پر غروب ہوتا ہے اور چاند مقررہ منزلیں مقررہ وقت میں پوری کرتا ہے۔ یہ ان احکامات کے مطابق ہیں جو ان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں لہٰذا سورج اور چاند اللہ تعالےٰ کی تابعداری اور تعمیل حکم کرتے ہیں۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتی ہے اور ان احکامات کی تعمیل کرتی ہے جو اس کے لئے نافذ کئے گئے ہیں۔ اسی طرح

ہماری دنیا بھی سورج کے گرد ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۲۷ منٹ اور کچھ سیکنڈ میں گھوم کر ایک چکر لگاتی ہے اور کروڑوں سال سے ایسا ہی کر رہی ہے اور ۲۴ گھنٹے میں اپنے محور پر جس کو ۱۲×۵ کہتے ہیں۔ سورج کے سامنے گھوم جاتی ہے جس کی وجہ سے دن اور رات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کون طاقت ہے جو دنیا کو سورج کے چاروں طرف اور سامنے اس طرح گھماتی ہے۔ سائنس دان اس کو قوت کشش کہتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا سورج سے جُدا نہیں ہوتی اور اُسی قدر فاصلہ پر رہتی ہے جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور دوسرے سیاروں کی کشش کی وجہ سے دنیا گھومتی رہی ہے۔ اور ایک سال میں یہ چکر پورا کرتی ہے جس کی وجہ سے موسم بنتے ہیں اور سورج کے سامنے گھومنے سے دن اور رات ہوتے ہیں لیکن یہ سب قوت سورج کو، بسیارگاں کو اور دنیا کو کس نے دی ہے۔ یہ سب طاقت اسی پروردگارِ عالم نے دی ہے جس نے اس کل کائنات کو کن فیکون سے بنایا۔ یعنی اس نے کہا کہ ایسا ہو جا اور کائنات ہو گئی۔

دنیا اور ستاروں کو ایک ہی ڈھیر سے بنایا

سورۂ انبیاء کے تیسرے رکوع میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ

شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ کیا ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ تمام جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین سب ایک گول ڈھیر تھا اور ہم نے ان کو الگ الگ کیا۔ اور تمام جاندار اشیا پانی سے پیدا کیں۔ کیا اس پر بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔

پھر اللہ فرماتا ہے :۔

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ۝ اور ہم نے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو۔ اور تمام آسمانی (ستارگان و سیارگان وغیرہ) گھومتے ہیں اپنے گول راستے پر۔

لہٰذا یہ تمام چیزیں جو آسمان میں گول راستہ پر گھوم رہی ہیں جن میں دنیا بھی شامل ہے اللہ کے حکم سے گھوم رہی ہیں اور اسی نے ان میں وہ قوت دی ہے جس کی وجہ سے وہ اسی طرح گھومے جائیں جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا ہے اگر ایک آدمی گھڑی میں کوک بھرتا ہے تو وہ گھڑی اس وقت تک برابر چلتی رہتی ہے جب تک کہ اس میں کوک رہے۔ کوک ایک قوت ہے جو گھڑی کے پرزوں کو چلاتی ہے اور آدمی کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ اسی طرح یہ کل کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ اور اس قوت کی وجہ سے جو اس کو اللہ نے دی ہے اُن احکامات کی تعمیل کر رہی ہے جو اس کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ وہ حی القیوم ہے

یعنی اپنے حکم سے تمام کائنات کو قائم کئے ہوئے ہے اور اس کو قائم رکھنے میں کبھی غافل نہیں ہوتا اور نہ تھکتا ہے۔ اگر تمام کرہ جات آسمانی کو اور زمین کو قوت کشش نہ دی ہوتی تو یہ نظام کس طرح قائم ہوتا۔ اگر یہ تمام کرہ جات وجود میں بھی آجاتے تو بھی سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ جیسے گھڑی کے پرزوں کو بغیر اس طرح یک جا کئے کہ ایک دوسرے کو حرکت دے گھڑی نہیں چل سکتی۔ اسی طرح کائنات کے بنانے والے نے کائنات کے ہر پرزہ کے واسطے جُداگانہ کام مقرر کیا ہے اور ہر پرزہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے کام کو جو اس کے لئے مقرر ہے وہ انجام دیئے جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے واسطے احکام مقرر کئے ہیں انسان کے لئے بھی

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر شے کے واسطے جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اپنی تابعداری کے واسطے احکامات صادر کئے ہیں اور ان اصولوں پر عمل کرنا جو اس کے واسطے مقرر ہیں اللہ تعالےٰ کی تابعداری ہے اور ان کے خلاف کرنا اللہ تعالےٰ کی عدول حکمی ہے اور اس سے بغاوت۔ اسی کی جزا اور سزا ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے سورۃ الذّٰریات میں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں کو اور انسانوں کو لیکن اپنی بندگی کے واسطے۔ جس طرح سورج چاند دنیا۔

ستارے، سیارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے واسطے بھی احکام ہیں کہ وہ بھی اپنے جسم کے ہر حصہ سے صرف وہ کام لے جس کے لئے وہ عضو بنایا گیا، اس کی خلاف ورزی اللہ کی نافرمانی ہے۔ آنکھ سے۔ ناک سے۔ منہ سے۔ زبان سے۔ دانت سے۔ ہاتھ سے۔ پیر سے۔ پیٹ سے۔ آنتوں سے۔ اعضاء تناسل سے غرضکہ جسم کے ہر حصہ سے قدرت کے احکامات کے موافق کام لینا چاہیئے۔ اگر قدرت کے خلاف کام لیا جائیگا تو وہ عضو خراب ہو جائیگا اور خدا کی طرف سے یہیں دُنیا میں سزا ملے گی۔ کسی عضو کو معطل بھی نہیں کرنا چاہیئے اور نہ اس کی قوت سے زیادہ کام لیا جائے، نہ وہ کام لیا جائے جس کے واسطے وہ نہیں بنا۔ اگر آنکھ سے زیادہ کام لیا جائے اور اندھیرے میں پڑھا جائے یا سورج کو گھورا جائے تو آنکھ خراب ہو جائے گی۔ اکثر سادھو ہاتھ کو یا پیر کو اٹھا کر کھڑے رہتے ہیں یا ایک جگہ بیٹھے رہتے ہیں تو ان کا ہاتھ یا پیر بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ ناک میں دھول بھر جائے یا بدبو زیادہ دیر سونگھی جائے، یا نزلہ کام کی حالت میں ناک کو صاف نہ کیا جائے تو ناک کے اندر طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔ زبان پر اگر زیادہ گرم چیز یا تیز مرچیں لگ جائیں تو چھالے پڑ جائیں گے اور اگر زبان سے کسی کو بُرا کہا جائے یا گالی دی جائے تو اس کا نتیجہ نہایت خراب نکلتا ہے۔ دانت سے اگر ہڈی کو توڑا جائے تو دانت کو بھی نقصان ہوتا ہے اور ان پٹھوں کو نقصان پہنچتا ہے جن کا تعلق آنکھ سے ہے۔ پیٹ سے

زیادہ کھایا جائے یا خراب غذا کھائی جائے تو ہر قسم کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے غذا تو صرف زندگی کو اور قوت کو قائم رکھنے کے واسطے ہوتی ہے۔ اور اسی قدر کھانی چاہیئے جتنی ہضم ہو سکے نہ کہ ہوس کی وجہ سے پیٹ کی طاقت سے زیادہ کھایا جائے اور بدہضمی میں مبتلا ہوا جائے۔ اکثر پہلوان بہت زیادہ کھاتے ہیں ان کے جسم موٹے اور بھدّے ہو جاتے ہیں۔ وہ سوائے کُشتی لڑنے کے اور کسی کام کے نہیں رہتے۔ نہ ان میں دَوڑ دھوپ کی طاقت ہوتی ہے اور نہ جسم میں وہ پھُرتی ہوتی ہے جو معمولی اسکول کے لڑکوں میں ہوتی ہے۔ اسی طرح مسجد کے ان ملاؤں کا جسم موٹا اور بھدّا ہو جاتا ہے جو مفت کا مرغن کھانا کھانے کے عادی ہوتے ہیں اور ورزش قطعی نہیں کرتے۔ وہ نہ مشقت کر سکتے ہیں۔ نہ وہ دَوڑ سکتے ہیں۔ نہ مشکل کے وقت مسلمانوں کے یا خود اپنے کام آسکتے ہیں۔ جسمانی ساخت کا اثر روحانیت پر بھی پڑتا ہے۔ ان اعضا سے جو نسل انسانی قائم رکھنے کے واسطے بنائے گئے ہیں، صرف نسل انسانی قائم رکھنے کا جائز استعمال قدرتی اصول کے موافق ہے لیکن غلط استعمال حکم خداوندی کی نافرمانی ہے۔ اس کی سزا دنیا میں کافی مل جاتی ہے۔ اور وہ بیماریاں لگ جاتی ہیں جن کی دواؤں کے اشتہار مخرب سوسائیٹی ہوتے ہیں۔ غرضیکہ قدرتی اصول کے موافق ہر عضو کا استعمال حکم خداوندی کی تعمیل ہے اور غلط استعمال شیطانی کام اور اسلام کے خلاف ہے۔ انسان کو اس خالق کی تابعداری جس نے تمام کائنات

کو مخلوق کیا کرنی چاہیئے۔ اور تمام اشیاء سے سبق لینا چاہیئے جس کی طرف قرآن پاک باربار توجہ دلاتا ہے۔ سورج ہمیشہ اسی وقت نکلتا ہے جو اس کے واسطے مقرر ہے۔ تمام آسمانی برجوں کو مقررہ وقت میں طے کرتا ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ کے واسطے سورج کے نکلنے کا وقت جدا جدا مقرر ہے۔ اور کروڑوں سال سے یہی ہو رہا ہے۔ چاند اسی قدر منازل طے کرتا ہے جتنی اس کے لئے مقرر ہیں۔ دنیا کی چال اور گردش اسی طرح سے ہے۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کا وقت اور موقع سینکڑوں سال قبل سے بتایا جا سکتا ہے اور پچھلے گرہن بھی ہزارہا سال کے بتلائے جا سکتے ہیں۔ ہر سیارہ اپنی مقررہ میعاد میں سورج کے گرد گھومتا ہے دنیا مغرب کی طرف سے مشرق کی طرف کو اپنے محور پر گھوم رہی ہے۔ سمندر میں ابخرات اسی طرح پیدا ہو کر بادل بنتے ہیں اور زمین پر آکر برستے ہیں۔ درخت اسی طرح پیدا ہوتے ہیں اور بڑھتے ہیں۔ برف اسی طرح جمتا ہے۔ جانور اسی اصول سے اُڑتے اور سمندر میں تیرتے ہیں۔ اور پانی اور خشکی کے جانور انھیں اصولوں پر پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں جو ان کے لئے مقرر ہیں۔

انسان کو ان اصولوں کی تعمیل لازمی ہے جو اسکے لیے بنائے گئے ہیں

اس لئے انسان کو ان اصولوں کی تعمیل لازمی ہے جو اس کے واسطے بنائے گئے ہیں لیکن بعض انسان اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں جس کی وجہ قرآن پاک

میں آیا ہے اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝ کیا وہ خدا کے دین کے سوا دوسرے دین کو تلاش کرتے ہیں جبکہ تمام مخلوق نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس نے خوشی سے یا بغیر خوشی کے اسلام قبول کرکے اللہ کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیا ہے اور وہ سب اس کے پاس لوٹ کر واپس جائیں گے۔ لہٰذا اسلام یہی ہے کہ اللہ کی مرضی کے موافق کام کیا جائے جو اُن اصولوں کے مطابق ہوں جو انسان کے واسطے بنائے گئے ہیں

انسان اور جانور میں فرق

انسان میں اور جانوروں اور غیر جانداروں میں بہت بڑا فرق ہے۔ غیر جاندار اشیاء میں نہ تو عقل ہوتی ہے اور نہ حس۔ لیکن جانوروں میں حس ہوتی ہے مگر عقل نہیں ہوتی جس سے وہ بھلائی برائی کو سمجھیں۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے عقل بھی دی ہے اور حس بھی دی ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا اور اس کو تمام مخلوق پر فوقیت دی ہے۔ یہ عقل انسان میں اس لئے ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے اس میں اپنی روح میں سے رُوح پھونک دی اور ہر چیز کا عِلم دیا تو تمام فرشتوں نے انسان کے سامنے سر جھکا دیا اور اطاعت قبول کرلی سوائے ابلیس کے۔ سورۃ السجدہ۔ آیت ۹۔ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ

رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ٥ پس انسان کو عمدہ جسم کا بنا کر اس میں ہم نے اپنی روح میں سے روح پھونک دی اور سننے، دیکھنے اور چھونے کی قوت عطا کی۔ اس پر بھی ہمارا شکریہ کم کرتے ہیں۔ اس عقل کی وجہ سے انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری زیادہ کرے اور اُن صفات کو جو خداوندی صفات ہیں اپنے میں پیدا کرے چونکہ انسان کی روح ہر وقت انسان کو یہی تلقین کرتی کہ وہ نیک اور اچھے کام کرے لیکن شیطان جو کہ انسان کا دشمن ہے، وہ خواہشات نفسانی کی شکل آدمی کے جسم میں اختیار کرتا ہے اور رسول اللہؐ کی حدیث کے مطابق جو امام زین العابدین کے حوالہ سے منقول ہے انسان کے جسم میں خون کی شکل میں دوڑتا ہے۔ لہٰذا شیطان یعنی جسمانی خواہشات اور وسوسے انسان کو اُن کاموں سے روکتے ہیں جن کی طرف روح مائل کرتی ہے

انسانی رُوح کس طرف مائل کرتی ہے

انسان کی رُوح انسان کو سکھاتی ہے کہ وہ سب سے محبت کرے۔ چونکہ ہر چیز اُسی خدا کی بنائی ہوئی ہے جس کا وہ ہے۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے اوپر تکلیف برداشت کرے۔ اپنی کمائی میں سے زکوٰۃ دے خیرات دے۔ غریبوں اور بیکسوں کی امداد کرے۔ یتیموں کی پرورش کرے۔

کسی کے مال کو نہ چھینے کسی کے دل کو نہ دکھائے اس اللہ کا شکرادا کرے جس نے مال و دولت یا تندرستی یا علم دیا جبکہ انسان ایک بے بس بچّہ کی شکل میں دنیا میں خالی ہاتھ آیا اور خالی ہاتھ لوٹ کر جائے گا۔ اس شکر کو اس طرح عملی جامہ پہنائے کہ ان نعمتوں میں سے جو خدا نے دی ہیں ضرورتمندوں کو بھی دے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات رحمٰن اور رحیم کو ہر وقت نظر کے سامنے اور دماغ میں رکھے اور غصہ اشتعال اور رنج کی حالت میں بھی ان صفات کو نہ بھولے۔ رحمٰن وہ صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا کسی کام کے بھی انسان کو اپنی رحمت سے بہت کچھ دیتا ہے۔ جو انسان کی پرورش کے واسطے ضروری ہے مثلاً ماں کا دودھ۔ ہوا۔ پانی۔ روشنی۔ خودرو درخت۔ غذا کی مختلف اشیاء عقل سلیم وغیرہ۔ اور رحیم وہ صفت ہے کہ تھوڑے کام کا معاوضہ بہت کچھ دیتا ہے۔ مثلاً ایک دانہ کے عوض جو بویا جائے سو دلنے۔ ایک گٹھلی کے عوض ایک بڑا درخت جس میں سینکڑوں سال تک ہزارہا پھل ہر سال نکلیں۔ آم۔ جامن۔ امرود۔ سیب۔ ناسپاتی۔ مالٹا۔ نیبو وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ جب انسان کو کسی دوسرے شخص کی ناانصافانہ یا خودغرضی کے کام پر غصہ آتا ہے تو اس کو سزا دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی شدید العقاب ہے اور اس کا عتاب شیطان پر اس کی نافرمانی کی وجہ سے ہے اس لیے انسان میں دوسرے کے انصاف کے خلاف کام کرنے سے جو جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ ناجائز نہیں ہے لیکن اگر

قصوروار آدمی معافی مانگے اور وعدہ کرے کہ آیندہ وہ پھر قصور نہ کریگا تو انسان کے دل میں اس کی روحانیت کی وجہ سے خدا کی صفت تواب الرحیم موجزن ہو جاتی ہے۔ اور وہ توبہ قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غفور یعنی بخشنے والا ہے یعنی توبہ قبول کرنے کے بعد گناہ کی بخشش ہو جاتی ہے اور گناہ کا مواخذہ آئندہ نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح انسان کی روح چاہتی ہے کہ بخش دے اور قصور کو توبہ کے بعد بھول جائیے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات کلام پاک میں ہیں انسان کی روح اس کو انہی کی طرف مائل کرتی ہے۔

انسان کا جسم کس طرف مائل کرتا ہے

مگر انسان کا جسم مادہ کا بنا ہوا جس کی خاصیت اپنی طرف کو کھینچنا ہے جیسے سورج دنیا کو اور دیگر سیاروں کو کھینچتا ہے اور یہ اپنی قوت کے موافق سورج کو کھینچتی ہے اس طرح ہر شے دوسری شے کو اپنی طرف کو کھینچتی ہے یہ سائنس کا مسلمہ اصول ہے۔ انسان کا جسم مختلف قسم کے ایٹموں کا مجموعہ ہے اور ہر ایٹم میں بجلی کی دو قوتیں جن کو پروٹون اور الکٹرون کہتے ہیں موجود ہیں اور انہی سے ایٹم کی ساخت ہے جو ایک دوسرے کو کھینچتی ہیں لہذا انسان کے جسم میں یہ قوت خود غرضی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور خود غرضی اللہ تعالےٰ کی اس صفت کے خلاف ہے جو روح ہر شے سے محبت سکھاتی ہے اور انسانی خود غرضی جو

جسمانی خواہشات کا ظہور ہے انسان کے جسم کے ساتھ ہر وقت موجود ہے اور یہ شیطانی قوت انسان کو خداوندی صفات سے منحرف کرتی ہے اور ہر وقت ان کے خلاف چلاتی ہے اور انسان کو خود غرضی میں فائدہ دکھاتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون بن کر بہتا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر انسان کا ایک شیطان ہوتا ہے میرا بھی ہے مگر میں نے اس پر پورا قابو پا لیا ہے۔

اگر انسان کی روح کی تعلیم اور تربیت اسلام کے مطابق ہوتی رہے تو وہ طاقتور ہوتی ہے اور جسمانی خواہشات پر قابو پالیتی ہے اور انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور فرشتہ صفت کہلاتا ہے۔ ع

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

برخلاف اس کے اگر انسان کی جسمانی خواہشات یعنی شیطانی وسوسے انسان پر قابو پا جائیں تو وہ ان کا مطیع اور فرمان بردار ہو جاتا ہے اور اس کی روح اروب میں آجاتی ہے۔ اگر ان خواہشات کو نہ روکا جائے اور بے لگام چھوڑ دیا جائے تو آدمی کچھ عرصہ کے بعد اچھا خاصہ مجسمہ شیطان بن جاتا ہے اور اس کو اچھے برے کی تمیز باقی نہیں رہتی اور وہ انسانیت سے گر کر جانور سے بدتر ہو جاتا ہے۔

اس لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو اچھی طرح بیان کیا گیا

ہے تاکہ انسان پر اثر پڑے اور وہ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالےٰ کی تابعداری یعنی اسلام پر کاربند ہو۔ اللہ تعالےٰ کے اُن قوانین پر عمل کرنا جو قدرت کاملہ کے ظہور کے واسطے بنائے ہیں اسلام ہے اور ان قدرتی اصولوں کی خلاف ورزی شیطانی کام۔

ان اصولوں پر کام کرنے سے جس طرف روح انسانی لیجانا چاہتی انسان ایک انسان کامل بن جاتا ہے۔ ورنہ گر کر جانور سے بدتر اس لئے ہو جاتا ہے چونکہ انسان کو عقل سلیم عطا ہوئی ہے جس سے جانور محروم ہے۔ اگر جانور بغیر بُرا سمجھے کوئی برا کام کرے تو اتنا قصور وار نہیں جس قدر ایک انسان جس کو سمجھ بھی دی گئی ہے۔ اور روحانیت بھی عطا ہوئی ہے اور وہ برا کام کرے۔

انسانی سوسائیٹی کے قوانین

انسان کو ایک سوسائیٹی میں رہنے کے واسطے اور سب کو امن کی زندگی بسر کرنے کے واسطے قانون اور قواعد بنائے گئے ہیں جن سے کسی کی حق تلفی نہ ہو اور سب امن کی زندگی بسر کر سکیں یہی اسلام ہے اور جب اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل درآمد کرے گا تو آدمی سب کی امن کی زندگی کا حامی ہو گا اور کوئی کام ایسا نہ کرے گا جو مخرب سوسائیٹی ہو اور اس کو درہم برہم کرے۔ بعض جانور تک جو سوسائٹی میں رہتے ہیں اپنے اصولوں پر عمل کرتے ہیں جو ذرا انحراف کرے

اس کو سب مل کر سزا دیتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو قازیں ہمیشہ ایک قطار بنا کر خاص طرح اڑتی ہیں جن سے ہوابازوں نے سبق سیکھا ہے۔ رات کو جب کسی تالاب کے کنارے بسیرا کرتی ہیں تو ان کے پہرہ دار سنتری کھڑے ہوتے ہیں اور سب کی حفاظت کرتے ہیں اس سے فوجوں نے سبق حاصل کیا ہے۔ شہد کی مکھیاں ایک چھتے میں اپنی ملکہ کی تابعداری میں سب اپنا اپنا کام جدا جدا کرتی ہیں ان کی زندگی قابل غور ہے۔ ننھے ایک چھتے میں امن سے رہتے ہیں چیونٹیاں برسات سے پہلے اپنی غذا دور دراز سے لاکر اپنے ایک گوشہ عافیت میں جمع کرتی ہیں اور ایک قطار دور تک لگی رہتی ہے۔ جس سے زمین پر نشان پڑ جاتا ہے ہرن جنگل میں ٹولیوں میں رہتے ہیں اور سب ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ ٹڈیاں ایک بڑے دل میں اڑتی ہیں۔ اسی طرح بہت سے جانوروں کی زندگی ہے اگر ان پر غور کیا جائے تو وہ سوسائیٹی میں رہ کر مخرب سوسائیٹی نہیں ہوتے بلکہ ہر ایک دوسرے کے حقوق کی نگرانی کرتا ہے۔ انسان کے واسطے اسلام میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ وہ کسی کے حقوق کی پامالی نہ کرے اور ہر ایک کو امن و عافیت سے زندگی بسر کرنے دے۔ جب دوسروں کو امن سے رہنے دے گا تب ہی تو خود بھی اس کا مستحق ہوگا کہ اس کو آرام سے بسر کرنے دی جائے۔ ایک چور یا ڈاکو کو کیا حق ہے کہ وہ یہ امید کرے کہ اس کے گھر چوری نہ ہو یا ڈاکہ نہ پڑے۔ جو کسی کے چھرا بھونکے اور مال چھینے اس کو کیا حق ہے کہ اس کے

چھرا نہ بھونکا جائے اور اس کا مال نہ چھینا جائے۔ جو دوسروں کی ماؤں بہنوں کو چھیڑے اُسے کیا حق ہے کہ اس کے ساتھ ایسا نہ کیا جائے۔ غرض کہ ہر شخص جو دوسرے کی حق تلفی کرتا ہے وہ سوسائیٹی کو توڑنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور سزا کا مستحق ہے

نماز و روزہ کا مقصد

اللہ تعالےٰ نے نماز اور روزہ اس لئے فرض کئے ہیں کہ وہ انسان کو تقوے سکھاتے ہیں اور اس کو متقی بناتے ہیں تاکہ وہ کسی کی حق تلفی نہ کرے اور سب کو آزادانہ زندگی امن کی بسر کرنے دے۔ کسی کے مخل نہ ہو۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔

نماز میں ضروری چیز الحمد شریف کا پڑھنا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی جو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا۔ پالنے والا اور سب کو مار کر جلانے والا ہے تعریف کی جاتی ہے اس کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم تیرے سوا نہ کسی اور کی تابعداری کرتے ہیں اور نہ کسی اور سے کوئی مدد مانگتے ہیں۔ اس کے بعد یہ دعا مانگی جاتی ہے کہ ہم کو اس سیدھے سچے راستہ یعنی طریقہ پر چلا جس پر وہ لوگ چلے تھے جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان کے راستہ پر جن پر تو نے ایسا کرنے سے غضب نازل کیا یا جو گمراہ تھے۔

اس سے انسان اپنے آپ کو خود اچھا بنانے کی خواہش کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ ان جیسا ہو جائے جن پر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں نازل ہوئیں اور ان

جیسا نہ ہو جائے جن پر غضب نازل ہوا چونکہ وہ جان بوجھ کر غلط کاموں کے مرتکب ہوئے یا جو راستہ بھول گئے تھے اس وجہ سے منجدھار میں پھنس گئے۔

اللہ تعالٰی کی نعمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں جو خداوندی احکام کے مطابق کام کرتے ہیں۔ سوسائٹی کو درہم برہم نہیں کرتے اور اُس راستہ پر چلتے ہیں جدھر کو ان کی روحانیت لے جاتی ہے یعنی اللہ کی پیدا کردہ ہر شے سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ بھی تو اسی خدا کی پیدا کردہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ یتیموں۔ غریبوں۔ بوڑھوں۔ معذوروں۔ بیماروں کی مدد کرتے ہیں۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ ہر ایک کو نیک صلاح دیتے ہیں۔ کسی سے بغض و عناد نہیں رکھتے۔ کسی کی غیبت نہیں کرتے کسی کا مال ناجائز طرح پر نہیں لیتے۔ کسی کو دھوکا یا فریب نہیں دیتے۔ کسی کا دل نہیں دکھاتے بلکہ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہو جاتے ہیں۔ کبھی غصہ کی حالت میں آپے سے باہر نہیں ہو جاتے۔ غصہ کو ضبط کرتے ہیں۔ ؎

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اپنے جسم کے ہر عضو کا جائز استعمال کرتے ہیں اور اپنی عقل اور علم سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

برخلاف اس کے ان لوگوں پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے جو اپنی عقل کو جسمانی خواہشات کے مطیع کر دیتے ہیں اور اپنی خواہشات کو ہر جائز و ناجائز طریقہ

سے حاصل کرنے میں اپنی عقل اور کوشش صرف کرتے ہیں۔ اپنے جسمانی اعضاء سے
خلاف قانون فطرت کام لیتے ہیں۔ جو دوسروں سے حسد رکھتے ہیں کسی کی بھلائی سے
خوش نہیں ہوتے بغض و عناد رکھتے ہیں۔ ہر برا کام کر کے خوش ہوتے ہیں۔ دوسروں کی
تکلیف سے ان کو خوشی ہوتی ہے۔ دوسروں کی غیبت اور برائی کرنا ان کا شیوہ
ہوتا ہے۔ آپس میں لڑائی کرانا ان کی عادت ہوتی ہے چغلی کرنا۔ گالی دینا۔ چوری کرنا۔
قتل کرنا۔ ڈاکہ ڈالنا۔ غبن کرنا۔ دھوکا دینا۔ مال مارنا۔ جوا کھیلنا۔ شراب پینا۔ فحش کام
کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ اور ہر قسم کے گناہ کرنا۔ ان کی فطرت میں شامل ہو جاتے
ہیں۔ اس وجہ سے ان کو برے کام کو برا سمجھنے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ اور اچھے
برے کی تمیز ان سے جاتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ دنیا کے عارضی فائدہ کو نفع سمجھتے
ہیں۔ سوسائٹی کی امن کی زندگی میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اپنی غلیظ اور گندہ
عادات کو سوسائٹی میں پھیلاتے ہیں جس سے ساری سوسائٹی غلیظ اور گنہگار ہو
جاتی ہے اور نتیجہ میں نہ اتحاد و محبت باقی رہتی ہے۔ نہ بے حیائی کے کام میں شرم۔
آخرکار یہ سب سوسائٹی تباہ اور برباد ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسری سوسائٹی
لے لیتی ہے جس کا کیرکٹر مضبوط ہوتا ہے اور جو خداوندی احکام کی پابند ہوتی ہے
بری عادات والی سوسائٹی محکوم اور غلام ہو جاتی ہے۔ ظاہری اور عارضی فائدے
جو ایک بے ایمان آدمی خداوندی احکام کو توڑ کر حاصل کرتا ہے تھوڑے عرصہ بعد
نقصان میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اس کو پچھتانا پڑتا ہے۔ کہاں ہیں فرعون۔ نمرود۔

زار روس۔ ہٹلر، مسولینی اور چنگیز خاں۔ کہاں ہیں سکندر اور دارا۔ کہاں ہیں قوم عاد و ثمود و قوم لوط۔ کہاں گئیں جرمن کی شیخیاں، ٹرکی کی بڑی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ انگلستان کی وہ سلطنت جس میں چوبیس گھنٹے سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور سورج کی روشنی اس سلطنت کے کسی نہ کسی حصہ میں موجود رہتی تھی اب زوال پر آگئی۔ برما نکل گیا۔ ہندوستان نکل گیا۔ پاکستان نکل گیا۔ مصر سے اور سوڈان سے حکومت ختم ہوئی۔ جنوبی افریقہ میں اقتدار ختم ہوگیا تھوڑے عرصہ میں معمولی سلطنت رہ جائے گی۔ ہندوستان میں رات کو بارہ بجے تک انگریزی حکومت تھی اور بارہ کا گھنٹہ بجتے ہی حکومت ختم ہوگئی۔

جب تک انگریز انصاف پر قائم تھے اور ہر بچہ کو انصاف کی تعلیم دیجاتی تھی وہ دنیا پر چھائے ہوئے تھے لیکن جب ان میں خود غرضی۔ ناانصافی، غاباز ی اور ظلم بڑھ گیا ان کا خاتمہ شروع ہوگیا۔ امریکہ کی مدد سے دوبارہ سانس لینے کی گنجائش ہوئی ہے۔ مسلمانوں نے اسلامی اصولوں کو خیرآباد کہدیا ان کے مذہبی علماء نے ان کو سیدھی راہ پر لے جانے کی بجائے غلط راہوں پر ڈالا۔ علوم جدیدہ سائنس۔ فلاسفی۔ جغرافیہ وغیرہ کی تعلیم سے روکتے رہے جس کی وجہ سے مسلمان دوسری قوموں سے موجودہ ترقی میں پیچھے رہ گئے اور دوسروں کے ہر کام میں دست نگر ہوگئے حالانکہ رسول اللہؐ کی ہدایت تھی کہ علم کو حاصل کرنے اگر چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ یعنی دنیا کے کسی کونہ پر جانا ہو جاؤ۔ قرآن پاک۔

کی ہدایت کے بالکل خلاف کہ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو خود بھی لڑتے رہے اور ایک دوسرے کو بُرا کہتے رہے لیکن ساتھ ہی جاہل یا کم تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنا اپنا گرویدہ بنا کر لڑاتے رہے اور قوم میں پھوٹ ڈال کر یکجہتی کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ خلاف احکامات شرعی پیشہ ور واعظ و مولود خواں بن گئے اور مذہبی باتیں بتانے کا معاوضہ لینے لگے۔ زمیندار ظالم ہو گئے۔ سود پر روپیہ لے کر قرضہ واپس دینا بھول گئے۔ طالب علم صرف امتحان پاس کرنا کافی سمجھنے لگے۔ محنت سے علم کو علم کی غرض سے حاصل کرنا یا دوسری قوموں سے مقابلہ کرنا چھوڑ دیا۔ عیش اور فضول خرچی کی زندگی کو اور اپنی حیثیت سے زیادہ بڑھا کر حیثیت دکھانا اپنا شیوہ بنا لیا۔ مسلمان کاریگروں اور دست کاروں نے جو دنیا میں ترقی کی تھی اس کو کھو بیٹھے۔ جادو۔ ٹونہ۔ تعویذ گنڈوں کا رواج ہوا۔ اور چالاک دغا بازوں نے ناسمجھ مسلمانوں میں اس کا اعتقاد پیدا کر کے ان کو لوٹا۔ حالانکہ نماز میں پانچوں وقت الحمد شریف پڑھتے تھے، مگر بغیر سمجھے۔ اور ان دغا بازوں کے پھندوں میں آ جاتے تھے۔ اقتصادی ہر شعبہ میں مسلمان اپنی ان حرکات سے پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو قرآن پاک میں بار بار پرانی قوموں کی مثالیں دے کر بتایا ہے کہ اُن پر غضب کن کن وجوہات سے نازل ہوا۔ اور مسلمانوں کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ اگر وہ قرآن پاک کے خلاف چلیں گے تو ان پر بھی غضب نازل ہوگا۔ مگر مسلمان قرآن کی تعلیم سے بے بہرہ ہو گئے! ان کے پیشواؤں نے

صرف ظاہری نماز اور روزہ کی تلقین کو کافی سمجھا اسلام کی روحانیت کو ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی طرح بالائے طاق رکھ دیا اور خود فروعات پر لڑکر دنیا کو تماشہ دکھاتے رہے۔ اس سے مسلمانوں کی سلطنت جو مراکش سے لے کر چین تک پھیلی ہوئی تھی سب ختم ہو گئی۔ ۱۹۴۰ء لغایت ۱۹۴۷ء ایک خوبی ہندوستان کے مسلمانوں میں آگئی تھی - وہ بہت کثرت سے اپنے مذہبی اختلافات کو ایک طرف رکھ کر ایک پولیٹکل جماعت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے اور اس تھوڑے سے عرصہ میں انھوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ اگر مسلمان فروعات کو بھلا کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو کیا کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ پاکستان مسلمانوں کی یکجہتی کا نتیجہ ہے جس نے دنیا کے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور ہر جگہ کے مسلمان اپنی آزادی کے جویاں ہو گئے۔ سه

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُبھرے گا یہ اتنا ہی جتنا کہ دبا دیں گے

اگرچہ وہ پاکستان ہم کو نہ ملا جو ملنا چاہیئے تھا لیکن یہ بعض مسلمانوں کی غداری کی وجہ سے ایسا ہوا۔ جو اب یہ پچتا رہے ہیں۔ اس کی زیادہ تفصیل کی اس مذہبی کتاب میں ضرورت نہیں لیکن مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے دوسری قوموں کے زوال کی مثالیں اسی لئے قرآن پاک میں بتائی ہیں تاکہ وہ سبق حاصل کریں اور ان قوموں کے سے کام نہ کریں جن پر غضب نازل ہوا! اور

ہر علم کو حاصل کرنا جس سے ترقی ہو اپنا عین فرض بنائیں۔ اللہ تعالےٰ نے جو کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اور کلام مجید میں اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ کس طرح اُن علوم کے سیکھنے کے خلاف ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسا کہے وہ اسلام سے ناواقف نہیں۔ اگر مسلمان اسلامی اصولوں کو چھوڑ دیں گے تو ان کو بھی اسی طرح سزا ملے گی۔ جیسے دوسری قوموں کو مل چکی ہے۔ پاکستان میں آن کر اُن تکلیفوں اور مصیبتوں کو نہیں بھولنا چاہیئے جو ستمبر ۱۹۴۷ء اور اس کے بعد کئی سال بھگتنی پڑی تھیں۔ اُن عادات کو جو انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں نے اسلام کے خلاف اختیار کر لی تھیں ان کی وجہ سے غضب الٰہی نازل ہوا تھا اور بہت مسلمان مصیبتیں بھگت کر ذلت اٹھا کر وطن چھوڑ کر بھاگ آئے۔ یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا غضب تھا جس کا یہ نمونہ دکھایا گیا تھا۔ لہذا جب نماز میں الحمد شریف پڑھی جائے تو وہ تمام منظر اللہ کے غضب کا سامنے آ جائے اور انسان کو اُن کاموں سے بچنا چاہیئے جن کا نتیجہ یہ بے سروسامانی سے بھاگنا ہو۔

نماز سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے

نماز کو بغیر سمجھے پڑھنے سے نہ روحانیت حاصل ہوتی ہے نہ نماز کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اگر بغیر سمجھے نماز پڑھی جائے تو نماز پڑھنے والے کو یہی

نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور جو خدا تعالےٰ سے وعدہ کرتا ہے اس کی تعمیل اس وجہ سے نہیں کر سکتا چونکہ وہ یہی نہیں جانتا کہ اُس نے کیا وعدہ کیا ہے۔ کیا اعلان کیا ہے کیا دعا مانگی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ نماز انسان کو تقویٰ سکھاتی ہے۔ لیکن اگر بغیر سمجھے پڑھی جائے تو وہ اعلیٰ پیمانہ کی باتیں جو نماز میں ہیں وہ انسان کے کیریکٹر پر کوئی اثر نہیں کرتیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ یعنی تم نماز کے قریب سُکر کی حالت میں نہ جاؤ (یعنی جس وقت تمہارا دماغ نشہ یا کسی اور وجہ سے بے کار ہو) جب تک کہ تم یہ نہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس دوسرے جملہ کو اول سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ بے سمجھے نماز پڑھنے کی ممانعت کرتا ہے۔ نماز کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس دوسرے فقرے کو ہندوستان میں جب سے مسلمان آئے نظر انداز کیا گیا جس کے نتائج یہ ہوئے کہ مسلمانوں کے وہ اخلاق نہ رہے جو ہونے چاہئیں تھے نہ وہ دوسری قوموں کو مسلمان کر سکے اور اقلیت میں رہ گئے بغیر سمجھے نماز کو کس طرح عبادت کہا جا سکتا ہے اللہ تعالےٰ کے الفاظ بغیر سمجھے دہرانے سے کیا عبادت ہوتی۔ اگر ایک طوطا بغیر سمجھے اپنے مالک کے الفاظ دہرائے تو وہ کیا تعمیل حکم کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کا ملازم بجائے تعمیل حکم کرنے کے آقا کے احکام کو بغیر سمجھے دہراتا رہے

تو یہ عبدیت نہیں ہوئی۔ اس کا تو یہ فرض ہے کہ جو اس سے کہا گیا ہے وہ کام کرے نہ کہ آقا کے لفظوں کو دہرائے جائے۔ نماز کا مقصد حاصل ہونا چاہیئے نہ کہ سارا مطلب فوت کیا جائے۔ نماز اسی وقت نماز ہوتی ہے جب اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔

روزہ میں کیا ضروری ہے

اسی طرح جو روزہ تو رکھتے ہیں لیکن دن کو رات اور رات کو دن بناتے ہیں وہ روزہ کا مطلب ہی نہیں سمجھتے۔ روزہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ وہ انسان کو گناہوں کے کاموں سے بچا کر متقی بناتا ہے۔ لہٰذا اصل مقصد تقویٰ ہے اور روزہ اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر انسان دن بھر اپنے معمولی کاموں کو نہ کرے اور پڑ کر سو جائے اور رات بھر جاگ کر ضرورت سے زیادہ کھائے تو اُس کے کیرکٹر پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس طرح آدمی رسماً روزہ کو پورا کر کے خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اس کو جاننا چاہیئے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ روزہ اسی وقت روزہ ہوتا ہے کہ حسب معمول تمام دنیوی کام انسان انجام دے اور روزہ کا خیال رکھتے ہوئے ہر کام میں ایمانداری کرے اور کوئی گناہ کا کام نہ کرے اس سے اس کی عادت سچائی اور ایمانداری کی ہو جائے گی۔ اللہ کو ہر وقت یاد رکھنے سے یہ مطلب ہے کہ دنیا کا ہر کام

ایمانداری سے کیا جائے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ سب کاموں کو دیکھتا ہے اس سے کوئی بات نہیں چھپائی جا سکتی جس طرح ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک یہ خیال رہتا ہے کہ اگر غلط کام کروں گا تو اگلے وقت کس منہ سے اللہ سے وہی باتیں کہوں گا جن کے برخلاف کام کیا ہے۔ اسی طرح روزہ میں انسان کو ہر وقت خیال رہتا ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کروں جس سے میرا روزہ ختم ہو جائے۔ غذا کم کھانا روزہ کا خاص جزو ہے تاکہ انسان کو بھوک محسوس ہو کر اُن غریبوں کا خیال آئے جن کو ایک وقت کی خوراک بھی میسر نہیں آتی لیکن بعض لوگ مرغن غذائیں خلاف عادت کھانے لگتے ہیں اور رمضان کو بجائے ریاضت اور تقوے کے مہینے کے ایک تہوار کا مہینہ مناتے ہیں اسلام میں انسان کا کیرکٹر مضبوط بنایا جاتا ہے۔ انصاف اور ایمانداری کا برتاؤ سکھایا جاتا ہے۔ آدمی کو جفاکش بنایا جاتا ہے اور اُس کو قدرتی طور کی زندگی کا سبق دیا جاتا ہے۔ اور اُس کی بُری عادات کو جو مصنوعی زندگی کی وجہ سے ہو جاتی ہیں چھڑایا جاتا ہے۔

حج بھی اس لئے ہے کہ وہاں پہنچکر یہ یاد آجائے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کس طرح شیطان نے بہکانا چاہا لیکن اُنھوں نے اس کو دھتکار دیا۔ حضرت ہاجرہ کا استقلال یاد آجائے۔ خانہ کعبہ کا بنانا اور حضرت ابراہیم کی دعاء یاد آجائے اور جس وقت احرام باندھ کر تمام حاجیوں کے ساتھ برہنہ سر ہو

اگر امیر و غریب میں فرق نہ ہو تو اس کو یاد آجائے کہ اللہ کے یہاں امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں اور قیامت کے دن اسی طرح سب برابر اٹھائے جائیں گے۔ صرف فرق ہر ایک کے اعمال کا ہوگا۔

اسلام میں یہ اعتقاد بھی ضروری ہے کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ آدمی اٹھائے جائیں گے اور اُن کے ہر فعل کی جو بیان کیا ہے بازپرس ہوگی اور ہر اچھے بُرے کاموں کو دیکھا جائیگا۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۝

دین اسلام

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے واسطے دین اسلام تجویز کیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:۔ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی ہر کام اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق کرنا اور اُس کی مرضی کو خوشی سے بلا چون وچرا منظور کرنا۔

انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو پہلے اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ اس خیال کے مطابق کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پھر عملی شکل دیتا ہے۔ جب تک آدمی کے خیال ہو اور ارادہ بھی ہو لیکن اس نے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا ہو۔ اس وقت تک اس کے ارادہ کا اظہار نہیں ہوتا قانوناً کوئی شخص مجرم

نہیں جب تک کہ وہ جرم کا ارتکاب نہ کرے چونکہ جب تک کوئی فعل سرزد نہ ہو،
کسی پر الزام نہیں لگایا جا سکتا لیکن مسلمان کو سورۃ الناس میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ
وہ بُرے خیالات اور وسوسوں سے بھی بچا رہے خواہ یہ وسوسے انسان کے
دل میں خود پیدا ہوئے ہوں یا کسی اور شخص کے قول و فعل سے پیدا ہوئے ہوں۔
سب سے بڑا دشمن شیطان انسان کے ساتھ جو ہر وقت لگا ہے وہ اس کا جسم
اور جسمانی خواہشات ہیں۔ اس لئے انسان کو اسلام میں یہ تلقین ہے کہ وہ
بُرے خیالات کو ہی نہ آنے دے۔ جب خیالات نہ ہوں گے تو ارادہ بھی
نہیں ہو سکتا اور جب کسی کام کا ارادہ نہ ہو تو اس کام کا مرتکب بھی نہیں ہو سکتا
سورۃ الناس پڑھنے سے انسان بُرے خیالات سے بچا رہتا ہے ؎

اے سلیم آب ز سر چشمہ بہ بند
کہ چو پر شد نتواں بستن جوئے

جس وقت چشمہ زمین سے برآمد ہو اُس کو اگر اُسی وقت بند نہ کیا جائے
تو جب وہ دریا بن جائے گا اس وقت بند کرنا ممکن نہ ہو گا۔ خوب سمجھ کر سورۃ الناس
ہر مسلمان کو پڑھنی چاہیئے۔ انسان کی جسمانی خواہشات اس کو خداوندی صفات
کے خلاف مائل کرتی ہیں اور دوسروں کی حق تلفی سکھاتی ہیں لیکن اس کی روح
اس کو بُرے افعال سے روکتی ہے۔ لہذا روح کو مضبوط بنانا اور جسمانی خواہشات
کو دبانا اسلامی فعل ہے۔ ایک مجرم تو اس وجہ سے بچ سکتا ہے کہ اس کے خلاف

کافی شہادت نہیں ہے لیکن گنہگار اللہ کے غضب سے نہیں بچ سکتا۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نہ صرف انسان کے افعال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ خیالات سے بھی واقف ہے اور اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ اگر پہاڑ کے پتھر کے اندر بھی ذرہ ہے وہ بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ جس طرح انسان کی آواز کی لہریں ہوا میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس وقت تک سنائی دیتی ہیں جب تک وہ کان کے اندر پہنچ سکتی ہیں لیکن لہریں بڑی ہو جانے کے بعد کان کی زد سے بڑی ہو جاتی ہیں اور آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ لہریں ختم ہو گئیں۔ نہیں وہ ہمیشہ قائم رہتی ہیں اور بڑی ہو جاتی ہیں اسی طرح انسان کا ہر فعل ایک ایسے پردہ پر منقش ہو جاتا ہے جو ہم کو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا جو ہماری ہیں۔ سینما فلم ایک ایسی مثال ہے جس سے سبق لینا چاہیئے۔ جب کہ ایک انسان اپنے بنائے ہوئے فلم پر آدمی کی حرکات اور آواز اتار لیتا ہے۔ اور سب کو دکھاتا ہے۔ اسی طرح قدرتی طور پر فضا میں ایسا فلم پھیلا ہوا ہے جس پر ہر کام اور ہر بات کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ جس وقت انسانی روح جسم کے پنجرہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور ان حدود سے آزاد ہو جاتی ہے جو جسم نے قائم کر رکھی ہیں تو اس کو ہر چیز جو فضا میں ہے دکھائی دیتی ہے اور سنائی دیتی ہے۔ آنکھ کے ریٹینا اور کان کے پردے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حق تلفی

اس لئے اسلام میں کسی کی حق تلفی نہیں کرنی چاہیئے چونکہ اس شخص کی روح بھی جس کی حق تلفی ہوئی آگاہ ہو جائے گی اور حق تلفی کرنے والے کو پچھتانا اور شرمندہ ہونا پڑے گا۔ حقوق میں ہر قسم کے حقوق شامل ہیں ماں باپ کے اولاد پر۔ اولاد کے ماں باپ پر۔ بہن بھائیوں کے ایک دوسرے پر۔ زن و شوہر کے ایک دوسرے پر۔ شہری ہونے کے لحاظ سے شہر والوں کے۔ ملک والوں کے۔ رشتہ داروں کے۔ غریبوں کے۔ حکومت کے۔ رعایا کے۔ پیدا کرنے والے کے۔ تمام مخلوق کے غرضکہ ہر قسم کے حقوق شامل ہیں۔ اور کسی کی حق تلفی کسی قسم کی بھی ہو وہ سوسائٹی کے امن میں خلل انداز ہوتی ہے اور اسلام کے خلاف ہے۔ جو لوگ ان اصولوں سے نہ تو واقف ہوتے ہیں نہ ان کو اس کا موقع ملتا ہے کہ وہ ان کو سمجھ سکیں ان کے واسطے یہ ضروری ہے کہ ایک طرز زندگی مقرر کر دیا جائے۔ جس پر عمل درآمد کرنے سے بہت سی برائیوں سے بچے رہتے ہیں۔

اللہ کو سمجھنے والے

جو لوگ تعلیم پا کر سمجھ سکتے ہیں وہ ہر وقت اللہ کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں

اور وہ ہر بُرے فعل سے اللہ کی خوشنودی کے خیال سے بچے رہتے ہیں۔
ان کو نہ تو حکومت کا ڈر بُرے کام سے روکتا ہے نہ اللہ کی طرف سے سزا کا
خیال بلکہ وہ ہر وقت اللہ کی خوشی کے جویاں ہوتے ہیں۔ یہ اصل عبدیت ہے
ان کے قلب صاف ہو جاتے ہیں اور کسی کو وہ نہ کسی قسم کی ایذا پہنچاتے ہیں
نہ اس کا خیال اُن کو آتا ہے۔ ان کو تو اللہ کی خوشنودی کے خیال سے
ہی فرصت نہیں ہوتی۔ ہر شخص کو جو اُن کے سامنے آجائے کوئی نہ کوئی فائدہ
ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے اندر خداوندی صفات پیدا کرتے ہیں چونکہ اُن کی
روح صاف اور پاکیزہ ہوتی ہے اور جسمانی خواہشات پر وہ قابو پا لیتے
ہیں اللہ تعالےٰ نے جب اپنی روح میں سے روح انسان میں پھونک دی
تو اس روح میں وہ تمام صفات ہونی چاہئیں جو اللہ میں ہیں۔ ہر بچہ معصوم
پیدا ہوتا ہے لیکن بڑھ کر یا تو جسمانی ساخت کی وجہ سے یا بُری صحبت کی
وجہ سے اس میں بُرائیاں آجاتی ہیں۔ اور اس کی رُوح میں غلاظت پیدا ہو جاتی
ہے اور جب تک وہ دُور نہ ہو اللہ کا دیدار اس روح کو نہیں ہو سکتا۔
دیدار کے معنی ہیں کہ اس میں بھی وہی صفات ہو جائیں تاکہ اللہ سے جدا نہ ہو
جائے۔ ایک حوض میں سے ایک کٹورا پانی لیا جائے جس کا پانی بالکل صاف و
شفاف ہے۔ اور پھر کٹورے میں تھوڑا رنگ کسی قسم کا ملا دیا جائے جس سے
پانی رنگ دار ہو جائے۔ اس کٹورہ کے پانی کو جو حوض سے لیا تھا۔ اگر پھر حوض

کے پانی میں ڈال دیا جائے تو یہ رنگین پانی بہت عرصہ تک جدا معلوم ہو گا چونکہ اس میں وہ صفائی نہیں رہی جو حوض کے پانی میں تھی اور جب تک رنگ نیچے نہ بیٹھ جائے یہ حصہ پانی کا علیحدہ رہے گا۔ اسی طرح انسانی روح ان کاموں سے جو انسان خواہشات نفسانی کی وجہ سے کرتا ہے کثیف ہو جاتی ہے اور اس کو بہت عرصہ میں جا کر صفائی میسر ہوتی ہے اور وہ اللہ سے جدا ہونے کی وجہ سے تکلیف میں رہتی ہے۔ اگرچہ سارے آدمی اور ان کی روحیں اللہ ہی سے آئی ہیں۔ اور اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جاتی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ روحوں کے علاوہ بھی ہر شے اللہ کے پاس سے آئی ہے اور وہیں لوٹ کر جائے گی۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ط وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ اس لئے جو شخص خداوندی احکام کے خلاف کرتا ہے وہ اپنے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ اگرچہ ظاہراً وہ دوسروں کو تکلیف یا نقصان پہنچاتا ہے مگر درحقیقت سب سے زیادہ نقصان وہ اپنے آپ کو پہنچاتا ہے۔

ہر شخص دنیا میں خواہ وہ شہزادہ ہو یا امیرزادہ یا غریب زادہ ایک ہی طرح ننگا آتا ہے خالی ہاتھ ہوتے ہیں اور جب دنیا چھوڑتا ہے تو خالی ہاتھ واپس جاتا ہے خواہ وہ سو سال زندہ رہے یا کم یا زیادہ جو کہ درحقیقت کائنات کو دیکھنے سے ایک بہت قلیل مدت معلوم ہوتی ہے۔ ہم دنیا کی

ایک گردش کو جو محور پر کرتی ہے ایک دن کہتے ہیں۔ اور سورج کے چاروں طرف کی گردش کی میعاد کو ایک سال کہتے ہیں لیکن دوسرے سیارے بہت زیادہ سال ہمارے سال کے لحاظ سے ایک گردش میں لیتے ہیں جو ان کا ایک سال ہوتا ہے۔ زحل سیارہ جس کو سنیچر بھی کہتے ہیں پینتیس ۳۵ سال میں سورج کے گرد ایک چکر لگاتا ہے اور پلوٹو سیارہ ایک سو چوبیس سال میں چکر لگاتا ہے۔ اس طرح ان کا سال ہمارے ۳۵ سال اور ۱۲۴ سال کے برابر ہوتا ہے۔ سورج اپنے محور پر اٹھارہ دن میں گھومتا ہے جیسے دنیا ۲۴ گھنٹے میں گھومتی ہے۔ اس سے انسان کو یہ اندازہ لگانا چاہیئے کہ ہماری زندگی دوسری مخلوق کی نظر میں اتنی بھی نہیں جس قدر ہمارے نزدیک ایک بھنگے کی ہوتی۔ لہذا اس قلیل عرصہ کے واسطے کوئی ناانصافی یا دوسرں کی حق تلفی کرنا کہاں تک جائز اور عقل کا کام ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہوجائے کہ وہ ایک ماہ بعد مرجائے گا تو وہ اپنا سارا مہینہ اللہ سے توبہ کرنے اور دعائیں مانگنے گذار دے گا اور بُرا کام نہ کرے گا لیکن انسان یہ بھول جاتا ہے کہ ممکن ہے وہ ایک دن بھی زندہ نہ رہے اور موت اس کو پکڑ لے تو پھر یہ غفلت کاہے کی ہے۔ اسلام یہی سکھاتا ہے کہ غافل نہ ہو اور ہر وقت موت کے لئے تیار رہو۔ ایسے کام کرو کہ چاہے کسی وقت موت ایک دم آجائے تم کو اپنے کاموں سے شرمندگی نہ ہو۔

اسلامی آزادی

اسلام میں ہر شخص کو مکمل آزادی اپنے افعال کی ہے لیکن یہ آزادی نہیں تسلیم کی گئی کہ دوسروں کے حقوق پامال کرو۔ اگر ہر شخص جو چاہے وہ بغیر روک ٹوک کے کرے تو ساری سوسائٹی کی زندگی ختم ہو جائے۔ جو زبردست طاقت ور ہے وہ دوسروں کا مال زبردستی چھین لے۔ کسی عورت کی آبرو سلامت نہ رہے۔ ساری ترقی فوراً ختم ہو جائے۔ اس لئے آزادی صرف وہ آزادی ہے جو دوسروں کے حقوق یا ان کی آزادی میں مخل نہ ہو اسلام سکھاتا ہے کہ ہر شخص کو ہر وقت کام میں مشغول رہنا چاہیئے۔ جو لوگ خالی بغیر کام کے بیٹھتے ہیں ان کو شیطانی وسوسے بُرے کاموں کی ترغیب دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات کے شکار ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ دوسروں کی آزادانہ زندگی میں مخل ہوتے ہیں ان کو اسلام میں گنہگار کہا جاتا ہے اور بعض گناہوں کو جرم بنا کر سزا دینے کا حکم ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا۔ زانی مرد اور عورت کے سو سو کوڑے لگانے کا۔ جو عورت پر جھوٹا الزام لگائے اُس کے کئی کوڑے لگائے جانے کا حکم ہے۔ قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے۔ یہ سزائیں اس لئے مقرر ہیں کہ آدمی

جرموں سے بچیں اور دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

ہر ملک میں حکومت نے قانون بنائے ہیں جن کے ذریعے اپنے ملک والوں کے حقوق کی وہ نگرانی کرتے ہیں۔ جب سے دنیا میں آدمیوں کی آبادی بڑھی اور وہ ایک سوسائیٹی میں مل کر رہنے لگے۔ اسی وقت سے لوگوں کے تحفظ کے قانون اس جماعت نے بنائے۔ کچھ عرصہ بعد قواعد بنانے والے زیادہ طاقتور ہو گئے۔ اور جن کے لئے قانون وقواعد بنائے گئے وہ کمزور تھے اس لئے قانون بنانے والوں نے اپنی حفاظت زیادہ کی اور اپنے آپ کو زیادہ حقوق دیئے۔ مردوں نے حقوق عورت کو کم دیئے چونکہ یہ عورت پر اس کی قدرتی کمزوری کی وجہ سے حاوی تھے۔ اس کی ایک مثال منوجی کا قانون ہے۔ جو انھوں نے ہندوؤں کے لئے بنایا جس میں عورت کے حقوق کو پامال کر کے عورت کو ایک بیل اور گائے بھینس کی حیثیت میں ڈال دیا گیا۔
انگلستان میں چونکہ پہلے بادشاہ قانون بناتا تھا اور اب بھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام سے قانون بنتا ہے لہذا یہ مثل ہو گئی ہے کہ بادشاہ کوئی غلط کام نہیں کر سکتا۔ انگریزوں نے مشترکہ ہندوستان میں والیان ریاست کو یہ حقوق دے رکھے تھے کہ ان کے خلاف کوئی نالش دائر نہیں ہو سکتی تھی۔ چاہے وہ کسی کا مال ماریں۔ کوئی چارہ جوئی ان کے خلاف نہ تھی اسلام میں سب افراد برابر ہیں اس لئے خدائے تعالےٰ نے اصول قانون برابری کے

بنا دیئے۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ خواہ بادشاہ ہو یا حاکم یا خلیفہ غریب سے غریب آدمی اس کے خلاف نالش دائر کر سکتا ہے اور قاضی یعنی جج اس کے نام سمن جاری کر دیتا ہے اور اس کو عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ پاکستان میں بعض لوگ جو دیسی ریاستوں سے آئے تھے وہ انگریزوں کے دیئے ہوئے زیادہ حقوق کو یہاں بھی استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن کچھ ہی دن میں اُن کی عقل درست ہو گئی۔ اسلام کسی کی حق تلفی کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام میں سب برابر ہیں

اسلام میں سب مرد برابر ہیں۔ خواہ کوئی شخص عربی ہو یا عجمی۔ گورا ہو یا کالا۔ نسل کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں۔ اسی پر رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں زور دیا تھا لیکن مسلمانوں نے مصنوعی تقسیم کر لی۔ سید، شیخ، مغل، پٹھان، سندھی، پنجابی، بنگالی بن گئے۔ یہ تقسیم اسلام کی اخوت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے آدمیوں کو ایک ہی آدمی سے پیدا کیا اور پہلے سب ایک امت تھے بعد کو جدا جدا مقامات پر رہائش اختیار کرنے سے جدا جدا امت ہو گئے۔ اس لئے انسان کو دوسرے انسان پر بوجہ قومیت یا مالیت کے کوئی فوقیت نہیں اگر امتیاز ہے تو علم والے کو کم علم والے یا جاہل

پر۔ عقل والے کو کم عقل پر۔ بوڑھے کو جوان پر۔ مخیر کو کنجوس پر۔ عابد وزاہد کو غیر مذہبی پر۔ اسلام قبول کرنے والے کو چاہیئے کہ کسی شخص کو اس کی غربت کی وجہ سے ذلیل نہ سمجھے۔

کاسۂ زریں ہو یا مٹی کا ہو ایک ڈھیرا
تو نظر کر اُس پر جو اُس کے اندر ہو دھرا

عزت۔ ذلت۔ دولت۔ فقیری دینا سب اللہ کے ہاتھ ہے۔

کوئی شاہ کوئی امیر ہے کوئی بے نوا فقیر ہے
جسے چاہا جیسا بنا دیا تری شان جل جلالہٗ

عزّت و ذلّت اللہ کے ہاتھ

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں بہت قوموں کی مثال جن کو اُس نے ان کے غلط کاموں کی وجہ سے فنا کیا دی ہے۔ قوم نوح۔ قوم لوط۔ فرعون اور اس کی قوم۔ قوم عاد۔ قوم ثمود۔ مدین میں رہنے والی قوم کی مثالوں سے یہ مطلب ہے کہ سب لوگ اور خاصکر مسلمان اُن سے عبرت حاصل کریں اور جو کام ان لوگوں نے کیئے تھے اُن سے گریز کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مثالوں سے یہ ظاہر

کرتا ہے کہ اسی کے ہاتھ میں سب طاقت ہے جس کو چاہے عزت دے اور جس سے چاہے عزت چھین کر بے عزت کر دے۔ اگر نئی باتیں آجکل کی کوئی دیکھنا چاہے تو اس کی عبرت کے واسطے آجکل کی مثالیں بہت ہیں بغیر اس امر میں اُلجھے ہوئے کہ کس کا قصور تھا اور کس کا نہیں چونکہ ایسا لکھنا اُن ہستیوں کی بابت جن کا مذکور کیا جاتا ہے ایک مورخ کا کام ہے، نہ کہ ایک مذہبی کتاب لکھنے والے کا۔ یہاں تو صرف اس لئے یہ مثالیں لکھی جاتی ہیں چونکہ تازہ ثبوت اللہ تعالےٰ کی قوت کا ہے جو منٹ بھر میں رنگ بدل دیتا ہے اور کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور انسان کا زعم سب ختم ہو جاتا ہے۔ خواجہ ناظم الدین صاحب نے گورنر جنرلی چھوڑ کر وزیر اعظم کے عہدہ کی باگ سنبھالی اور مسلم لیگ پاکستان کے صدر ہو گئے۔ ان کو پاکستان میں سیاہ اور سفید کرنے کا حق ہو گیا۔ ان اختیارات سے دو صوبوں کے وزراء اعلےٰ یعنی مسٹر محمد ایوب کھوڑو وزیر اعلےٰ صوبہ سندھ۔ اور مسٹر ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیر اعلےٰ صوبہ پنجاب کو اُن کے عہدوں سے برطرف کر دیا۔ اور یہ لوگ اونچے درجے سے نیچے گرے۔ پھر خود خواجہ صاحب وزیر اعظم کے عہدہ سے اس وقت برخاست ہوئے جب سفر پر جانے کے لئے تیار تھے اور ان کو خیال و گمان بھی نہ تھا۔ کہ کوئی طاقت ان کو برخاست کر سکتی تھی۔ ان کے ساتھ بہت سے وزیر برخاست ہوئے جن میں سردار عبدالرب نشتر بھی تھے جو کہ کراچی میں بہت

ہر دلعزیز تھے۔ عبدالستار پیرزادہ بھی ان معتوب وزیروں میں تھے لیکن کچھ دن کے بعد وہ وزیر اعلےٰ سندھ کے مقرر کر دیئے گئے اور ایک دن دفعتہً معہ اپنے رفقاء وزیروں کے برخاست کئے گئے اور مسٹر کھوڑو کے خلاف جو قواعد تھے وہ منسوخ ہو کر وہ پھر وزیر اعلےٰ سندھ ہو گئے۔ مسٹر محمد علی ساکن بوگرا مشرقی پاکستان جو امریکہ میں پاکستانی سفیر تھے اور ان کو مغربی پاکستان میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ ان کو گورنر جنرل مسٹر غلام محمد نے وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین صاحب کی جگہ مقرر کر دیا جس پر کراچی کے ایک شاعر نے نظم میں لکھ دیا اور خود محمد علی کو سنا دیا ؎

قوت بازوئے جی، جی نے کیا کام ترا
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا

عبدالقیوم خان صوبہ سرحد کی وزارت عظمےٰ چھوڑ کر مرکز میں مسٹر محمد علی کی کابینہ میں شریک ہوئے اور ان کی جگہ پولیس سپرنٹنڈنٹ سردار عبدالرشید پنشن لے کر وزیر اعلےٰ مقرر ہوئے جو بالکل اپنی مثال خود تھی۔ اور ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ عبدالقیوم خاں کا کچھ دن مرکز میں اور سردار عبدالرشید کا سرحدی صوبہ میں خوب دور دورہ رہا۔ دونوں دفعتاً تھوڑے عرصہ کے فرق سے برخاست ہوئے اور ڈاکٹر خان صاحب جو ایک عرصہ دراز سے معتوبوں میں تھے اور غدار پاکستان سمجھے جاتے تھے ایک دم مرکزی وزیر مقرر ہوئے اور کچھ دن کے

بعد وزیر اعلےٰ صوبہ مغربی پاکستان کے مقرر ہوئے جو کہ تمام صوبوں اور ریاستوں کو ملا کر ایک بنایا گیا تھا اور اب وہ سب لوگ ڈاکٹر خان صاحب کے مداح ہو گئے جو پہلے ان کو نام دھرتے تھے مسٹر غلام محمد نے کانسٹی ٹیوشن اسمبلی کو نالائق قرار دے کر توڑ دیا اور نئی کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی یعنی دستور ساز اسمبلی فیڈرل کورٹ کے حکم سے بنی اور سنہ ۱۹۵۳ء لغایتہ سنہ ۱۹۵۵ء یہی توڑ پھوڑ ہوتی رہی اور وسط سنہ ۱۹۵۵ء میں مسٹر غلام محمد فالج میں مبتلا ہو کر عہدہ گورنر جنرلی سے علیحدہ ہوئے اور مسٹر محمد علی وزیر اعظم کے عہدہ سے علیحدہ ہوئے۔ ان تمام مثالوں سے جو حال کی ہیں ہر ایک کو عبرت حاصل ہونی چاہیئے۔ اور خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے اور اگر کسی اچھے عہدہ پر پہنچے تو غرور نہ کرے کیونکہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ انسان کو باوجود حاکم ہونے کے نہایت انکساری برتنی چاہیئے جس طرح خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اپنے آپ کو مسلمانوں کا خادم سمجھتے تھے نہ کہ ان سے اپنے کو بلند۔

ایک شخص کی جائز کمائی کو ناجائز طرح چھین لینا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ یہ اللہ کی اس دی ہوئی آزادی کو پامال کرنا ہے جو اللہ نے اس آدمی کو اپنی کمائی کو اپنی خوشی کے موافق خرچ کرنے کے واسطے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض وقت تھوڑی رسی دراز کر دیتا ہے اور بعض وقت فوراً سزا دیتا ہے۔ چونکہ وہ شدید العقاب ہے۔ جو اللہ پر ایمان لانا اس کے واسطے یہ کس طرح

موزوں ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی کرے۔

جسمانی ساخت اور خصلتیں

بعض آدمیوں کی جسمانی ساخت میں خرابی ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے ان کی خصلتیں خراب ہوتی ہیں۔ ایک قیافہ شناس آدمی صورت دیکھ کر بتا سکتا کہ اس کی خلقت میں خود غرضی یا حسد۔ یا لالچ یا بے رحمی۔ یا غصہ یا سازش یا دغابازی یا جھوٹ یا شہوت کا غلبہ ہے۔ اگر ایسا آدمی ان بری خصلتوں کو بے لگام چھوڑ دیتا ہے تو غلبہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آدمی میں سانپ کی، یا بچھو کی یا سؤر کی یا کتے کی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنی قوم اور ملک کے لئے سخت مضر ہوتا ہے اس سے ہر شخص کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ نقصان پہنچا کر ہی خوش ہوتا ہے وہ سب کی امن کی زندگی کو خراب کرتا ہے اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ انسانیت سے گر جاتا ہے۔ اگر ایسے شخص کو مذہبی تعلیم ملے تو اس کے جذبات کسی قدر رُکے رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ایک شخص کی صورت دیکھ کر ہی یہ کہا جاتا ہے کہ فرشتہ صفات ہے اُس کا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔ اُس کے چہرہ پر مسکراہٹ، اُس کی آنکھوں میں محبت ہوتی ہے۔ رحم اور التفات اس کی عادت ہوتی ہے۔ ہر ایک سے محبت سے بولتا اور پیش آتا ہے۔ ہر دکھ والے کی امداد کرتا ہے۔ ہر ایک

مصیبت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ دنیا اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی تابعدار ہوتی ہے۔ وہ کسی سے نہ کچھ لیتا ہے نہ کوئی لالچ یا توقع رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص نذرانہ پیش کرے تو وہ لے کر غریب مستحق لوگوں کو دے دیتا ہے اپنی حلال کی کمائی کھاتا ہے۔ کسی کو کبھی دغا نہیں دیتا۔ یہ شخص اللہ کی صفات اپنے اندر اپنے نفس کو مار کر پیدا کرتا ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

بعض فقرا خدا کی محبت میں اس قدر جذب ہو جاتے ہیں کہ وہ کبھی کوئی غلط کام تو کرتے ہی نہیں لیکن نماز بھی مستقل طور پر نہیں پڑھتے۔ وہ پانچ وقت کیا ہمہ وقت اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں مشغول رہتے ہیں اُنکا دماغ نہ تو خوراک کی طرف جاتا ہے نہ لباس کی۔ جو مل گیا کھا لیا۔ بدن ڈھکنے کو پاک صاف کپڑا خواہ کتنے ہی پیوند لگا ہو پہن لیا۔ وہ دنیا میں نہ تو کسی سے بُرائی رکھتے ہیں نہ کسی کا بُرا چاہتے ہیں، نہ خود کوئی برا فعل کرتے ہیں۔ خلق اللہ کی بھلائی چاہتے ہیں اور اس میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ کی یاد اور اس کی خوشنودی کا حصول اُن کا ہر وقت کا کام ہوتا ہے۔ وہ خدا پہ ہر کام میں بھروسہ رکھتے ہیں۔ چاہے کیسی ہی تکلیف کیوں نہ پہنچے وہ صابر و شاکر رہتے ہیں کیسی مشکل پیش آئے ان کے پائے استقلال کو کبھی لغزش نہیں آتی۔ یہ اللہ کے بندے اس دنیا کو قرآن پاک کی ہدایت کے مطابق ایک تماشہ گاہ

سمجھتے ہیں۔ چند روزہ زندگی کو عارضی اور سفری وقت تصور کرتے ہیں اس لئے دنیا کے لہو ولعب میں نہیں پڑتے مگر روزی ہمیشہ اکل حلال کی کھاتے ہیں۔ حرام کی روزی اسلام میں سخت ممنوع ہے اس لئے ایسی روزی کے پاس نہیں جاتے۔ جو اپنی مشقت سے نہ پیدا کی ہو۔ اگر کوئی بغیر سوال کے کھلا دے تو وہ جائز سمجھتے ہیں۔ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی روزی کے واسطے مشقت کرتے تھے اور پھٹے پیوند لگے کپڑوں کو پہننا برا نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ لباس پر فضول خرچی کو فضول خرچی سمجھتے تھے اس لئے یہ برگزیدہ ہستیاں ان کاموں میں عار نہیں سمجھتیں۔

اسلام اور تارک الدنیا

اسلام میں تارک الدنیا ہو کر جنگل یا پہاڑ کی کھو میں جا بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ جب اللہ تعالےٰ خود نہ کبھی غافل ہوتا ہے نہ اس کو نیند یا اونگھ آتی ہے بلکہ ہمہ وقت مستعد ہے۔ اور کائنات کو قائم کئے ہوئے ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ اور اس کو قائم رکھنے میں تھکت نہیں پس انسان کے لئے اسلام میں یہ کسی طرح جائز نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور جسم کو معطل کر دے۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالےٰ تمام کائنات کو قائم

گئے ہوئے ہے اور کائنات میں ہر چھوٹے سے چھوٹے جرم یا ذرہ کا اس کو خیال ہے۔ اسی طرح انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے متعلقین سے کبھی غافل نہ ہو۔ ان کے دکھ درد میں شامل ہو۔ ان کی مدد کے لئے ہر وقت مستعد رہے یہ طریقہ اسلام کا ہے کہ خلق اللہ کی خدمت میں وقت صرف کرے۔ چونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک ہے۔ جو شخص دنیا سے علیحدہ ہو کر گناہوں سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کا کیرکٹر مضبوط نہیں ہوتا چونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب وہ دنیا داروں میں بیٹھے اور شیطان اس کی جسمانی خواہشات کو بھڑکا دے تو وہ بچا رہے گا یا نہیں۔ ممکن ہے وہ کمزوری طبع کی وجہ سے پھنس جائے۔ اس لئے اسلام بتاتا ہے کہ دنیا کے تمام کام دنیا داروں میں رہ کر کرو مگر ہر برے کام سے بچے رہو اور تمہاری طبیعت تم کو کتنا ہی لالچ برے کام کے لیے دے یعنی جس سے کسی کی کسی قسم کی حق تلفی ہوتی ہو۔ تم اپنی طبیعت کو جھڑک دو اور لالچ میں اگر اس پرند کی طرح جو پھٹک میں پھنس جاتا ہے یا مچھلی کی طرح جو چگے کی وجہ سے کانٹے میں پھنس جاتی ہے نہ پھنسو۔ ہر دنیوی کام میں حصہ لو اور جو برا کام کرتے کسی شخص کو دیکھو اس کام سے متنفر ہو جاؤ نہ کہ خود کرنے لگو۔ اور یہ نہ سمجھو کہ چونکہ ساری دنیا ایسا کر رہی ہے ہم کیوں نہ کریں۔ آگ میں سے نکلو اور تمہارے آنچل کو لو نہ لگے۔ لقمان سے لوگوں نے دریافت کیا کہ تو نے یہ عقل کہاں سے سیکھی اس نے کہا بے وقوفوں سے جس کسی کو بے وقوفی کا کام

کرتے دیکھا اس کام سے میں پرہیز کرنے لگا۔ چونکہ مجھ کو اس کا کام برا لگا۔ اگر میں بھی شرہی کروں گا۔ تو دوسرے لوگوں کو میرا کام برا لگے گا اور وہ مجھ کو بیوقوف سمجھیں گے۔ اسی طرح اسلام سکھاتا ہے کہ تم دوسروں سے برائی نہ سیکھو بلکہ دوسروں کی برائی دیکھو تو اس برائی کو خود کبھی نہ کرو۔ اس سے تمہارا کیرکٹر مضبوط ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو سگریٹ پیتے دیکھو اور اس کے منہ کی بدبو تم کو بری معلوم ہو تو پھر تمہارا دل کیسے گوارا کرے گا کہ تم بھی سگریٹ پینے لگو۔ لیکن اگر تمہارا کیرکٹر کمزور ہے اور تم بہت جلدی سے دوسروں کے اثر میں آجاتے ہو۔ تو بلے شک دوستوں کے بہکائے میں آجاؤ گے۔ اور سگریٹ پینے لگو گے۔

رسول اللہؐ کو جب اہل قریش نے آکر لالچ دیا اور کہا کہ اشاعت اسلام سے باز آجائیں اور ان کے چچا ابو طالب نے بھی اشارہ کیا۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند بھی دیں تو بھی میں تبلیغ اسلام سے باز نہ آؤں گا۔ اس سے کیرکٹر کی مضبوطی معلوم ہوتی ہے۔ انسان کے کیرکٹر کی مضبوطی کا اظہار اسی وقت ہوتا ہے جب اس کو لالچ اور ترغیب دی جائے اور وہ ٹھکرا دے۔ اہل مکہ نے رسول اللہؐ پر کیا کیا زیادتیاں کیں اور تکلیف پہنچائی۔ سارے خاندان کا بائیکاٹ عرصہ تک کیا۔ حتیٰ کہ قتل کرنے پر تیار ہو گئے مگر رسول اللہؐ اپنے نیک اور مصمم ارادہ سے نہیں پھرے اور ہمتِ مردانہ سے ہر مشکل کا

مقابلہ کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسی وجہ سے فتح دی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے ملک والوں کی بت پرستی سے متنفر ہوئے اور بت پرستی چھوڑ دی۔ اور جب مجبور کیئے گئے تو وطن سے ہجرت کر گئے۔ اس لئے تارک الدنیا ہونا اسلام میں نہیں سکھایا گیا۔ بلکہ یہ سکھایا گیا ہے کہ دنیا کے سب کام کرو۔ مگر اللہ تعالےٰ کو ہر وقت اپنے سامنے موجود سمجھو اور کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ کرو۔

رسول اللہؐ اور خلفائے راشدین کی نماز

رسول اللہؐ رات کو بہت زیادہ دیر تک کھڑے رہ کر عبادت کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے سورۃ مزمل نازل ہوئی۔ جو ہر اسلام لانے والے کے لئے ہدایت ہے۔ خلفائے راشدین و اصحابہ کرام نماز کو خوب سمجھ کر اور دل لگا کر پڑھتے تھے اور جب الحمد شریف اور دوسری آیتیں کلام مجید کی پڑھتے تھے تو ان کا یہ تصور ہوتا تھا کہ وہ خدا کے سامنے کھڑے ہوئے اُس سے عرض کر رہے ہیں اور رکوع اور سجود میں بھی خدا کا تخیل ہوتا تھا۔ اور جھک کر اور سجدے میں گر کر اسی کے سامنے اس کی بڑائی کرتے تھے۔ اس سے ان کی روحانیت بہت بلند ہو گئی تھی۔ اور وہ ہر بُرے کام سے اور حق تلفی سے پرہیز کرتے تھے۔ ان کے سامنے دنیوی دولت اور اپنی اور اپنے بچوں کی جان

کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ ان کے لئے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہی سب کچھ تھا۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بال بچہ دار تھے اور اپنے اہل و عیال کی پرورش اپنی محنت کی کمائی سے کرتے تھے۔ اور دنیادار آدمیوں میں رہ کر ان کو سچائی اور ایمانداری کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ لہٰذا تارک الدنیا ہو کر بیٹھنے سے انسان ان اعلیٰ کاموں سے محروم ہو جاتا ہے جو دوسروں کو ہدایت کرنے کے ہوتے ہیں اور دنیا کو فائدہ پہنچانے کے۔

کائنات کی طرف قرآن پاک توجہ دلاتا ہے

قرآن پاک میں قدرت خدا اور کائنات کی ساخت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور خدا کے پہنچاننے کے واسطے اور اس کی اصل عبادت کرنے کے واسطے کائنات کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ لہٰذا وہ علوم سیکھنا جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کا پورا علم ہو اسلام میں نہایت ضروری ہے اس علم کو سائینس کہتے ہیں۔ اس کے بہت سے صیغے ہیں۔ کیمیا کا علم۔ طبعیات کا علم۔ قوتوں کے استعمال کا علم جس کو مکینکس کہتے ہیں۔ بجلی کی قوت کا اور مقناطیس کی قوت کا علم۔ فلکیات کا علم۔ علم ہندسہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ان کے سیکھنے کی ترغیب قرآن پاک کی آیتوں سے ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ

سمجھنے والا مشاہدات سے اللہ کو سمجھ سکتا ہے بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے ان علوم کے خلاف پوری جدو جہد کی۔ چونکہ وہ خود ان علوم سے بے بہرہ تھے اس لئے جاہل اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کو ان علوم کے خلاف بھڑکا کر مسلمانوں کو ایک پست قوم بنا دیا۔ رسول اللہ ؐ نے اور ان کے اصحابہ نے تمام دنیا کے آدمیوں میں مسلمانوں کو سب سے آگے بڑھا دیا تھا اور سو سال کے اندر اندر مغرب سے مشرق تک اسپین سے چین کے مشرق بعید کو نہ تک مسلمان پھیل گئے تھے اور تمام سائینس کے موجد خود مسلمان تھے مگر ان ناعاقبت اندیشوں نے مذہب کو غلط رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کے عروج کو زوال میں تبدیل کر دیا۔ حکومت کو محکومی میں تبدیل کر دیا۔ یہ باتیں انھوں نے عیسائیوں کے پادریوں سے سیکھیں جو ہر قسم کے علوم کے خلاف تھے اور آدمیوں کو زندہ جلوا دیتے تھے لیکن عیسائی قوموں نے مسلمانوں سے اسلام کا سبق سیکھا، اور پادریوں سے اپنی آزادی حاصل کر کے دنیا میں صنعت و حرفت میں ترقی کر کے دنیا پر چھا گئے۔ ہمارے یہاں دقیانوسی خیال کے آدمی اپنی لکیر کے فقیر بنے رہے اور ہر قسم کی ترقی کے سامنے دیوار سنگین بن گئے۔ اسلام کی ہدایتوں پر عمل کر کے یورپ، امریکہ اور روس نے بے شمار ترقی کر لی۔ اور مسلمان اسلام کو چھوڑ کر اور غلط باتوں کو اسلام سمجھ کر علوم سے بے بہرہ ہو گئے اور دوسروں کے دست نگر ہو کر ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر ناچنے لگے۔

اسلام یہ ہے کہ ہر قسم کا علم حاصل کرو اور اس علم سے تم کو خدا کی قوت کا اندازہ خود ہو جائے گا اور ان اصولوں کو سمجھنے لگو گے جن اصولوں سے اللہ تعالےٰ نے کل کائنات کو بنایا۔ قرآن پاک میں انسان کی تخلیق کے بھی سارے درجے دیئے گئے ہیں۔ ان سے ہدایت ہے کہ تم علم طب سیکھو۔ دواسازی اور دواؤں کی خاصیت سیکھو جو تمہارے کام آئیں۔ اسی سے علم کیمیا جس کو کیمسٹری انگریزی زبان میں کہتے ہیں نکلا ہے۔ اُن نادانوں کی باتوں کو اسلام نہ سمجھا جائے جو علم حاصل کرنے سے روکیں۔ ایسے رہبر نادان ہیں اور انہی کو الحمد شریف کے آخر میں والضالین۔ یعنی گمراہ کہا گیا ہے۔ بغیر علم کے اللہ کو اور اس کے احکام کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی کائنات دیکھنے سے انسان اللہ کے احکام کو سمجھ سکتا ہے۔

اسلام میں قومی اتحاد ضروری

اسلام میں یہ ضروری ہے کہ سب مسلمان آپس میں متحد رہیں اور فروعات پر نہ لڑیں اور نہ جھگڑیں۔ عیسائی قوم میں بہت فرقے تھے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے سخت مخالف تھے۔ اور ایک دوسرے کو مارتے اور جلا دیتے تھے۔ اس مقام پر قبضہ کرنا ہر فرقہ عیسائیوں کا چاہتا تھا جس مقام پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سولی دینا عیسائی اپنے اعتقاد کے موافق

سمجھتے تھے۔ اور اُس پتھر پر روشنی کرنا ہر فرقہ اپنا حق سمجھتا تھا جس پتھر پر سولی کے بعد حضرت عیسیٰ کے جسم کو رکھا جانا عیسائی سمجھتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کا تصفیہ کیا اور لڑنے سے روکا۔ ۱۹۳۳ء تک راقم الحروف نے بیت المقدس میں دیکھا کہ ایک عرب لمبی سی بید لئے بیٹھا رہتا تھا اور مختلف فرقوں کے پادریوں کو لڑنے سے اُس بید سے روکتا تھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی فرقہ بندیوں کو اسلام میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی ہدایت کے واسطے سورہ آل عمران کی ۱۰۵ ویں آیت نازل کی۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ اے مسلمانو تم ان جیسے نہ ہو جاؤ جیسے وہ اہل کتاب ہیں جو باوجود ان کے پاس صاف صاف نشانیاں (راہنمائیں) آنے کے آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور منقسم ہیں۔ ان کے واسطے بڑا عذاب مقرر ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا حکم ہے اس پر عمل نہ کرنا اسلام سے انحراف ہے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ؐ کی آخری وصیت ہے جو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں جملہ موجود مسلمانوں کو دی اور یہ فرمایا کہ جو لوگ موجود ہیں (وہ ان) لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں یہ پیغام پہنچادیں۔ اقتباس مندرجہ ذیل ہے :۔

ایک مسلمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے مسلمان کے واسطے حرام ہے۔

دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ باہم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

نہ عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
تمہارے کسی بھائی کی چیز تمہارے لئے اس وقت تک حلال نہیں جب
تک وہ رضامندی سے نہ بخشدے۔ دیکھو ناانصافی نہ کرنا۔
میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں جس کو اگر تم مضبوط پکڑ و گے
تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ قرآن ہے۔
عمل میں خلوص مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتحاد یہ تین
باتیں ایسی ہیں جو سینہ کو پاک رکھتی ہیں۔
حکم خدا اور ہدایت رسول مندرجہ بالا پر جس وقت تک مسلمانوں نے
عمل کیا ان کا سیلاب کسی سے نہ رکتا تھا اور دو بڑی قوتوں کا دنیا میں خاتمہ
کر دیا۔ رومی سلطنت اور ایرانی سلطنت جن کی دنیا بھر میں سب سے بڑی قوت تھی
مسلمانوں کے مقابلہ میں پاش پاش ہوگئیں۔ شام۔ فلسطین۔ مصر۔ عراق۔ ایران
کردستان علاوہ کل جزیرۃ العرب کے مسلمانوں کی سلطنت میں بارہ سال کے
اندر داخل ہوگئے لیکن سازشی یہودی عبداللہ بن سبا نے مسلمانوں کے عروج کو ختم
کرنے کی یہ تدبیر سوچی کہ ظاہراً مسلمان بنے اور ان میں پھوٹ ڈالے اور منقسم کر دے۔ اس میں
وہ کامیاب ہوگیا اور حضرت عثمانؓ کو نہایت بیرحمی سے مکان کا محاصرہ کرنیکے بعد اور پانی
بند کرنیکے بعد جبکہ وہ تلاوت قرآن کر رہے تھے قتل کرا دیا گیا۔ یہ اس متبرک مہینہ میں ہوا جبکہ
عرب کے رواج کے مطابق ہر قسم کی لڑائی بند کی جاتی تھی اور بیت اہل دستہ حج کے واسطے

مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔ پھر وہ لڑائیوں میں یعنی جنگ جمل میں اور جنگ صفین میں ایک لاکھ کے قریب مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس میں وہ فوج تھی جو کل یورپ کو فتح کرنیکے لئے کافی تھی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید کئے گئے خارجیوں نے علیحدہ فرقہ بنایا۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام معہ ساتھیوں کے شہید ہوئے اور ان لوگوں نے دغا دی جنھوں نے دوست بنکر بلایا تھا۔ پھر خارجیوں کی طرح شیعہ بھی کل مسلمانوں سے جدا ہو گئے اور اپنی شریعت علیحدہ بنانے لگے پھر مسلمانوں کا اکثریت کا طبقہ اہل سنت والجماعت چار اماموں کے جدا جدا طبقوں میں منقسم ہو گیا۔ پھر شیعہ کئی جماعتوں میں تقسیم ہو گئے اور مسلمانوں میں بہتر فرقے ہو گئے۔ بنی امیہ، بنی عباس اور بنی فاطمہ نے صرف اپنے آپکو مستحق خلافت سمجھا اور سارے مسلمانوں کو غیر مستحق! اور خود آپس میں لڑے اور بقیہ مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر اپنے ذاتی اقتدار کے لئے لڑایا۔ حالانکہ رسول اللہ ؐ کے ارشاد کے مطابق سب مسلمان برابر تھے اور کسی کو دوسرے پر نسل کیوجہ سے فوقیت نہیں تھی انکی مثال دیکھ کر دنیا بھر کے مسلمان ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور تمام اسلامی ممالک میں مسلمان ہی مسلمان کو مارنے لگے اسکا نتیجہ وہی ہوا جو خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ ہر قوم کو اسکے برے افعال کی سزا ملتی ہے۔ بجائے اسکے کہ مسلم حکمران اسلام کو پھیلاتے محکوم قوموں کو کافر رکھنا پسند کرنے لگے تاکہ وہ محکوم قومیں اسلام میں آنیکے بعد برابری کا دعوی نہ کرنے لگیں آج جو مسلمانوں کے زوال کی وجہ ہے وہ قرآن پاک کے حکم اور رسول کی ہدایت مندرجہ بالا کی خلاف ورزی ہے۔

مسلمان کیلئے یہ کافی ہے، کہ وہ اپنے کو مسلمان کہے اور اسپر ہی فخر کرے کہ اپنے آپکو کسی فرقہ سے نامزد کرے اور اس طرح مسلمانوں کی جماعت سے اپنے کو علیحدہ سمجھے جن لوگوں کے نام سے لوگ اپنے کو وابستہ

کرتے ہیں وہ خود تو اپنے آپکو صرف مسلمان یعنی رسول اللہ کے گروہ میں سمجھتے تھے لیکن ہم میں شیعہ اثنا عشری
اسمٰعیلیہ، آغا خانی، ملا سیف الدینی حنفی شافعی مالکی حنبلی اہل حدیث وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ اسلام کے
خلاف ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپکو سوا مسلمان کے کچھ نہ کہے اور سوا رسول اللہ کے اور کسی سے اپنا نام
وابستہ نہ کرے بعض فرقے تو محض بلا تکلف وجوہات کی بنا پر قائم ہوئے اور اقتدار پسندوں نے اپنے ذاتی اغراض کی
وجہ سے پروپیگنڈا پھیلا کر مسلمانوں کو منقسم کر دیا اگر مسلمان اسلامی تعلیم ٹھیک طرح حاصل کریں تو ان
فرقوں سے اور فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر اپنے آپکو صرف مسلمان کہنے لگینگے اور فرقہ بندی کرنے والوں کی انکے
دل میں قدر نہ رہیگی آجکل کی فرقہ بندی تو مختلف مدرسوں میں تعلیم پانے کی وجہ سے ہے ایک مدرسے والے دوسرے کو
برا کہتے ہیں در حقیقت یہ تعلیم کی خرابی ہے۔ وکلاء جو قانون دان پیشہ والے ہیں وہ آپس میں نہیں لڑتے اگرچہ
مقدمہ کے دوران اپنے اپنے موکل کا معاملہ پیش کرتے ہیں اور جب ختم ہو گیا پھر وہ سب بھول جاتے ہیں لیکن وہ
مولوی جو مختلف مدرسوں میں دینی قانون کی تعلیم پاتے ہیں ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ
انکی تعلیم ناقص ہوتی ہے اور اسلامی اصول کے خلاف اسلام قبول کرنے کے بعد ایسی ناقص تعلیم سے بچنا چاہیے
جو دوسروں کو برا کہنا سکھائے۔ قرآن پاک میں کسی مذہبی پیشوا کو برا نہیں کہا گیا بلکہ بنی اسرائیل کے
ان نبیوں کی صرف خوبیاں بیان کی گئی ہیں جن کو بائبل میں نہایت برا دکھایا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام
کو ظالم، زانی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بت پرستوں کا طرفدار وغیرہ وغیرہ بائبل میں دکھایا گیا ہے
لیکن کلام پاک میں انکی خوبیاں ہی بیان کی گئی ہیں اور کوئی برائی نہیں دکھائی گئی مسلمانوں کو اس سے
سبق سیکھنا چاہیئے اسلام یہی ہے کہ لوگوں کی خوبیوں پر نظر کرو نہ کہ ان کی عیب جوئی اگر مسلمان اسلام
کی ہدایت پر عمل کریں تو ان میں سے فرقہ بندی ایک دم ختم ہو جائے۔

کلام پاک میں بہت مواد ہے جو قیامت تک ترقی کرنے والے سمجھیں گے

کلام پاک کی آیتوں میں تمام راز پنہاں ہیں جو قیامت تک علم کی روشنی میں ظاہر ہوتے رہیں گے چونکہ قرآن
پاک کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورۃ القلم کی ۵۲ ویں آیت میں وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ یعنی قرآن پاک
صرف مسلمانوں کی ہدایت کے واسطے مخصوص نہیں بلکہ تمام عالموں کے واسطے ہے انسان جس قدر ترقی علم میں کریگا۔
اس کو قرآن پاک کی آیتوں میں وہ باتیں معلوم ہونگی جو ان لوگوں کو معلوم نہ تھیں جن کا علم محدود تھا۔ بعض لوگ
اس غلط فہمی میں ہیں کہ جو لوگ پہلے گذرے انہیں کلام پاک کے سب مفہوم معلوم تھے اور ہم کو انکی تقلید لازمی ہے۔ یہ
خیال ان لوگوں نے زیادہ پھیلایا ہے جنہوں نے صرف پہلے لوگوں کی تصنیفات پڑھی ہیں اور خود نہ اتنی عقل رکھتے
ہیں کہ اصل مفہوم کو سمجھ سکیں نہ علوم جدیدہ سے کوئی واقفیت حاصل کی جس کی روشنی میں قرآن پاک کی آیتوں کو سمجھیں
اسلئے وہ اس طبقے کے لوگوں کی دلجمعی کرنے سے قاصر ہیں جنہوں نے علوم جدیدہ ہی کو پڑھا ہے اور نہ قرآن پاک کو نہ حدیث کو
ایسی زبان میں پڑھا اور سمجھا جسکو وہ سمجھتے ہوں اسلئے یہ دونوں طبقے اسلام کی اصل حقیقت سے بے بہرہ ہو گئے
لہذا ہر پڑھے لکھے آدمی کیواسطے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کا ترجمہ جو آسان زبان میں ہو وہ پڑھے اور
سمجھے۔ ان تفسیروں سے گریز کرے تو بہتر ہے جو ان لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں جو علوم جدیدہ سے واقف نہیں تھے
پرانے مفسرین نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے کہ قرآن پاک کی آیات کے نزول کا موقع و محل تحریر کر دیا ہے۔ اس سے
سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے اور تمام اسلامی دنیا کو ان کا مشکور ہونا چاہیئے لیکن بعض مفسرین نے ان آیتوں
کے معنے سمجھانیکی کوشش کی ہے جنکو وہ خود نہ سمجھ سکتے تھے اسکی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا۔ جو
لوگ قرآن پاک کو اچھی طرح تفسیر کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ کم از کم دو بالکل

مختلف الخیال کے مفسرین کی تفسیریں پڑھیں ایک ہی مذہب اور اسی خیال کے مفسرین کی کتابیں پڑھنے سے ممکن ہے کہ بہ خود اُن کو ٹھیک سمجھنے لگیں اور سچائی معلوم کرنے سے بہ محروم ہوجائیں اسلئے اسلام کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے قرآن پاک کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں بہت زیادہ تر حوالہ انبیاء بنی اسرائیل کا ہے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی بنی اسرائیلی خاندان میں پیدا ہوئے اسلئے بائبل کے دونوں حصوں کا پڑھنا ضروری ہے پرانے معاہدہ (Old Testament) میں تمام بنی اسرائیلی پیغمبروں کی کتابیں ہیں اور نئے معاہدہ (New Testament) میں انجیل کی چاروں کتابیں ہیں اور حوارین کے خطوط ہیں۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کتابوں کو لکھنے والوں نے کیا کیا غلطیاں کی ہیں جنکی طرف کلام مجید میں ہر موقع پر توجہ دلائی گئی ہے یہ کتابیں جن پیغمبروں کے نام سے موسوم ہیں اصل میں انکی سوانح عمریاں یا سیرتیں ہیں کہ کلام الٰہی جو ان پر نازل ہوا۔ قرآن پاک خود بڑی تفسیر الحمد شریف کی اور اس آیت کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ میں ایمان لایا اللہ پر۔ اُس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر۔ اسکے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور موت کے بعد پھر اٹھائے جانے پر اور تمام کاموں کی جو کئے ہیں جزا یا سزا ملنے پر۔

اللہ کون ہے اور کیا ہے

اللہ کون ہے اور کیا ہے اس کی بابت بہت آیات قرآن پاک آئی ہیں، قل ہو اللہ احد میں آیتہ الکرسی میں خدا کو بتایا گیا ہے کہ وہ کون اور کیا ہے اور وہی اول تھا وہی آخر میں رہجائیگا

وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے باقی سب چیزیں فانی اور عارضی ہیں اسی کے پاس سے آئی ہیں اور اسی کے پاس واپس جائینگی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اور سب چیز پر قادر مطلق ہے اسکو ہر چیز کا علم ہے اس کا علم لامحدود ہے وہ ہر جگہ موجود ہے کوئی جگہ آسمانوں یا زمین میں یا ان کے درمیان ایسی نہیں جہاں وہ نہ ہو۔ وہ خالق ہے اور سب چیزیں مخلوق اس لئے مخلوق سے خالق کی مثال نہیں دی جا سکتی۔

فرشتوں سے مطلب اس مخلوق سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے پیدا کیا ہے کہ انکے ذریعہ اپنے احکام کی تعمیل کراتا ہے یہ مخلوق ہر وقت حکم بجا لانیکو تیار رہتی ہے اور معصوم ہے یعنی کوئی گناہ نہیں کرتی۔ انکے ذریعہ کائنات کو قائم کئے ہوئے ہے۔ کتابوں سے مراد ہے وہ کتابیں جو بذریعہ وحی دوسرے انبیاء پر نازل کی گئی تھیں جن کا وجود اب اصل حالت میں نہیں ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی ہدایتیں کچھ توڑ مروڑ کر اب بھی ان میں درج ہیں۔ مسلمان ایمان صرف اس حصہ پر لاتے ہیں جو خدا کا حکم ہے نہ کہ اس مواد پر بھی جو لوگوں نے اس میں ملا دیا ہے۔

قیامت سے مطلب ہے دوبارہ اٹھائے جانے سے اور اپنے کاموں کا جواب دہ ہونے سے یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو موت آنی تو ضروری ہے چاہے وہ کتنے ہی دن کیوں نہ جیئے مگر ایک وقت ایسا آئیگا کہ کل دنیا اور کائنات کا خاتمہ ہو جائیگا جس کو اب سائنسدان بھی ماننے لگے ہیں اسکے بعد پھر سب کو زندگی دیجائیگی لیکن اس وقت کیا صورت انسان کو ملے گی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ سورہ واقعہ میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیت ٦٠ و ٦١۔ اللہ تعالےٰ نے سب کے واسطے موت مقرر کر دی ہے اور ہم اس سے نہ رکیں گے کہ تم کو دوبارہ اس صورت میں پیدا کریںگے جو تم کو معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا وہ دوبارہ

پیدا کرنے کے بعد ان اعمال کو دیکھے گا جو اس زندگی میں کئے ہیں بغیر اس اعتقاد کے کوئی شخص نیک عمل نہ کریگا اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرینگے اس لئے اللہ تعالٰے نے یہ ظاہر کردیا ہے کہ ذرّہ برابر بھی اچھا کام ہوگا اور ذرہ برابر بھی برا کام ہوگا سب کا حساب ہوگا۔

اسلامی عقائد پر عمل ضروری

اسلام کے ان عقائد پر عمل بھی ضروری ہے بغیر عمل کے عقیدہ کوئی معنے نہیں رکھتا جیسا اوپر بیان ہوچکا مانا جائے لیکن اسکے احکام پر عمل نہ کیا جائے اور لوگوں کی حق تلفی کی جائے یہ اسلام نہیں ہے۔ جو شخص اسلام قبول کرے اسکے واسطے لازمی ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی پوری پیروی کرے۔ انسان پر دو قسم کے حق ہیں، ایک حق اللہ ہیں اور دوسرے حق العباد۔ اصل میں تو دونوں ہی حق اللہ ہیں لیکن تشریح کی غرض سے انکو جُدا کیا گیا ہے۔ حق اللہ سے مراد ہے اُن افعال کو انسان کو انجام دینا جو اللہ کو خوش کرنے کیواسطے انسان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں جنکو کرنے سے خود انسان کو فائدہ ہوتا ہے اور اپنے آپکو ایک اعلیٰ انسان بناتا ہے اور انکے نہ کرنے سے کسی کو نقصان نہیں ہوتا لیکن نہ کرنے والے کو خود نقصان ہوتا ہے۔ مثلاً نماز نہ پڑھنا۔ روزہ نہ رکھنا۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ حج نہ کرنا وغیرہ یہ ایسے افعال ہیں کہ انسان اور اسکے پیدا کرنے والے سے ہی متعلق ہیں ان کے نہ کرنے سے انسان خود اپنے آپکو نقصان پہنچاتا ہے اور کسی آدمی کا کچھ نہیں بگاڑتا اور ان فرائض کو ادا کرنے سے انسان اپنی روحانی ترقی کرتا ہے اور خداوندی صفات اپنے میں پیدا کیا کرتا ہے۔ ان کی خلاف ورزی کو بخشنا یا نہ بخشنا خدا کی مرضی پر ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے اگر چاہے تو سب

پرانے گناہ ایک دفعہ کی توبہ پر بخش دے لیکن وہ افعال جن کا تعلق دوسروں سے بھی ہے وہ
حق العباد کہلاتے ہیں مثلاً کسی کا روپیہ پیسہ مار لینا کسی کو ورثہ نہ دینا۔ چوری کرنا۔ ڈاکہ ڈالنا۔
قتل کرنا جسمانی یا مالی یا روحانی تکلیف پہنچانا۔ زنا کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ دغا دینا۔ کسی عورت
یا مرد کو جھوٹا الزام لگانا۔ انصاف نہ کرنا۔ رشوت لینا۔ ماں باپ۔ بیوی بچوں کے ساتھ برا برتاؤ
کرنا۔ شہری اور ملکی حقوق نہ ادا کرنا۔ دنگا فساد کرنا وغیرہ ایسے افعال ہیں جو اگرچہ حکم خداوندی
کے خلاف ہیں لیکن ان افعال سے دوسرے لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے ان کو اللہ تعالیٰ اس
وقت تک معاف نہ کرے گا جب تک وہ شخص ہی معاف نہ کر دے جس کی حق تلفی ان
افعال سے ہوئی ہے اسلام چونکہ قانون فطرت کے مطابق مذہب ہے اور ہر اس کام
کی تلقین کرتا ہے جو فطرت کے موافق ہو اور ہر اس کام سے پرہیز سکھاتا ہے جو فطرت
کے خلاف ہو انسان کی روح میں فطرتی طور پر رحم ہے اور چاہے کیسا ہی ظالم اور گنہگار
آدمی ہو اس کو بھی کسی نہ کسی وقت رحم آ ہی جاتا ہے لیکن جو ظالم اور بے رحم نہ ہو اس کی
روح اس سے رحم کا کام کراتی ہے اور اس کو بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ہر شخص کی بھلائی
چاہنا۔ ہر ایک کی مدد کرنا۔ سب سے محبت کرنا۔ بیمار کی تیمارداری کرنا۔ مظلوم اور
دردمند اور غریب کی امداد کرنا۔ یتیموں، بیواؤں کی خبرگیری کرنا۔ غصہ کو پی جانا۔
حاسد کے حسد کی پرواہ نہ کرنا۔ لنگڑے۔ لولے۔ اندھے کی مدد کرنا۔ ہر شخص سے
اخلاق سے ملنا۔ طالب علم کی مدد کرنا۔ اسلام کی اشاعت کرنا۔ وقت ضائع نہ
کرنا سچے مسلمان کا شعار ہوتا ہے۔

جانوروں سے اچھا برتاؤ

یہ بھی اسلامی اصول ہے کہ بے زبان جانوروں پر بھی ظلم نہ کیا جائے۔ وہ جانور جو تمہارا کام کرتے ہیں اور تمہاری روزی کی کمائی میں مدد دیتے ہیں ان سے اُن کی طاقت سے زیادہ کام لینا اور ان کو بار بار مارنا۔ جب بھوکے ہوں یا پیاسے ہوں تو ان کو خوراک اور پانی نہ دینا بلکہ اس حالت میں بھی ان سے کام لینا یہ انسانیت کے اور اسلام کے خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں متعدد جگہ فرمایا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنی اللہ تعالےٰ کسی پر اس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا جس کے اٹھانے کی اس میں طاقت ہے۔ جو اصول انسان کے واسطے ہیں وہی جانور کے واسطے ہیں زخمی اور بیمار جانور کی تیمارداری کرنا بھی انسانیت کا تقاضا ہے۔

انسانیت سے مطلب ہے وہ کشش روحانی جو آدمی کو خداوندی صفات کی طرف مائل کرتی ہے جس کی وجہ سے فرشتوں نے بھی انسان کے آگے سر جھکا دیا۔

فقط بندۂ ناچیز

محمد یامین خان

۲۰ جنوری ۶۵۶

اسلامی تعلیم

جلد اوّل

جس میں عقائد اسلام، کلمہ جات، جملہ قسم کی نماز، چند کلام پاک کی سورتیں، روزہ سب باتیں مع معنے و تشریح آسان اردو زبان میں بیان کی گئی ہیں۔

مصنّفہ

نواب سر محمد یامین خاں صاحب سی، آئی، ای۔ بی، اے بیرسٹر ایٹ۔ لا۔
سابق۔ ممبر و ڈپٹی پریسیڈنٹ مرکزی اسمبلی غیر منقسمہ ہندوستان۔
ممبر کورٹ و اگزیکیوٹو کونسل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ ممبر کورٹ
دہلی یونیورسٹی۔ رئیس میرٹھ۔

مصنف۔ گاڈ۔ سول اینڈ یونیورس ان سائنس اینڈ اسلام۔
کرائسٹ (مسیح) اینڈ میری (مریم) ان قرآن
اورنگ زیب اینڈ شیواجی وغیرہ